

اللہ کے شاہکار محمد ﷺ

صلی اللہ علیہ وسلم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



ملک التحریہ

علامہ محمد عبدالحق ظفر چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

5347

اِنَّا اِنشَيْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا

اللَّهُ
كے
شاہکار محمد

ملک التحریر علامہ محمد عبدالحق ظفر چشتی

ضمیمہ اول قرآن پبلی کیشنز
لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

81537

اللہ کے شاہکار محمد

علامہ عبدالحق ظفر چشتی

دسمبر 2006ء

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

ایک ہزار

12 34

175/- روپے

نام کتاب

مصنف

سال اشاعت

ناشر

تعداد

کمپیوٹر کوڈ

قیمت

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953 فیکس:- 042-7238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7247350-7225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-2212011-2630411۔ فیکس:- 021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

7	یا رسول اللہ ﷺ
8	یا حبیب اللہ ﷺ
9	انتساب
10	اعترافِ عجز
11	حرف التجا
15	بہار کی آمد
18	میرے نبی کے نام
35	نامِ مصطفیٰ ﷺ
43	شانِ مصطفیٰ ﷺ
78	بہارِ مصطفوی ﷺ
86	نسبتِ مصطفوی ﷺ
93	ذاتِ مصطفوی ﷺ
105	نورِ انیتِ مصطفوی ﷺ
117	سیرتِ مصطفوی ﷺ کے دو پہلو
126	آدابِ معاشرت اور سنتِ مصطفوی ﷺ
133	سرچشمہ علوم ہے میرے آقا ﷺ کی ذات
139	شانِ حبیب الرحمن ﷺ من آیات القرآن
143	عظمت و شانِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ مصطفیٰ ﷺ
147	سپاسِ عقیدتِ بحضورِ ﷺ
148	حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ



- 149 حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
- 150 سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ
- 150 سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
- 152 حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما
- 154 حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما
- 155 حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
- 157 حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی نعت
- 158 حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا نغمہ فراق
- 160 حضرت ورقہ بن نوفل رضی اللہ عنہ
- 162 حضرت کعب بن زہیر المزنی رضی اللہ عنہ
- 163 حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ
- 166 حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا
- 167 حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا
- 167 حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
- 169 حضرت سیدہ ام معبد رضی اللہ عنہا
- 172 حضرت سیدہ خدافہ بنت حارث (شیماء) رضی اللہ عنہا
- 173 حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ
- 174 حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ
- 176 مدینہ منورہ کی بچیوں کی نعت
- 176 ایک دیہاتی صحابی کی گزارش
- 178 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
- 178 حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب

- 180 حضرت کعب بن لوی بن غالب بن فہر رضی اللہ عنہ
- 180 حضرت جاورد کا قصیدہ
- 181 حضرت عمرو بن عبد اللہ کی نعت
- 182 ایک جن کے اشعار
- 183 بنو ہوازن کے رئیس
- 184 حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ
- 186 حضرت قیس بن عبد رضی اللہ عنہ
- 186 مدینہ منورہ کی ایک بوڑھی عورت رضی اللہ عنہا
- 188 اکابرین امت کا خراج تحسین
- 188 حضرت سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ
- 191 حضرت ابو بکر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ
- 192 حضرت امام شرف الدین بوسیری رحمۃ اللہ علیہ
- 193 حضرت عبدالرحمن ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ
- 194 حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- 196 حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- 197 حضرت مولانا محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ
- 199 حضرت محمد بن جابر اندلسی رحمۃ اللہ علیہ
- 200 حضرت سید علی ونی رحمۃ اللہ علیہ
- 201 حضرت سید محمد ونی رحمۃ اللہ علیہ
- 202 حضرت ابوالفضل الجوهری رحمۃ اللہ علیہ
- 203 حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ
- 204 حضرت حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

- 206 عسکلان حمیری یعنی رحمۃ اللہ علیہ
- 208 حلیمہ کی گود پالا
- 232 محمد ﷺ ہمارے بڑی شان والے
- 280 حضرت ادریس علیہ السلام اور ہمارے مدوح حضرت محمد ﷺ
- 306 آنکھوں میں بس گیا ہے سراپا حضور ﷺ کا
- 322 خلاق عالم کی انوکھی تخلیق
- 329 یا ایہا المزمّل
- 333 خریدار اور اس کا غلام
- 337 النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم
- 340 قرب اور بعد
- 346 حضرت بلال اور ان کا خریدار
- 350 خوش بختاں دے بد بخت راکھے
- 357 حضور ﷺ کا مہمان
- 361 ایمان کیا ہے؟
- 366 غرور اور چور دروازہ
- 369 حسن عمل کا بہترین نمونہ
- 374 مٹی جا چڑھی آسماناں
- 377 سبحان اللہ ما اجملک
- 383 کعبے میں ہوں اور سر پئے سجدہ ہے بے قرار
- 390 خسرو! عرش پہ اڑنا ہے پھر امیر اتیرا
- 394 رسول اللہ ﷺ سے تقدم
- 398 سورۃ منزل اور شب خیزیاں



یا رسول اللہ ﷺ

میں تے لکھ ساں، ککھوں وی بہت ہولا
 تیرے کرم سائیاں، مینوں لکھ کیتا
 تاں لکھ کیتا تے میں لکھ بن کے
 تہاڈے واسطے کدے نہیں لکھ کیتا
 وڈیاں جگریاں والیو فیروی تاں
 اپنے کرم توں کدے نہیں دکھ کیتا
 سردار انج تے کوئی وی نہیں کردا
 جیویں تاں غریباں دا کچھ کیتا

سردار احمد سردار رحمۃ اللہ علیہ
 فیصل آباد

یا حبیب اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم

میریا مہرباناں نالے قدر داناں
 بڑے کرم کمائے نی بھلا ہووی
 لکھاں وچ پئے رلدے سن بخت میرے
 سکھوں لکھ بنائے نی بھلا ہووی
 کلر شور زمین ساں مہرباناں
 بوٹے کرم دے لائے نی بھلا ہووی
 سارا پتہ اے سردار مینوں کیتیاں دا
 پردے عیاں تے پائے نی بھلا ہووی

سردار احمد سردار رحمۃ اللہ علیہ
 فیصل آباد

انتساب

اس مولے موچی کے نام

جو ہر عالم دین، ہر بزرگ، ہر پیر، فقیر سے پوچھتا رہتا تھا۔

مولوی جی!

پیر جی!

بزرگو!

ذرا یہ تو بتائیں کہ

جب حشر کے میدان میں سرور کائنات، شفیع المذنبین، رحمت للعلمین

ﷺ اپنے غلاموں کو اپنے دامن رحمت میں لے کر اپنی شفاعت

کی خیرات بانٹ رہے ہوں گے تو کیا ان کے غلاموں میں کہیں مولا

موچی بھی ہوگا۔

اعترافِ عجز

اللہ کے شاہکار محمد ﷺ کی حقیقت سے کوئی کافر ہی انکار کر سکتا ہے۔
 دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے اس عظیم شاہکار ربوبیت کو دیکھنے کی آنکھ تو فقیر
 کے پاس بھی نہیں۔ لیکن مجھے اس چاند کو دیکھنے والوں کی بینائی پر اعتماد ہے۔
 جو دیکھتے بھی رہتے تھے اور ان کا جی نہ بھرتا تھا اور آنکھ تک نہ جھپکتے تھے اور
 جب پردہ فرما ہوئے تو انہوں نے ان آنکھوں سے کسی اور کو دیکھنے کی تمنا ہی
 کھودی اور اللہ تعالیٰ سے آنکھوں کی بینائی سلب کرنے کی درخواست کر دی جو
 درخواست منظور کر لی گئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ان کا بیان کردہ ایک ایک حرف صداقت پر مبنی ہے۔ انہوں نے صادق
 الصدقین کی آنکھ کا فیض پایا اور صدیقین میں شمار ہونے لگے۔ میں زمانے بھر کا
 جھوٹا ان کی صداقت پر حرف کیسے رکھوں۔ ان کے ارشادات کی روشنی میں
 حروف کی مالا سجا کر لایا ہوں اس امید پر کہ میری فرد عمل کی گٹھڑی کو ازراہ لطف
 و کرم عصیاں پوش کنلی میں چھپالیں۔

امیدوار شفاعت

محمد عبدالحق ظفر چشتی

مصطفیٰ آباد۔ لاہور

حرف التجا

بعد مرنے کے ہے یہ تمنا میری
کاش بھولے نہ دنیا یہ خواہش میری
یار آتے رہیں نعت پڑھتے رہیں
قبر میں بھی میرا دل بہلتا رہے

کسی پیاسے کو پیٹھے پانی کا سمندر بھی عطا فرما کر پشیمان نہ ہونے والے، ہاں وہی،
محبوب ذات الہی ﷺ جن کی محبت ہی ایجاد عالم کا سبب بنی ان سے عرض ہے کریم و شفیق
مولا! میں خاک کی، آپ نوری، میں آپ کا ہم جنس نہیں ہوں لیکن عطا کے لئے ہم جنس ہونا
ضروری نہیں۔ میں بدترین شوزمین، آپ بہترین ابر بہار، اس زمین کو اپنے ابر بہار ہونے
کے صدقے آنسوؤں کی خیرات عطا فرما۔

تشنہ لب چڑیا کے منہ میں گرنی آجائے گی

تیرے دریا کرم میں کیا کی آجائے گی

دعا میں گریہ نہ ہو تو جو چیز اس میں رکاوٹ ہو اس کو دور کر دینا چاہئے یعنی غفلت جنت
منزل کی طرف دل کی پشت ہو تو وہ جتنا دوڑے گا دور ہی جائے گا۔ قرب تو اس کی قسمت
میں نہ ہوگا لیکن آقا! مجھے آپ اپنے قریب کر لیں، میرے دل کا رخ ہی بدل دیں اس کا رخ
صرف آپ کی طرف ہو، پھر

میں جب دیکھوں، جدمر دیکھوں، جسے دیکھوں، تجھے دیکھوں

تو میری آنکھ کی پتلی میں یوں تحریر ہو جائے

آقا! ہماری تو ساری عادتیں ہی بری ہیں۔ ہم پھول کیسے بنیں۔ تو! ہم کانٹوں کو

پھولوں کا حسن عطا فرما۔

اے انگلی کے اشارے سے آسمان پر چمکتے چاند کو چیر کر رکھ دینے والے آقا! تیرے
بچے کی طاقت کا کیا کہنا۔ ہم بھی ایک اشارہ کرم کے طالب ہیں تیری ایک ہلکی سی نگاہ سو
کروڑ کے لئے کافی ہے۔ تیرے سامنے ہمارے دل کی حیثیت ہی کیا ہے۔

طیبہ کی گھٹا ٹوٹ کے برسے میرے مولا

جب تک یہ زمیں روح کی سیراب نہ ہو لے

میرے آقا! طب و حکمت ہر مرض کا علاج کر سکتی ہے لیکن مرض عشق کے جنون کا اس
کے پاس بھی کوئی علاج نہیں۔ یہ تو وہ بیماری ہے اگر کسی طبیب کو لگ جائے تو وہ بھی اپنے
خون کے آنسوؤں سے اپنی طب کی تمام کتابیں دھو ڈالے۔

اے سب کو عطا کرنے والے اور سب کچھ عطا کرنے والے، میرے کھکول میں اپنی
محبت، اپنے عشق، اپنے جنون، اپنی لگن اور اپنی جوت اور اپنے پیار کی ایک بوند کی خیرات
ڈال دے پھر یہی تیرا پیار یہی تیرا عشق و جنون میری ساری نیندیں حرام کر دے، مجھے
ہر نشے سے بے نیاز کر دے، میری سوچ میں اور میری فکر میں، صرف تیری ذات ہو، میرے
خیالوں اور میرے سپنوں کا راجا صرف ”تو“ ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طور سے جلی ذات الہی سے مستنیر ہو کر واپس تشریف
لائے تو آپ کی بیوی آپ کے چہرے کے انوار و تجلیات کے وفور کو برداشت نہ کر سکیں اس
نور کی تاب ان کی آنکھوں کا نور اچک کر لے گئی لیکن وہ بینائی چھن جانے پر افسردہ نہ ہوئیں
بلکہ اس کی لذت سے سرور ہو کر کہنے لگیں مولا! بصارت چھن جانے پر دکھ نہیں، بصیرت
ہاتھ آنے کی خوشی ہے۔ کرم کر! اپنی عطا کردہ بصیرت اور اس بصیرت سے ملنے والی لذت کو
سلامت رکھ۔

سکھ بھی مجھے عزیز ہے دکھ بھی مجھے عزیز

سکھ بھی عطاء دوست ہیں دکھ بھی عطاء دوست

اللہ تعالیٰ کو حضرت صفور رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ادا پسند آئی اور ان کو ان کی بصارت بھی

واپس لوٹا دی۔

اے جلوہ طور! اے تجلی رب بن کر کوہ طور پر چمکنے والے آقا! ہم اندھوں کو بصارت موسوی بھی عطا ہو اور بصیرت صفورا بھی ہمار جھولی میں ڈال دے۔

من نخواہم جاہ و دنیا طمطراق

درد خواہم، سوز خواہم، اشتیاق

بھلوٹ شیرا، لالہ موسیٰ گجرات کے نزدیک ایک گاؤں ہے۔ چھوٹا سا گاؤں لیکن اس میں رہنے والی شخصیات کے وجود نے اسے بڑی بڑائی بخشی ہے۔ حضرت پیر سید محمد شاہ صاحب سبحان اللہ کیا نستعلیق شخصیت ہیں۔ مہر و مروت، شفقت و الفت، لہجے کی مٹھاس، شیرے کی شربنی سے بھی زیادہ تر۔

انہیں دیکھا تصدق کر دیا دل

کسی کو کیا، میری آنکھیں میرا دل

ایک دن فرمانے لگے چشتی صاحب ہمارے گاؤں میں ایک موچی ہے لوگوں کی جوتیاں گانٹھتا اور مرمت کرتا ہے۔ اس کے پاس کوئی عالم دین، کوئی پیر، فقیر یا کوئی اللہ والا آجائے یا وہ خود کہیں ایسی شخصیت کے پاس چلا جائے تو وہ ان سے پوچھتا ہے، مولوی جی! پیر جی! ذرا یہ تو بتائیں جب حشر کا میدان ہوگا حضور ﷺ اپنے غلاموں میں حوض کوثر سے آب کوثر بانٹ رہے ہونگے، شفاعت کی خیرات بٹ رہی ہوگی، حضور ﷺ کے غلام آپ کے سایہ کرم میں پناہ لے چکے ہوں گے تو کیا وہاں آپ کے غلاموں میں کہیں مولا موچی بھی ہوگا؟

مولا موچی یہ بات پوچھتا ہے پھر اس کی آنکھیں چھم چھم برسنے لگتی ہیں اور حاضرین کی آنکھیں بھی بھیگ جاتی ہیں۔ سائل اور مسئول عنہ دونوں کی توجہ کا رخ سیدھا اس منزل شفاعت کی طرف ہو جاتا ہے جس کی طرف ہر گنہگار للپائی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہتا ہے۔ اگر مولا موچی، مجھے ملتا تو میں اسے تسلی دیتا اے مولا موچی تو وہاں یقیناً ہوگا۔ کیونکہ

راجہ رشید محمود نے کہا ہے کہ

تو راجہ ایس یا کمی ایس ناں لیندا رہو سرکار دا
کرم فرماؤندیاں اونہاں کدے وی ذات نہیں کچھی

اے مولا موچی جیسے لوگوں کو بھی سینے سے لگانے والے! میں نے تیرے گیت گائے
ہیں۔ ان گیتوں میں سر ہے نہ گیان تو ان گیتوں میں رس بھر دے۔
میرے یہ گیت، تیری ثناء کے گیت، تیری شان بڑھانے کے لئے نہیں بلکہ اپنی شان
بڑھانے کے لئے گائے ہیں جو پڑھے، جو سنے وہ بار بار پڑھے، بار بار سنے، وہ جب تک
پڑھتا رہے گا ستار ہے گا اس کی نسبت تجھ سے قائم رہے گی وہ روشن رہے گا، تابندہ رہے گا۔
میرے لئے یہی بڑا انعام ہے۔

شناخواں میں ازل سے ہوں، ثنا خوانی ابد تک ہو
میں سائل ہوں بھکاری ہوں، گدا مانگے نظر ان کی
انہی کے در کا کھاتا ہوں، انہی کے گیت گاتا ہوں
ظفر ان کا، بھرم ان کا، عطا ان کی، نظر ان کی

محمد عبدالحق ظفر چشتی

مصطفیٰ آباد لاہور۔

تاریخ: یکم محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

۱۸، اپریل ۱۹۹۹ء

بہار کی آمد

میں ایک بندہ بہت ہی گندہ جو نفرتوں میں گھرا ہوا تھا
 میں معصیت کی عمیق دلدل میں گر چکا تھا پھنسا ہوا تھا
 لطافتوں کے حسین چہرے، سب بھول بھلیوں میں گم ہوئے تھے
 کثافتوں کے غبار میں، انا ہوا تھا پٹا ہوا تھا
 میری فرد عمل نہ پوچھو، سیاہ تھی اتنی کہ کیا بتاؤں
 اور اس پہ طرفہ تماشہ یہ تھا کہ کبر و نخوت سے بھر چکا تھا
 میری سوچوں کے زاویوں میں کوئی بھی نہ تھا جو قائم ہو
 تھے جتنے رستے بھی ٹیڑھے میڑھے انہی کا رسیا ہو چکا تھا
 نہ جانے میری انا کی دولت کہاں گئی تھی کہ تھی نہیں تھی
 ہزار چوکھٹ کا روز سجدہ، میری جبیں پہ سجا ہوا تھا
 میں جھوٹی باتوں میں یوں الجھتا کہ جیسے صدیوں کی دشمنی ہو
 خصومتی کے خبیث جھکڑ سے پٹ چکا تھا حشر ہوا تھا
 میں زندہ درگور کرتا بیٹی میں پدری شفقت سے خالی داماں
 اجل آئی نہ بر سے پتھر، جس سا عالم پہ چھا چکا تھا
 ماں کی ممتا تو ہوتی ہوگی ہاں میری حالت نہ گفتمی تھی
 دراشتوں میں میں پا کے اس کو میں اپنی بیوی بنا چکا تھا
 خیر و شر کی تمیز کیسی میں وہ بشر تھا کہ شر ہی شر تھا
 شیطنیت کا میں بن کے خنجر جسم انساں میں گڑ چکا تھا
 میں آبروؤں کی سرزمین پر طمع سازی کے لے کے طرے
 اپنے سر کبھی اس کے سر پر سجا رہا تھا سجا چکا تھا

اے میرے ہمدم جبین غیرت سے آشنائی نہ تھی کسی کو
 سوچیں ابھی خیال بکھرے توہمات کا آسرا تھا
 بگڑ بگڑ کر تھا اتنا بگڑا کہ کتنی نسلیں بگاڑ کر بھی
 دل یہ چاہے کہ اور بگڑوں میں اور بگڑا ہی جا رہا تھا
 کہ اک طرف سے گھٹائے رحمت چھائی ہر سو اور خوب برسی
 دھل گیا پھر جہاں کا چہرہ، نفس نفس پہ بہار آئی
 ازل سے پیاسی جو سرزمین تھی وہیں پہ ابر بہار برسا
 کلیاں مہکیں، شگونے پھوٹے، چمن میں ہر سو بہار آئی
 میں نے پہلے پہل جو دیکھا کہ برسا ابر کرم کا چھینٹا
 تو خنکی اس کی نہ راس آئی بلکہ دل پہ غبار لائی
 اس مزکی، غبار دل کا، بڑی محبت سے صاف کر کے
 مجھ کو دنیا نئی دکھائی، یہ دنیا مجھ پہ نکھار لائی
 پہلے بیٹی تھی بار خاطر اب ہے دل کی بہار بیٹی
 وہ عصمتوں کی ردا میں لپٹی وہ عزتوں کی بہار لائی
 وقار جھوٹے کی جھوٹی ٹوپی، میرے سر سے اتار پھینکی
 خودی نے سر پہ سجائے سہرے خودی ہی مجھ میں نکھار لائی
 مجھ سے میرے خدا کا رشتہ، انہوں نے جوڑا کچھ اس طرح سے
 کہ مجھ میں میرا رہا نہ کچھ بھی ہاں ذات والا تبار چھائی
 نام ان کا جوب پہ آئے تو قدسی، چوٹیں لبوں کو بڑھ کر
 جی جو محفل حبیب رب کی تو قدسیوں کی قطار آئی
 میں نام لینے لگا ہوں ان کا نیاز مندی سے سر جھکا لو
 درود پڑھ لو سلام پڑھ لو وہ رحمتوں کی پھوار آئی

تسیم بھی وہ، جسیم بھی وہ، نسیم بھی وہ، وسیم بھی وہ
شفیع اعظم، مطاع مطلق، کرم سے جھولی بھری ہوئی ہے
اسم اعظم میں خاصیت ہے مٹھاس بھرتا ہے جسم و جاں میں
کیف آور، سکون پرور، جبین عالم جھکی ہوئی ہے
محمد ﷺ ان کا ہے نام نامی، امین عظمت بڑا گرامی
ہے کتنا شیریں یہ نام پیارا مٹھاس کتنی بھری ہوئی ہے
انسانیت کے تڑپتے لاشے کو پھر سے جینے کا ذوق بخشا
جینا ایسا کہ بعد مردن بھی جینے ہی کی لگی ہوئی ہے
عربی، عجمی و زوی شامی کے بکھرے دانوں کو یکجا کر کے
بنا دی پیاری سی ایک مالا، یہ مالا کتنی سچی ہوئی ہے
صنم کدوں کی غلیظ دنیا، لٹی پٹی تھی خزاں کی زد میں
خدائے واحد کی پاک سردل، اٹھی ہوئی ہے بسی ہوئی ہے
میری تمنا ہے پاؤں چوموں میں اس کی راہ کا غبار بن کر
میرے قدموں میں کہکشاں بھی لاکے جس نے دھری ہوئی ہے
تڑپنا میرا گراں ہے جن پر انہیں سے معروض ظفر چشتی
کہ بارعصیاں سے کمر میری، میرے آقا جھکی ہوئی ہے
میرے آقا غلام تیرا پھر سے شیطان کے جال میں ہے
اپاہجوں کی طرح سے آقا، میری دنیا گری ہوئی ہے
میں پھر سے بگڑا ہوں اس طرح سے کہ جی یہ چاہے میں اور بگڑوں
سنجالو آقا کرم گستر کہ دنیا میری لٹی ہوئی ہے
میں ضدی بچوں کی طرح مولا میں روز منکر میں روز مانوں
نہ دست شفقت کہیں میسر کوئی بے بسی سی بے بسی ہے
عبدالحق ظفر چشتی

میرے نبی کے نام

ہمارے کریم و شفیق، رحیم و رؤف آقا محمد ﷺ کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے۔ یہ اسم ہمایوں عقیدتوں کو ایک طرف رکھ کر بھی دعوت محبت دیتا ہے اس کا مادہ ہی تعریف سے عبارت ہے۔ از آدم تا عیسیٰ علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی عظیم شخصیت کا نام محمد ﷺ نہیں اور شاید ہی کوئی ایسی شخصیت ہو جس کا اسم گرامی ان کی عظمت ان کے رتبے اور ان کے عہدے سے مسکئی ہو۔ ہمارے والد ماجد کا اسم گرامی آدم ہے۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے گندمی رنگ ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول معظم ہیں اور ان کے اسم گرامی کے معنی میں بھی ان کی شان اور قدرت و منزلت کی طرف کوئی اشارہ نہیں۔ اس نام کے معنی آرام و سکون کے ہیں۔ شاید یہ نام ان کے والدین نے اس لئے رکھا ہو کہ بیٹا پوری زندگی آرام و سکون سے رہے یا ان کے والدین گرامی نے ان کو سکون، چین اور آرام سے پرورش کیا ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت و رسالت پر فائز ہوئے اور اعلان نبوت کے بعد چند دن، چند مہینے یا سال نہیں صدیاں بیت جاتی ہیں۔ توحید باری تعالیٰ کی تبلیغ میں اور دس صدیوں پر محیط طویل مسافت تبلیغ میں جو کرب سرکار نے برداشت کئے ہیں وہ ان کی اس دعا سے ظاہر ہیں جو انہوں نے اپنی امت دعوت کے حق میں کی کہ اے اللہ ان مشرکین کا وجود تک ختم کر دے۔ یہ کبھی بھی تیرے نام لیواؤں میں اور فرمانبرداروں میں شامل نہیں ہو سکتے۔ آپ کا اسم گرامی آرام کے تصورات کو ظاہر کرتا ہے جبکہ صدیوں تک مشرکین کے ظلم و ستم کا شکار رہتے ہیں۔

حضرت سیدنا اسحاق علیہ السلام یعنی ہشاش بشاش چہرے والے۔ سبحان اللہ۔ ضاحک۔ یعنی ہنس مکھ، خوبصورت لوگوں کے خوبصورت نام۔ ماشاء اللہ۔ یہ اسم گرامی یقیناً اس لئے ہوگا کہ آپ کے چہرہ انور سے مسکراہٹیں بکھرتی رہتی ہوں گی لیکن یہ اسم گرامی آپ



کے منصب و عہدہ نبوت اور فرائض نبوت کا ہرگز عکاس نہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے اسم مبارک کے معنی ہیں بعد میں آنے والا۔ چونکہ آپ اپنے بھائی عیسو کے ساتھ جڑواں اور توام پیدا ہوئے تھے۔ حضرت عیسو پہلے اور آپ بعد میں۔ اس لئے آپ کا نام یعقوب رکھ دیا گیا۔ بتائیے آپ کی نبوت آپ کی شان آپ کی منزلت اور آپ کے مرتبے کا کوئی ہلکا سا اشارہ بھی اس اسم گرامی میں کہیں پایا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسم گرامی اس وقت رکھا گیا ہوگا جس وقت آپ کو پانی سے نکالا گیا۔ یعنی وہ بچہ جو پانی میں بہتا ہوا ہاتھ آیا اس کو موسیٰ کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ کتنی بلند شخصیت ہیں۔ قرآن پاک کے تیس پاروں میں تقریباً تقریباً اٹھائیس پاروں میں کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی حوالے سے آپ کا اسم گرامی آہی جاتا ہے۔ سبحان اللہ، لاکھوں سلام ہوں اس نام والے پر، ان کی ماں پر، ان کی بہن پر اور ان کی تمام محنتوں اور کاوشوں پر جو آپ نے بنی اسرائیل کی آزادی کے لئے فرمائیں اور اپنے منصب نبوت کو جس کمال خوبصورتی سے دیگر انبیاء کرام کی طرح سرانجام دیا اس پر بھی لاکھوں عقیدتوں، محبتوں کے سلام ہوں۔ لیکن آپ کے اسم گرامی میں کوئی ہلکا سا اشارہ بھی کہیں موجود نہیں جو آپ کی شان اور قدر و منزلت کا غماز ہو۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اسم گرامی خود اللہ تعالیٰ نے آپ رکھا۔ آپ حضرت زکریا علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں جو حضرت مریم کے حجرے میں بے موسم پھل دیکھ کر اپنے انتہائی بڑھاپے میں بے موسم پھل اولاد کی تمنا کرتے ہیں۔ اسی محراب میں دعا کے دوران ہی دعا قبول ہونے کا مژدہ ملتا ہے۔ وہیں اس نومولود بچے کے نام سے بھی آگاہ کیا جاتا ہے جس کے معنی ہیں بوڑھے باپ کی تمناؤں اور خواہشات کا ترجمان اور آپ واقعی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں سید ہیں حضور ہیں لیکن ذرا تھوڑے سے اجنبی ہو کر غور کر کے دیکھو اس اسم گرامی میں کہیں ان کے مقام و مرتبہ کی کوئی عکاسی ملتی ہے۔

سلسلہ نبوت کے وہ آخری تاجدار جن کے بعد صرف اور صرف خاتم الانبیاء والمرسلین

ﷺ نے ہی تشریف لانا ہے ان کا نام عیسیٰ سرخ رنگ والا۔ چہرہ گل گوں، گلاب سا سرخ اور نکھرتا چہرہ، یہ نام ہمایوں، ان کے چہرے کے خدو خال کو ظاہر کرتا ہے لیکن مقام و منصب کی طرف اشارہ کرنے میں یہ نام بھی خاموش ہے۔

یہ صرف میرے کریم آقا ﷺ کا اسم گرامی ہے جو ہر اعتبار اور ہر نوع سے انوکھا بھی ہے، نرالا بھی، حسین و جمیل بھی، ارفع و اعلیٰ بھی، دشمن کے منہ سے بھی نکلے تو اوصاف کا اعتراف کرتے ہوئے آخر اسے محمد ہی کہنا پڑتا ہے ﷺ۔ یعنی وہ قابل تعریف و توصیف شخصیت جس کی بات ہونے والی ہے۔

یقیناً یہی بات تھی جو مشرکین مکہ کو سوچنے پر مجبور کرتی تھی کہ ہم کتنے احمق ہیں پہلے اسے محمد ﷺ کہہ لیتے ہیں پھر اسے مجنون، ساحر، دیوانہ، جادوگر نہ جانے کیا کیا کہہ جاتے ہیں۔ یہ تو تھوک بن کر خود ہمارے ہی منہ پر آگرتا ہے اور چاند مزید نکھر کر اور اجلا نظر آنے لگتا ہے۔ یہ سوچ کر انہوں نے اپنی خفت مٹانے اور اپنی حماقت پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک اور حماقت کر ڈالی اور آپ کو محمد ﷺ کی بجائے مذمم کہنے لگے۔ نعوذ باللہ۔ جب باہمی گفت و شنید میں آپ کا ذکر آتا تو آپ کا مقدس نام لینے کی بجائے مذمم کہتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے جاں نثار صحابہ کو علم ہوا تو تلملا کر رہ گئے۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آقا نیزوں کی انیوں، زہر بھرے تیروں، دہکتے انگاروں پر لیٹنا، گلے میں رسیاں کس کر گھسیٹنے کی تکالیف تو قابل برداشت تھیں یہ زبان کے تیر کہ آپ کا اسم گرامی ہی بدل دیا یہ برداشت سے باہر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب وہ کسی مذمم کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور کسی مذمم کی شان میں ہی گستاخیاں کرتے ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محمد ہیں ﷺ۔

سبحان اللہ کیا خوب بات ہوئی اور اس میں قدرت کی طرف سے ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ کفر کی ناپاک زبان سے یہ مبارک اور مقدس نام بھی بچا لیا کہ ان کی زبانیں اس قابل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب حضور سرور کائنات ﷺ کے اسم گرامی کو ادا کر سکیں۔

ہزار بار بشوئم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

محمد ﷺ حمد سے اسم مبالغہ ہے۔ یعنی ایسی ذات جو شان و تکریم رفعت شان و منزلت، رفعت ذکر اور جو دو سخا کے استلزام کے ساتھ ہمہ وقت، ہمہ جہت محمود ہو۔ اس اعتبار سے آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی محمود ہیں کہ قرآن پاک کا حرف حرف آپ کے اوصاف حمیدہ، صورت و سیرت، اخلاق کریمانہ اور مقامات رفیعہ کا ذکر کرتا ہے۔

آپ فرشتوں کے ہاں بھی محمود ہیں کہ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ (الاحزاب: 56) گواہ ہے۔ يُصَلُّونَ کا فعل مضارع ہونا استمرار پر دلالت کرتا ہے کہ وہ تخلیق اول سے تسلسل کے ساتھ آپ کی تعریف و توصیف میں مصروف ہیں۔ حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس آیت کی تعبیر بخاری شریف میں موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں صَلَوَةُ اللَّهِ أَيُّ ثَنَائِهِ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صلوة یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے سامنے اپنے محبوب ﷺ کی صفت و ثناء بیان کرتا ہے اور فرشتوں کی صلوة یہ ہے کہ وہ ہمہ وقت اس کے محبوب ﷺ کے لئے اسی سے اس کی شان و منزلت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔

آپ انبیاء و مرسلین کے ہاں بھی محمود ہیں۔ قطب آسمانی میں حضور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کے اوصاف موجود تھے۔ وہ خود بھی انہیں پڑھتے اور اپنے امتیوں کو بھی پڑھ کر سنا تے۔

آپ اہل زمین کے ہاں بھی محمود ہیں۔ دنیا میں جو بھی آپ کا ذکر کرے گا وہ پہلے آپ کے حمد ہونے کا اعتراف کرے گا ﷺ۔ پھر بات کرے گا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ گویا ”محمد“ ﷺ وہ ہیں جن کی حمد و ثناء تمام زمینوں، تمام آسمانوں کی ساری مخلوقات میں سب سے بڑھ کر ہوتی ہے بلکہ ”محمد“ ﷺ ہی وہ ذات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر ذات سے بڑھ کر تعریف فرمائی ہے اس لئے مخلوق خدا میں آپ سب سے بڑھ کر محمود و مدوح ہیں۔

اس اسم گرامی میں ایک پیشین گوئی بھی پوشیدہ و مخفی ہے اور وہ یہ ہے کہ عالم الغیب و الشہادۃ پروردگار عالم کی طرف سے جملہ عالمین اور ان کے عوائل کے لئے یہ بات واضح ہو کہ اس نام گرامی کے نام والی شخصیت کی تعریف و ثنا سب سے بڑھ کر سب سے زیادہ تسلسل کے ساتھ، تواتر کے ساتھ، ابد الابد تک جاری و ساری رہے گی۔ ان شاء اللہ

بلکہ سلف رالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے بھی یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کیونکہ محمد ﷺ کی حمد کریں گے اور اللہ کی تعریف کرے گا۔ باقی سب فنا ہو جائیں گے۔

جب کائنات کی ہر چیز فنا ہو جائے گی اور پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا اس کی تعریف کرنے والا اور اس کی حمد و ثنا میں مصروف ہونے والا کوئی زندہ نہ رہے گا لیکن حضرت محمد ﷺ کی تعریف و توصیف کرنے والے، ان پر رحمتیں بھیجنے والے، آپ کے خالق و مالک کو فنا نہیں۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ حی و قیوم ہے وہ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ وہ زندہ حقیقت ساری کائنات کو زندہ و فنا کرنے والا ہمارے پیارے نبی ﷺ کی تعریف کرنے والا ہے جس کو فنا نہیں لہذا وہ وقت جب کوئی زندہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنے والا کوئی نہ ہوگا اس وقت بھی وحدہ لا شریک، اللہ الصمد اور حی قیوم آپ کی تعریف کرنے والا موجود ہوگا۔ اس وقت بھی آپ کی تعریف و توصیف جاری و ساری رہے گی اس لئے آپ کو محمود کہا گیا ہے کہ پوری مخلوق میں آپ سا محمود و مدوح کوئی نہیں ہے۔

یہی ”محمد“ ﷺ ہیں جن کا مقدس و مطہر و معطر نام کروڑوں کھربوں انسانوں کی زبانوں، دلوں اور دماغوں پر حکومت کر رہا ہے۔ یہی وہ محمد ﷺ ہیں جن کی نوبت شاہانہ پوری کائنات میں دن میں پانچ مرتبہ مساجد کے بلند میناروں سے بلند ہوتی اور گونجتی رہتی ہے۔

مجھ سے تو ہونہ سکے پیکر دلبر کا بیان

یہ الگ بات ہے دیتا رہوں اظہار کو طول

تقویم کے ماہرین نے پوری کائنات کے اوقات کی ترتیب کو سامنے رکھ حساب لگایا

81537

ہے جس کی تفصیل کا ذکر یہاں مناسب نہیں اور ہمارے موضوع کا حصہ بھی نہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ پوری کائنات میں کوئی ایک لمحہ ایسا نہیں جب کہیں نہ کہیں اذان نہ ہو رہی ہو اور جہاں بھی جب بھی جیسے بھی اذان دی جا رہی ہوگی اللہ تعالیٰ کے محمود و مدوح، فرشتوں کے محمود و مدوح انسانوں کے محمود و مدوح، جنات کے محمود و مدوح کی شہادت رسالت کا ڈنکا ضرور بج رہا ہوگا۔

قلم کا شام و سحر ایک ہی وظیفہ ہے
کہ بار بار محمد ﷺ کا نام لکھتا ہے

یہی محمد ﷺ ہیں جو اپنی ذات میں بھی محمد ﷺ ہیں۔ اپنی صفات میں بھی محمد ﷺ ہیں اور اپنے اعمال و کردار میں بھی محمد ﷺ ہیں۔ یہی وہ محمد ﷺ ہیں جن کی تعلیم کی وسعتیں مشرق و مغرب، جنوب و شمال اور بحر و بر کی آخری سرحدوں کو چھو رہی ہیں۔ بے شک وہ ذات محمد ﷺ ہے۔ جن کا نام بھی محمد ﷺ ہے اور ان کی جملہ صفات بھی محمد ﷺ ہیں۔

زہے تاثیر، ان کا نام نامی جب لیا جائے
زبان کو لازماً صلی علی کہنا ہی پڑتا ہے

دنیا میں شاید ہی کوئی شخصیت ہو جس کا نام جمیل ہو، شکیل ہو، حسین ہو اور وہ واقعی جمیل و حسین بھی ہو اگر وہ ہو بھی تو زیادہ سے زیادہ اس کی آنکھ حسین ہوگی، رخسار، خوبصورت ہوں گے، گلاب سی پنکھڑیوں سے ہونٹ ہوں گے اس لئے اس جمیل کو اگر اسم با مسمی بھی کہیں تو اس کی آنکھ جمیل ہوگی، بنی یعنی ناک جمیل ہوگی، ہونٹ جمیل ہوں گے لیکن اس کے پورے جسم کے ہر حصے کو جمیل نہیں کہہ سکتے۔

لیکن ہمارے کریم، ہمارے مدوح، ہمارے محمود ”محمد“ ﷺ اللہ کے محمود، محمد ﷺ فرشتوں کے مدوح و محمود، محمد ﷺ از ازل تا اب ابد محمود مدوح محمد ﷺ، سر کے بالوں سے پاؤں کے ناخنوں تک پورے جسم کا ایک ایک حصہ، ایک ایک عضو محمد ﷺ

ہے۔ آپ کے لب محمد ﷺ ہیں۔ آپ کے کان محمد ﷺ ہیں کہ دور و نزدیک سے سنتے ہیں آپ کا لعاب دہن محمد ﷺ ہے کہ اس کی تخلیق میں ندرت اور انوکھا پن ہے، ہر تھوک بیماریاں پیدا کرتی ہے یہ تھوک بیماروں کے لئے شفا اور زہر کے لئے تریاق ہے۔ آپ کا دست کرم محمد ﷺ ہے، آپ کی انگلیاں محمد ﷺ ہیں۔ غرض آپ کے جسم طیب و اطہر کا ہر عضو، ہر حصہ، ہر جوڑ محمد ﷺ ہے۔

آنکھیں: آنکھیں کس کی نہیں، زکسی آنکھیں، ہرن کی سی حسین و جمیل آنکھیں، مدھ بھری آنکھیں، جن کے ایک ایک غمزہ سے لاکھوں دل گئے۔ اس کے باوجود ایسی تمام آنکھوں میں چند نقائص ضرور ہوں گے کہ وہ صرف سامنے دیکھ سکتی ہیں، اپنے پیچھے نہیں دیکھ سکتیں۔ وہ صرف ظاہر دیکھ سکتی ہیں باطن نہیں، وہ سب مخلوق دیکھ سکتی ہیں خالق کو نہیں۔ ایسی آنکھ والوں کا نام لاکھ ”جمیل“، ”شکیل“، ”حسین“ رکھ لو کون روک سکتا ہے۔ شخصیت کو ان ناموں سے پکارنا چاہو پکار لو لیکن ان نقائص کی وجہ سے ان آنکھوں کو یہ خوبصورت نام نہیں دیئے جاسکتے۔

آئیے اس عظیم شخصیت کی طرف جن کا نام محمد ﷺ ہے تو ان کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے اس لئے کہ ان کی آنکھ میں یہ نقص ہرگز نہیں وہ جیسے سامنے دیکھتی ہے ایسے ہی پیچھے بھی دیکھتی ہے۔ جیسے ہمارے ظاہر کو دیکھتی ہے ایسے ہی ہمارے باطن کی کیفیات خشوع خضوع کو دیکھتی ہے۔ جیسے وہ مخلوق کو دیکھتی ہے اس سے کہیں زیادہ بہتر انداز میں اپنے خالق کو دیکھتی ہے۔ آپ نے فرمایا رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ کہ میں نے اپنے رب کو بہترین شکل و صورت میں دیکھا۔

معصوم تھیں شکیل تھیں آنکھیں حضور ﷺ کی

انصاف کی دلیل تھیں آنکھیں حضور ﷺ کی

ہاں رحمتوں کی جمیل تھیں آنکھیں حضور ﷺ کی

دنیا کو جو شعور کا رستہ دکھا گئیں
انسان کو رحیم کا جلوہ دکھا گئیں

انگلیاں: انگلیاں کس کی نہیں سب کی ہیں۔ چھوٹی بڑی، خوبصورت اور نازک۔ لیکن کتنی بھی حسین ہوں کیا ان میں اتنی طاقت ہوگی کہ وہ انگلیوں سے چشمے جاری کر دیں، چاند کو ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیں اور پھر اسی طرح جوڑ بھی دیں۔ ڈوبا ہوا سورج واپس لوٹا دیں۔ اگر ایسا نہیں تو وہ کتنی بھی اعلیٰ ہوں نازک ہوں، خوبصورت ہوں، ان کا نام شخصیت کے نام کی طرح جمیل نہیں رکھا جاسکتا البتہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی انگلیاں ایسی ہیں کہ ان کو ان کی ذات کی شخصیت کی طرح محمد ﷺ کہا جاسکتا ہے۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆

انگلیاں پائیں وہ پیاری جن سے دریائے کرم ہے جاری
جوش پر آتی ہے جب غمخواری، تشنہ سیراب ہوا کرتے ہیں

(اعلیٰ حضرت)

چہرہ: ایک سے بڑھ کر ایک حسین چہرہ دیکھتے ہیں تو دیکھتے ہی رہنے کو جی چاہتا ہے۔ دوسرا دیکھتے ہیں پہلا بھول جاتا ہے۔ یوں ساری کائنات میں لاکھوں، کروڑوں، اربوں چہرے ایک سے ایک بڑھ کر حسین، دنیا بھر کی شاعری کا حسن انہی چہروں کے حسن کے گرد گھومتا ہے۔ رنگ، تغزل میں حسن اسی حوالے سے ہے۔ عربی، فارسی، ہندی، انگریزی، چینی، فرانسیسی، اردو، پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو، غرض کوئی زبان ہے جس میں کسی نے اپنے مطلوب و محبوب کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے نہیں ملائے۔ کسی کے محبوب کو اس کی نظر سے کیسے گرا سکتے ہو۔ جس نے جس کا نقشہ آنکھوں میں جمالیا ہو وہ اسی کا ہو کر رہ گیا۔

ان تمام حسین چہروں کو مخلوق نے دیکھا۔ کبھی حق دیکھا اور سچ دیکھا، کبھی دیکھا تو دھوکا

کھا گئے یا ایک وقت دیکھا تو فریفتہ ہو گئے۔ دوبارہ دیکھا تو دیکھنے کو جی نہ چاہا یا پہچان ہی نہ سکے۔ زکسی آنکھوں پر فدا ہوئے تھے بعد میں دیکھا تو بھنچ گئیں۔ گلاب سے رخسار دیکھے تھے پھر دیکھا تو گال پچکے ہوئے تھے۔ پنکھڑی کو شرماتے ہونٹ دیکھے تھے دوبارہ دیکھا تو بالکل ہی بیٹھ گئے۔ کالی سیاہ زلفوں کی زنجیر میں دل الجھا بیٹھے تھے دوبارہ دیکھا تو زلفیں ہی جھڑ گئیں اور سوائے ٹنڈ کے اب کچھ نظر نہیں آتا۔

ایسا چہرہ بھی کیا چہرہ ہوا جس کو مخلوق نے دیکھا تو جب بھی دیکھا مختلف انداز میں دیکھا۔ کبھی فدا ہو گئے کبھی جدا ہو گئے، کبھی قربان ہو گئے، کبھی نافرمان ہو گئے، کبھی دل دے بیٹھے، کبھی دل ہی گھر چھوڑے آئے۔ جس میں یہ سارے نقائص موجود ہوں اس چہرے کو آپ جمیل کہہ لیں ہم تو نہیں کہتے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش

میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قد

میں آپ کو ایسا حسین و جمیل، خوبصورت اور شکیل چہرہ دکھاتا ہوں جس کی زلفوں کو صدیوں پہلے اس کے خالق نے وَالْبَيْلِ إِذَا سَبَّحُوا (الضحیٰ) سے تشبیہ دی وہ زلفیں آج بھی وَالْبَيْلِ إِذَا سَبَّحُوا سے تشبیہ دی جاتی ہیں۔ اگر چہرہ والضحیٰ تھا تو صدیوں کے گرد سے میلا نہیں ہوا۔ وہ آج بھی والضحیٰ ہے۔ وہ جیسے صدیوں پہلے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَعَىٰ (النجم) کے سرے والی آنکھ تھی وہ کجلا آج بھی اس کی آنکھ میں نظر آتا ہے اگر اس کے دندان مبارک کی پہچان یس سے تھی تو آج بھی اس کے دندان مبارک کو دیکھنے کے بعد لعل یسینی کوئی نہیں کہتا۔ آج وہ اب بھی یس کے دندان مبارک والے کہلاتے ہیں۔ پانچ لاکھ اٹھارہ ہزار تین سو سے زائد دنوں کی طویل مسافت سے پہلے بھی ان کے چہرے کا ہر خدو خال محمد ﷺ تھا اور آج بھی محمد ﷺ ہی ہے۔

چہرے کو ان کے چاند کہوں یہ بھی ہے غلط
خوشید نیم روز کہوں یہ بھی ہے غلط
میں اور پھر خاموش رہوں یہ بھی ہے غلط

یلتا تھا بے مثال تھا چہرہ حضور ﷺ کا

بس اتنا جان لیجئے منبع تھا نور کا

کچھ ایسی بے مثال تھیں زلفیں حضور ﷺ کی

نظارہ جمال تھیں کرنیں تھیں نور کی

جیسے کہ ہوں سطور قرآن و زبور کی

وہ زلف عنبریں تھیں کہ دریا تھیں نور کا

اللہ رے بال بال وہ میرے حضور ﷺ کا

دل کھینچتی ہے ایک ایک ادا سبحان اللہ سبحان اللہ۔ اسی طرح اگر حضور سرور عالم شاہکار

ربوبیت ﷺ کی ذات کے ایک ایک عضو کو سامنے رکھا جائے تو آپ کا ہر عضو ہی محمد

ﷺ ہے۔

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں

اس گل پاک نبت پہ لاکھوں سلام

پوری دنیا کے مسلمان رنگ و نسل اور گونا گوں اختلافات کے باوجود اگر کسی بات پر متفق

ہیں تو وہ صرف نام محمد ﷺ پر متفق ہیں۔ بلاشبہ یہ نام اللہ تعالیٰ کی رسی ہے۔ محمد ﷺ ایک

قوت کا نام ہے۔ یہی نام تہذیب و تمدن، علم و فکر، حرکت و عمل کے ایک سنہرے دور کا نام

ہے۔ یہ کائنات کی خیر و فلاح کا نام ہے۔ محمد ﷺ ایک حرف شوق ہے۔ اس کو زبان سے

ادا کیجئے، لب پیوستہ پیوستہ ہو جاتے ہیں جیسے کام و دہن میں شیرینی گھل جاتی ہے۔ یہ خنک

خنک نام قلب کی دھڑکن، دل کا سرور، آنکھوں کا نور ہے۔ ہاں یہی نام رگ مسلم میں خون

بن کر دوڑتا ہے، یہ نام ہماری زندگی ہے۔ ہم یہ نام، اس کو زندہ رکھنے کے لئے نہیں لیتے بلکہ

اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے لیتے ہیں۔ اسی لئے ہم تذکار محمد ﷺ کا تکرار کرتے ہیں۔
 محمد انجمن کن فکاں کے صدر نشیں ، محمد افسر آفاق و سرور عالم
 وہ عبده و رسولہ واسمہ احمد کتاب و حکمت و نبوت کا خاتم و خاتم
 حمود و حامد و احمد و محمود کریم و میر کرام و مکرم و اکرم
 اسی کو صاحب خلق عظیم کہتے ہیں وہی نوع بشر کا معلم اعظم
 شمار کرنے کو چلیں خوبیوں کو اگر
 تو ساتھ چھوڑ دیں تھک تھک کے نیل سکھ پدم

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم

آپ کا دوسرا ذاتی اسم گرامی احمد ﷺ ہے۔ اس اسم گرامی کا مادہ بھی وہی ہے جو محمد
 ﷺ کا ہے۔ یعنی محمد ﷺ وہ ہے جو ساری کائنات اور خالق کائنات کے ممدوح و محمود
 ہیں اور حامد وہ ہے کہ ساری کائنات سے بڑھ کر اس نے اپنے خالق و مالک، اپنے رب،
 اپنے مربی کی تعریف کی۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی محمود و ممدوح نہیں اور دنیا میں اس سے
 بڑھ کر اپنے خالق کا کوئی حامد نہیں۔ اسی لئے وہ محمد ﷺ بھی ہیں، احمد ﷺ بھی۔

آپ حبیب ہیں: یہی وہ ذات ہے جس نے محبت کو تاج کمال پہنایا ہے۔ آپ نے
 اپنے خالق سے محبت کی اور باکمال محبت کی۔ آپ نے ساری کائنات کو ان دیکھے محبوب
 رب ذوالکرم والاحسان سے محبت کرنا سکھائی۔ یہی وہ ذات ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے بھی
 ساری مخلوق سے بڑھ کر محبت کی اور ساری کائنات میں اصطفیٰ فرما کر حبیب ﷺ کو مقام
 رفیع سے سرفراز فرمایا۔ اسی وجہ سے ہی آپ اللہ تعالیٰ کے اور اس کی مخلوق کے سب سے
 بڑے محبوب ٹھہرے۔

آپ مطلوب ہیں: جہاں کہیں کوئی کلمہ گو دنیا میں موجود ہے وہ آپ کا طالب ہے
 اور آپ اس کے مطلوب ہیں۔ دنیا کے لئے تو آپ ایسے مطلوب ہیں کہ کسی طالب کی طلب
 کے محتاج نہیں لیکن اس دنیا میں آپ کا ایسا کوئی طالب نہیں جسے آپ کی احتیاج نہ ہو اور دنیا

میں آپ کا ایسا کوئی طالب نہیں جیسا آپ کا طالب حق تعالیٰ ہے اور آپ بھی اس کے ایسے مطلوب ہیں انہیں اس کے سوا کسی اور کی کوئی احتیاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کا بھی ان جیسا کوئی مطلوب اور نہیں۔

ایسا طالب کوئی نہیں ہے جیسا حق تعالیٰ ہے
اور کوئی نہیں محبوب بھی ایسا جیسا کملی والا ہے

آپ متبوع ہیں: آپ ایسے متبوع ہیں جن کی اتباع کا حکم خالق کائنات نے دیا ہے بلکہ دنیا بھر میں وہ واحد شخصیت ہیں جن کے علاوہ کسی اور کی اتباع کی ہی نہیں جاسکتی اور آپ ایسے متبوع ہیں کہ جو آپ کی اتباع بطیب خاطر اور خلوص و محبت سے کرے وہ دنیا بھر کا مطاع بن جائے۔

آپ نبی ہیں: آپ واقعہ ایسے نبی ہیں جن پر کائنات ارضی و سماوی کے تمام حجابات اٹھا دیئے گئے اور ہر وہ چیز جو حواس خمسہ سے حجاب میں ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے بلکہ جس چیز کی جتنی خبر دینے کی ضرورت تھی اس سے زیادہ اس کی خبر رکھتے ہیں اس کی خبر دیتے ہیں کہ نبی جو ٹھہرے۔

نبی صرف خبر دینے والے کو نہیں کہتے ورنہ ہر اخبار، ہر رپورٹر، ریڈیو، ٹیلی ویژن سب نبی ٹھہرتے۔ وہ وہ خبریں دیتے ہیں جن سے کسی نہ کسی طرح ان وسائل کے بغیر بھی باخبر ہوا جاسکتا ہے اور یہ وہ خبریں ہیں جن کے جھوٹے اور سچے ہونے کا احتمال موجود ہے لیکن نبی جو خبر دیتا ہے اس خبر کی نبی کے سوا اور کوئی خبر نہیں رکھتا اور نبی کے ذریعے کے بغیر اس کی خبر حاصل نہیں کی جاسکتی اور جو خبر نبی عطا فرماتا ہے اس خبر میں جھوٹے ہونے کا کوئی احتمال نہیں ہوتا۔ اس میں جھوٹ کے امکان کا تصور کرنا بھی کفر کہلاتا ہے۔ اسی لئے ہر خبر دینے والے کو نبی نہیں کہا جاسکتا بلکہ جو اللہ تعالیٰ غائب الغیب کی اور تمام غیوب کی خبر دے وہ نبی ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خبر بھی رکھتا ہے اور اپنی امت کی خبر بھی رکھتا ہے۔

آپ نبی ہیں لیکن ایسے نہیں جیسے آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انبیاء

کرام علیہم السلام تشریف لائے بلکہ آپ ایسے نبی ہیں جس کی خبر بحکم الہی سارے نبی دنیا کو دیتے رہے۔ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کی خبر بغیر دیکھنے کے دی لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ کو پچھتم سر دیکھا اور خوب صورت شکل میں دیکھ کر دنیا کو خبر دی۔ اس اعتبار سے آپ تمام انبیاء کرام سے ممتاز ہیں۔ پھر دنیا کو جس جس چیز کی خبر جتنی دینی تھی اس کی اس انداز سے خبر دی کہ اب کسی اور خبر دینے والے کی ضرورت ہی ختم کر دی۔ اس لئے آپ نے فرمایا۔ انا خاتم النبیین و لا نبی بعدی۔

آپ کا اسم گرامی رسول ہے: ہاں آپ ہی وہ رسول ہیں جو تمام رسولوں کے آخری رسول ہیں۔ تمام رسول آپ کی عظمت و رفعت کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپ ہی وہ رسول ہیں جن کے تذکرے اور ان کے ساتھ اور معیت کا شرف رکھنے والوں کی صفات حمیدہ اور ان کے تذکار، تورات و زبور اور انجیل میں موجود ہیں۔ آپ ہی وہ رسول ہیں جو ساری کائنات کے رسول ہیں۔ آپ نبیوں کے رسول، فرشتوں کے رسول، جنوں کے رسول، حیوانوں کے رسول، دنیا کے رسول، آخرت کے رسول، جہاں جہاں تک اللہ تعالیٰ رب العلمین کی ربوبیت جلوہ گر ہے وہاں وہاں تک ہر چیز کے قیامت تک کے لئے رسول اور سب سے بڑی بات یہ کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سب سے بڑے اور آخری رسول ﷺ۔

آپ عبد ہیں: عبدیت وہ درجہ کمال ہے کہ مخلوق کو خدا ہونے پر بھی نہیں ملتا بلکہ اگر مخلوق میں سے کوئی خدائی دعویٰ کر بیٹھے تو وہ انسان ہی نہیں رہتا وہ بزعم خویش خدا جو ٹھہرا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی صورت خدا تو بن نہیں سکتا کہ مخلوق ہے اور خدائی دعوے کے ساتھ وہ انسان بھی نہ رہا۔ اس کو کہتے ہیں ”دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا“ یا ”کو اچلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا“۔ جب کہ عبدیت وہ عظیم مقام ہے جس پر اگر عبد فائز ہو جائے تو خود خالق بھی ناز کرتا ہے۔ آپ ہی وہ عبد کامل ہیں جن کی عبدیت نے عبدیت کے سر پر خلافت ذات باری کا تاج سجایا ہے۔ فصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

آپ معلم ہیں: یہ خطاب اور اسم گرامی خود ذات باری تعالیٰ نے دوسرے اسماء گرامی

کی طرح آپ کو عطا فرمایا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (البقرہ: 129) وہ ان کو علم و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ آپ ہی کی تعلیم میں صداقت ہے۔ آپ کی تعلیم ایسی نہیں کہ تعلیم دے کر شاگرد سے فرمائیں تمہاری طرف اتنا بل ہو گیا ہے۔ یہ معلم فرماتے ہیں لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنَّ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ (ہود: 29) میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا میرا اجر تو میرے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے۔ ان کی تعلیم میں اپنوں کے لئے اسرار و رموز اور کوڈ و رڈز استعمال نہیں کئے گئے اور نہ اشارے اور کنائے سکھائے ہیں کہ اپنوں کے سوا کسی کو خبر نہ ہو۔ ان کی تعلیم عام، سادہ، عام فہم اور ہر دل میں گھر کرنے والی اور ابد الابد تک حقیقت کی طرح ماہ تاباں بن کر افق عالم پر چمکنے والی ہے۔ یہی وہ معلم ہے جو علم کے دروازے ہر مرد و عورت کے لئے، ہر ادنیٰ و اعلیٰ کے لئے کھولتا ہے۔ یہی وہ معلم ہے جن کی تعلیم کا پہلا سبق وہ ہے جو بڑے بڑے فلسفیوں اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا یعنی توحید باری تعالیٰ۔ اسی معلم نے تعلیم کے سفر کو عبادت قرار دیا۔ اس معلم کی درس گاہ ”صفہ“ کے تعلیم یافتہ پہلے کوئی تعلیم یافتہ نہیں تھے اور نہ اعلیٰ علمی خانوادوں سے تعلق رکھتے تھے بلکہ گڈریے، چرواہے، جاہل، گنوار، پینڈو، عوام الناس، بھوکوں مرنے والے، افلاس کے مارے، چیتھڑے پہننے والے، ڈاکو، راہزن، چور، قزاق تھے۔ اس کے حضور زانوئے ادب و تلمذ طے کیا تو دنیا کے استاد، معلم، سپہ سالار، عازمی، مجاہد، منصف، ادیب، قابل دید، قابل تقلید اور قابل فخر بن گئے۔ دنیا ہر قسم کی تعلیم ان بوریانشینوں سے لینے لگی جو کبھی دس اونٹوں کی رکھوالی کرنے سے قاصر تھے زبج مسکون پر حکومت کرنے لگے۔ تینتیس لاکھ مربع میل ان کے زیر نگاہ تھا اور ایسی کہ دریائے نیل کے کنارے کوئی کتابھی بھوکا نہیں مرنے دیا۔ یہ سب اسی کی تعلیم کے واضح اثرات تھے۔

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری

حیراں ہوں میرے شاہ کہ میں کیا کیا کہوں تجھے

آپ حریص ہیں: مجھے تو آب حیات سے بھی سیری نہیں ہوتی میری پیاس کی حرص

بڑھتی ہی جاتی ہے یعنی لینے سے میرا دل بھرتا ہی نہیں مگر جو حرص آپ کی صفت ہے اس کے معنی ہیں دینے سے دل نہ بھرنا۔ ہم حریص ہیں لینے کے لئے۔ آپ حریص ہیں دینے کے لئے۔ حریص علیکم کے معنی ہیں حَرِيصٌ عَلَىٰ اَعْطَاءِ كُمْ۔

گٹھڑیاں بندھ گئیں ہیں پر ہاتھ تیرے بند نہیں

بھر گئے دل نہ بھری دینے سے طبیعت تیری

عزیز علیہ ما عنتم: یہ آپ کا اسم گرامی ہے یعنی دکھیوں کے دکھ محسوس کرنے والے، درد بانٹنے والے، کسی تکلیف اور درد کو محسوس کرنے والے، پھر اس کا مداوا کرنے والے۔ فرمایا! جوتا پہننے لگو تو جھاڑ لو کہیں اس میں کوئی ڈسنے والی چیز نہ ہو اگر ایسا ہوا تو تمہیں تکلیف ہوگی جو ہمیں بھی بے چین رکھے گی۔

صبح اٹھ کر لٹکائے ہوئے کپڑے جھاڑ کر پہنا کرو ان میں کوئی زہریلا کیڑا مکوڑا نہ گھس آیا ہو۔ جس مکان کی چھت پر سوتے ہو اس کی منڈیر بنا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ رات کو سوتے میں اٹھ کر چلنے لگو ایسے چلنے میں چھت سے گرنے کا خطرہ ہے۔ گرو گے تو نہ جانے کہاں کہاں چوٹ لگے ہمارا دل بھی تو دکھے گا۔ کسی سوراخ پر بیٹھ کر پیشاب نہ کرو کوئی سانپ بچھو اچانک نکل سکتا ہے اور تمہیں تکلیف پہنچائے گا تڑپو گے فریاد کرو گے تو بتاؤ ہمیں اس کا کوئی احساس نہ ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **وَلَوْ اَنَّكُمْ اِدْقَلْتُمْ اَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ (النساء: 64)** دیکھو! تمہیں کوئی تکلیف ہو تمہیں کوئی دکھ ہو تم اپنے اوپر کوئی زیادتی کر بیٹھے ہو یا تم پر کوئی زیادتی ہو جائے تو جیسے بچہ تکلیف میں اپنی ماں کی آغوش لینے کے لئے دوڑتا ہے تمہیں بھی کسی اور طرف جانے کی ضرورت نہیں تمہارے نبی رؤف بھی ہیں رحیم بھی ہیں، رحمت بھی ہیں ان کے دامن میں پناہ لے لو۔ آپ تمہارے لئے دعا بھی کریں گے دوا بھی۔ ہم نے ان سے کہہ دیا ہے۔ **صَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبہ: 103)** یعنی اے محبوب! ان کے لئے دعائے کیجئے آپ کی دعا ان کے لئے دلی سکون کا باعث بنے گی۔

اور فرمایا کسی سایہ دار درخت کے نیچے رفع حاجت نہ کرو اور نہ راستے کے عین درمیان میں پاخانہ یا پیشاب کرو۔ تم تو فارغ ہو جاؤ گے لیکن میرا کوئی مسافر امتی وہاں سے گزرے راستے میں گندگی، سائے میں گندگی اسے ناگوار گزرے گی وہ آرام کرنا چاہتا ہے تو نہ کر سکے گا۔ دیکھو کوئی اور اس کی اس تکلیف کو کوئی اہمیت دے یا نہ دے، ہم تو اپنے امتی کی اتنی تکلیف بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

ان کے ثار کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں سب غم بھلا دیئے ہیں

جب تیرا نام ورد زباں ہوتا ہے
بھول جاتا ہوں درد کہاں ہوتا ہے

آپ امی ہیں: اور آپ کی تعظیم کتابی حروف و نقوش کی محتاج نہیں اور آپ وہ امی ہیں جن کی نسبت سے ام القرئی کو عزت ملی۔

آپ امین ہیں: ایسے امین کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی کا امانت دار بنایا۔ آپ نے اس امانت کو پوری ذمہ داری سے ساری کائنات تک پہنچایا۔ نہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں خیانت کی اور نہ مخلوق کے معاملہ میں خیانت فرمائی۔

آپ بوہان ہیں: آپ اللہ تعالیٰ کی ایسی دلیل ہیں کہ آپ کو دیکھ کر وجود باری تعالیٰ کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔

آپ بشوہیں: اور آپ ایسے بشر ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابوالبشر ہونے پر اس لئے فخر ہے کہ حضرت محمد ﷺ بشر ہیں بلکہ آپ ہی خیرالبشر ہیں۔

آپ بشیر ہیں: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشیر کہا اور آپ نے اس کی مخلوق کو دنیوی و اخروی ساری بشارتیں مرحمت فرمائیں۔

آپ مبشوہیں: آپ نذیر و منذر ہیں، آپ حلیم ہیں، آپ خازن ہیں، آپ خلیل الرحمن ہیں، آپ خطیب الانبیاء ہیں، آپ خافض ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا۔ وَ

اَخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٠﴾ (الشعراء) یعنی اہل ایمان کے لئے اپنی رحمتوں اور شفقتوں کے پر جھکا دینے والے۔ آپ داعی الی اللہ ہیں، آپ رحمت ہیں، آپ روح الحق ہیں، آپ سید ہیں، سید ولد آدم ہیں، آپ شارع ہیں، آپ شافع ہیں، آپ شاہد ہیں، آپ صادق ہیں، آپ مصدوق ہیں، آپ طیب ہیں، آپ طہ ہیں، آپ طاہر ہیں، آپ عبد اللہ ہیں، آپ فاتح ہیں، آپ قاسم ہیں، آپ مصطفیٰ ہیں، آپ متاع ہیں، آپ ماحی ہیں، آپ حاشر ہیں، آپ عاقب ہیں، آپ منزل ہیں، آپ مدثر ہیں، آپ رؤف ہیں، آپ رحیم ہیں، آپ مبارک ہیں، آپ مہاجر ہیں، آپ یسین ہیں، آپ خاتم النبیین ﷺ ہیں۔

حیراں ہوں میرے شاہ، میں کیا کیا کہوں تجھے

انتہائی اختصار سے چند اسماء گرامی تحریر کر سکا ہوں اگر ان پر تفصیل سے لکھتا اس کے بعد پھر تفصیل سے لکھتا تو کیا لکھتا، ہاتھ تھک گئے، قلم گھس گئے، کاغذ ختم ہوئے، روشنائی ساتھ چھوڑ گئی، لمحے، دن، ہفتے، مہینے، سال، صدیاں بیت گئیں، زمانے دم توڑ گئے، قرن ہا قرن روانہ ہوئے لیکن آپ کی تعریف و توصیف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا۔ آخر کہنا ہی پڑتا ہے۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے

ترے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

☆☆☆

دامان نگاہ تنگ و گل حسن تو بسیار

گلچین تو از تنگی داماں گلہ دارد

نام مصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے چونکہ محبت کے انداز مختلف ہوتے ہیں اس لئے یاد کے انداز بھی مختلف ہوں گے بلکہ انوکھے اور نرالے ہوں گے۔ کبھی تو اپنے محبوب کے نام کی مالا جپتا رہتا ہے اور باقی ہر ماسوا کو بھول جاتا ہے ایک دعا ہر وقت اس کے لبوں پر مچلتی رہتی ہے۔

دل سے مرے ہر چیز کی ہو جائے فنا یاد

یا رب نہ رہے کچھ بھی مجھے اس کے سوا یاد

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ تو بتا وہ کون سی ہستی ہے جس کے لئے تیرا دل دھڑکتا ہے وہ کون ہے جو تیرے سینوں کا راجہ ہے؟ تیری پلکوں پہ اشکوں کے موتی کس کے ذکر سے چمکنے لگتے ہیں؟۔ میں کہوں گا میرا محبوب وہ ہے جس کی خاطر کائنات تخلیق کی گئی ہے۔ تاروں کی جھلملاہٹ، چاند کے ہالے، سورج کی کرنیں، قوس و قزح کی رنگینیاں، پتوں کی تالیاں، شاخوں کا رقص، صبحوں کا مسکانا، شاموں کا سنولانا، راتوں کا جھلانا اور کرنوں کا بل کھانا، چڑیوں کی چہچہاہٹ، اوس کے موتیوں کی ڈھلک اور چرخ نیلگوں کا نیلا خم، غرض ہر چیز ہر لمحہ جس کا مجرا بجالاتی ہے، مؤذن کی اذانوں میں اس کا نام ہے، مکبر کی تکبیر میں اس کے مقدس نام کی جھلک ہے، نماز میں ان پر سلام بھیجا جاتا ہے، کائنات ارضی و سماوی کا ہر ذرہ جس کا مرہون منت ہے، خالق کائنات اس پر درود پڑھتا ہے، نعت خوانوں کے تخیلات و عقیدت کا مرکز اس کی ذات، مقررین کی تقریریں، واعظین کے وعظ اس کے پیارے نام سے شیریں بنتے ہیں، دکھی اس کا واسطہ دے کر دکھوں سے نجات حاصل کرتے ہیں۔

اگر کوئی پوچھنے والا پوچھے کہ اس کا نام تو بتاؤ تو میں کہتا ہوں کچھ لوگوں کا کہنا ہے چھوڑو جی

نام میں کیا رکھا ہے تم شخصیت پر گفتگو کرو، تم سیرت و کردار پر زبان کھولو تو میں کہتا ہوں نہیں ایسا نہیں بلکہ یہاں تو نام میں بھی بہت کچھ ہے۔ دونوں جہاں کی دولتیں، ثروتیں اور رعنائیاں صرف اسی محبوب کے نام سے عبارت ہیں۔ جو کچھ اس نام میں ہے اگر ساری کائنات کو سمیٹ کر رکھ دیا جائے تو اس کی قیمت اس نام کے برابر پرکاش کی حیثیت بھی نہ رکھے۔

آسمان کا کوئی ستارہ ایسا نہیں جو اس نام جیسا روشن ہو۔ سمندر کی پہاٹیوں میں ایسا کوئی گوہر نہیں جو اس نام سے زیادہ قیمتی ہو۔ منجم حضرات نے تقدیر کائنات کو نجوم و سیارگان سے وابستہ کر رکھا ہے لیکن دنیا میں ایسا کوئی تقدیر کا فیصلہ کرنے والا ستارہ و سیارہ نہیں جس کی اپنی تقدیر اس نام سے وابستہ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حد و بے شمار ہیں اور ان میں ہر نعمت ایسی ہے کہ اس کے بغیر زندگی کی رعنائیاں دم توڑنے لگیں۔ ابھی کوئی پھل حضرت انسان کے علم میں نہیں اور نہ ہی ابد الآباد تک آنے کا امکان ہے جو پھل اس نام نامی، اسم گرامی سے زیادہ شیریں اور میٹھا ہو۔

ارض و سماء میں جو چیز بھی حضرت انسان کے لئے تخلیق ہوئی اس کی دو حیثیتیں ہیں وہ رحمت بھی ہے اور زحمت بھی۔

1- پانی: پانی ایک ایسی نعمت ہے کہ دنیا کی ہر زندہ چیز کسی نہ کسی طرح اس سے پیدا کی گئی۔ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیاء: 30) ہر زندہ چیز کی زندگی اسی سے وابستہ ہے لیکن یہی پانی سیلاب بلاخیز کی صورت میں امنڈ آئے تو اس سے بڑھ کر کوئی زحمت ہی نہیں۔ عالی شان مکانات اور محلات فلک بوس، زمین بوس ہو جائیں۔ فصلیں غرق آب ہو جائیں۔ باغات تباہ و برباد ہو جائیں۔ زندگی معطل ہو جائے اور نظام مواصلات درہم برہم۔

2- ہوا: ہوا ایک ایسی نعمت ہے جس کے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ رہنا محال ہے انسان، حیوان، چرند، پرند، نباتات و جمادات کی زندگی کے لئے اس کا وجود رحمت ہی رحمت ہے لیکن اگر یہی ہوا، طوفان، آندھی اور بگولے کی صورت اختیار کر لے تو ہر شخص الامان والحفیظ

پکاراٹھے۔ پھر اس سے بڑھ کر اور زحمت کیا ہوگی۔

3۔ بجلی: بجلی نے انسانی بود و باش کو ایک نیارنگ بخشا ہے۔ ٹیوبوں، بلبوں اور قلموں کی صورت میں اندھیروں کو اجالوں میں تبدیل کیا ہے۔ پنکھوں، موٹروں اور انجنوں کی صورت میں حرکت میں مزید برکت پیدا کی ہے۔ اب اس کے بغیر زندگی اندھیر ہو جائے۔ لیکن اگر یہی آسمان سے کسی جگہ گر پڑے تو ہر چیز نیست و نابود ہو جائے۔ اس کے ننگے تار پر ہاتھ لگ جائے تو سانس کی ڈوری دفعہ ٹوٹ جائے۔

4۔ اولاد: اولاد ایک ایسی نعمت ہے جس کی طلب اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی کی ہے۔ جس کا ذکر قرآن پاک میں جا بجا ہوا ہے۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام، حضرت زکریا علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعائیں مانگیں اور اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کے عطا کرنے کو بھی بڑے پیارے انداز میں بیان فرمایا۔ اگر یہ نعمت اتنی عظیم نہ ہوتی تو خدا رسیدہ شخصیات اس کے حصول کے لئے خصوصی التجانہ کرتیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے کتنے ہی بیٹے عطا کئے لیکن ان میں سے صرف ایک بیٹا حضرت یوسف علیہ السلام سے کچھ عرصہ کے لئے جدا ہوتے ہیں تو رور و کران کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ آخر وہ کیا بات ہے جو اس نعمت کے حصول پر شکر گزاری اور عدم حصول پر بے چینی و بے قراری کیوں بڑھ جاتی ہے۔ اس کا جواب خود اس سوال کے اندر موجود ہے کہ نعمت ہی ایسی ہے کہ دنیا میں اس کا کوئی متبادل نہیں۔

دانشور حضرات کا قول ہے کہ

دنیا و چہ ایک میوہ ڈٹھا جنناں کچا و ناں مٹھا

اور وہ میوہ سوائے اولاد کے کوئی نہیں۔ لیکن یہ اولاد جتنی بڑی نعمت ہے اتنی ہی بڑی زحمت بھی ہے۔ اولاد نیک ہو، صالح ہو، فرمانبردار ہو، محبت کرنے والی ہو تو اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مٹھا پھل نہیں اور خدا نخواستہ یہ بدنیت ہو، بدسرشت ہو، ناکارہ خلایق ہو،

نافرمان ہو تو اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی زحمت نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی کس کس نعمت کا تذکرہ کیا جائے۔ جس نعمت پر بھی ہاتھ رکھوں وہ نعمت جتنی بڑی ہوگی بصورت دیگر اتنی ہی زحمت بھی ہوگی۔ لیکن قسم بخدا! میرا محبوب جو اللہ تعالیٰ کی سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے جس کے نام کو میں نے حرز جاں بنا لیا ہے جس کے نام کے بغیر اب کوئی وظیفہ مجھے اچھا ہی نہیں لگتا کوئی اس کا نام ہی لے لے تو فرط جذبات سے آگے بڑھ کر اس کا منہ چوم لوں، جس کے نام سے میری جان اور میرا ایمان زندہ ہے اس کا نام اور اس کی ذات صرف رحمت ہی رحمت ہے اور ہر اعتبار سے رحمت ہے اپنوں کے لئے بھی، غیروں کے لئے بھی، اچھوں کے لئے بھی، بروں کے لئے بھی، کسی بھی دور کا کوئی انسان، کوئی حیوان، اس کی رحمت سے محروم نہ ہوا ہوگا۔ اس کا نام میرا درود وظیفہ ہے، میری تسبیح ہے۔

ٹھہرو ٹھہرو پوچھتے ہو اس کا نام کیا ہے۔ سنو! سنو! دل کے درتے کچے کھول لو، جذبات کی بھٹی تیز کر لو، ہمہ تن گوش ہو جاؤ، سر نیاز جھکا لو۔

میں نام لینے لگا ہوں ان کا نیاز مندی سے سر جھکا لو

درود پڑھ لو، سلام پڑھ لو، وہ رحمتوں کی پھوار آئی

تم نے اپنی آنکھوں کے کٹورے بھر لئے ہیں، لبوں کو پاک کر لیا ہے، کیا اپنا سارا ماحول پاکیزہ کر لیا ہے، ہاں تو پھر سنو! وہ حامد ہیں، وہ محمود ہیں، وہ محبوب ہیں، مطلوب ہیں، رحمت ہیں، راحت ہیں، مراد المشائقین ہیں، شفیع المذنبین ہیں، سر اج السالکین ہیں، وہ دافع البلاء ہیں، وہ دافع القحط والمرض ہیں، وہ شفیع ہیں، مطاع ہیں، نبی ہیں، کریم ہیں، تقسیم ہیں، جسیم ہیں، نسیم ہیں، محبت الفقراء ہیں، انیس الغریاء ہیں، معراج انسانیت ہیں ﷺ۔

ہاں ہاں، مجھے ان کا نام لینے سے پہلے صفاتی نام لینے کی حاجت ہے، ضرورت ہے، میری مجبوری ہے۔ دراصل یہ سارے نام بلکہ اس جیسے ہزاروں خوبصورت نام جو آثار کتب سیرت میں نظر آتے ہیں صرف ایک ذات کے نام ہیں۔

گلاب کو جس نام سے یاد کر لو وہ گلاب ہے۔ کوئی کہے خوشبو ہے سبحان اللہ، کوئی کہے مہک ہے واہ کیا کہنا، کوئی کہے نزاکت ہے الحمد للہ۔ البتہ نام تو پھر بھی نام ہی ہے۔

کہتے ہیں کہ محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے غلام اور ان کے وزیر حضرت ایاز رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے کا نام اسی مقدس اور عظیم نام پر نام تھا جس نام کے ذکر کے لئے میرے قلم کی زبان ہزار بار بوسے لینے کو بے چین و بے قرار ہے۔ محمود غزنوی اس غلام زادے کو اسی پیارے نام سے بلایا کرتے اور بڑی محبت سے بلایا کرتے۔ ایک دن نہ جانے کیا ہوا انہوں نے اسے اس پیارے نام سے بلانا چاہا لیکن نہ بلا سکے۔ سوچنے لگے کیسے پکاروں؟ دل میں آواز آئی ایاز کا بیٹا کہہ کر پکار لیتے ہیں۔ اس سے بھی تو وہ ہی مراد ہوگا۔ آخر انہوں نے اسے ایاز کا بیٹا کہہ کر بلالیا لیکن وہ بھی بڑے حساس تھے آتو گئے لیکن سلطان معظم کے بلانے کا انداز پسند نہ آیا۔ ایاز کا بیٹا کہہ کر بلایا۔ بے شک میں ایاز کا بیٹا ہوں اور مجھے ان کے بیٹے ہونے پر فخر بھی ہے لیکن اس نام سے بلانا تو مجھے ان کے بیٹے ہونے سے زیادہ عزیز ہے۔

سو چا کوئی خطا ایسی ضرور ہوگئی ہے جس کی وجہ سے سلطان عالی مقام نے میرا نام لینا گوارا نہ کیا۔ یہ سوچ کر گھر بیٹھ گئے اور اپنی ناکردہ لغزش پر نادم ہونے لگے۔ سوچتے سوچتے تھک گئے میں نے کیا غلطی کی ہے جس کی جا کر معذرت کروں۔ ادھر سلطان معظم کو بھی ان کی غیر حاضری کھلکی وہ تو انہیں جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ وہ جان جاں کی غیر حاضری کیسے برداشت کرتے۔ ایاز سے پوچھا۔ ایاز! بیٹا کہاں ہے؟ وہ گویا ہوئے عالم پناہ نہ جانے اس سے کیا خطا ہوئی آپ نے اسے اس کے نام سے نہیں بلایا تھا بلکہ ایاز کا بیٹا کہہ کر بلایا تھا حالانکہ اس کا نام تو آپ کو بھی بہت پسند تھا۔

سلطان معظم محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑے سے توقف کے بعد کہا ایاز اس سے غلطی تو کوئی نہیں ہوئی دراصل وہ نام اتنی عظمت والا، شان والا اور اتنی قدر و منزلت والا ہے کہ اس نام کو میں نے کبھی بے وضو نہیں لیا چونکہ اس وقت میں بے وضو تھا اس لئے وہ مقدس و معطر و مطہر نام لینے سے محروم رہا۔ اب میں با وضو ہوں اسے بلاؤ۔ میں اب اسے اس کے

اسی پیارے نام سے بلاؤں گا۔

تمام عمر کے سجدوں کو غسل کروا دوں

چند قطرے جو پاؤں آب وضوئے رسول

میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اس کا نام لینے سے پہلے اتنا اہتمام کیوں کرنا پڑتا ہے۔

آپ کا نام کلمہ طیبہ میں بھی آتا ہے بلکہ اسی نام کا کلمہ پڑھ کر جہنمی جنتی بنتا ہے، غیر اپنے

ہو جاتے ہیں، معتبوب محبوب بن جاتے ہیں لیکن عشاق کا کہنا ہے کہ ان کا نام کلمہ طیبہ میں

رکھنے میں ایک خاص اہتمام کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جس نے بھی ان کا نام لینا ہو وہ پہلے

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اپنی زبان کو پاک کرے پھر ان کا مقدس نام لے۔

اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے نا۔ اسے کس کی پرواہ۔ اللہ الصمد جو ٹھہرا۔ وہ کسی کا محتاج نہیں،

وہ قادر مطلق ہے جو چاہے کر سکتا ہے، کس میں اتنی جرأت اسے کہے کہ اے پروردگار عالم! تو

نے ایسا کیوں کیا؟ لیکن سوچو! اس بے نیاز خالق و مالک پروردگار کائنات جل و علیٰ نے نسل

انسانی میں معراج انسانیت کا درجہ پانے والے جتنے بھی لوگ ہیں ان سب کو اللہ تعالیٰ نے

ان کو انہی کے ناموں سے بلانے میں کوئی تکلف نہیں کیا۔

حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلانا چاہا تو یا دم کہہ دیا۔ آدم ثانی حضرت نوح

علیہ السلام کو بلایا تو یا نوح سے خطاب کیا۔ جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو بھی

اس بے نیاز نے یا ابراہیم کہہ کر پکارا۔ پتھروں سے پانی کے چشمے جاری کرنے والے

بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف پانے والے بھی یا موسیٰ سے خطاب کئے گئے۔ حسن

کی دولت کو عام کرنے والے جنہیں دیکھ کر زنان مصر اپنے ہاتھ کاٹ لیں، بھوک و افلاس

کے مارے شرف دیدار پائیں تو تین تین ماہ تک دیکھنے والوں کے پیٹ کی بھوک ختم

ہو جائے انہیں بھی یا یوسف کہہ کر بلایا بلکہ یہ کہا جائے تو بہتر ہے کہ دنیا میں ہر وہ حسن جس

سے کسی کو عروج ملا وہ ان سراپا قدس ہستیوں کے طفیل ملا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان عزت مآب

ہستیوں کو ان کے نام سے یاد فرمایا جس نام سے ان کے والدین ان کو بلاتے تھے یا عام

زمانہ انہیں جس نام سے بلاتا تھا۔

ہاں ہاں! جب میرے آقا، کریم آقا، میرے مولا، میرے ہادی اور میرے محبوب جن کا نام ہی میرے لئے راحت جاں ہے، سکون ہے، آرام ہے، ایمان ہے، جب ان کی بات آئی اللہ تعالیٰ نے انہیں اس انداز سے نہیں بلایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے دوسرے نفوس قدسیہ کو بلایا تھا بلکہ جب بھی پکارا آواز دی یا بلایا تو بڑے خوبصورت اور حسین القابات سے نواز کر بلایا۔ قرآن پاک کے تیس پاروں کی چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات مبارکہ میں سے کسی ایک آیت میں بھی آپ کو نام لے کر نہیں بلایا بلکہ جو ان کی قربت پانے والے ہیں جو ان پر اپنی جانیں نچھاور کرنے والے ہیں ان سب کو بھی خصوصاً منع فرمایا کہ اے میرے محبوب سے محبت کرنے والو! یہ تمہارے ہی محبوب نہیں میرے بھی محبوب ہیں انہیں بے دھیانی میں یا آداب محفل کا خیال رکھے بغیر نہ بلانا۔ بلکہ جب بھی تمہیں ان کو بلانا مقصود ہو تو میری سنت اپناؤ۔ ان کو حسین و جمیل القابات سے پکارو، **يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ** کہہ کر بلاؤ، **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ** بھی کہہ سکتے ہو، **يَا أَيُّهَا الْمَدَائِرُ** سے بھی پکارا جاسکتا ہے، **يَا أَيُّهَا الْمُرْقَلُ** بھی خوبصورت لقب ہے اور سنو! ذرا دھیان سے اور کان کھول کر سن لو اگر تم نے ان آداب کا خیال نہ رکھا بلکہ جیسے منہ میں آیا نام لے لیا تو تم اپنی نمازوں، اپنے روزوں، زکوٰۃ، عبادتوں اور ریاضتوں کے زعم میں نہ رہنا، ایک لمحہ بھی نہ گزرے گا کہ تمہارے نیک اعمال کی تختی یوں دھودی جائے گی جیسے اس پر کچھ لکھا ہی نہ تھا اور تمہیں پتا بھی نہ چلے۔

اے میرے دوست! جب تم نے اپنے دل کو، اپنی محفل کو، اپنے خیال و تصور کو ان کے ذکر سے پاک کر لیا ہے، اپنے ذہن کی رسائی کی حد ان کو مقرر کر لیا ہے، تصورات کی دنیا میں ان کو بسا لیا ہے، دل کی دھڑکنیں ان کے نام سے منسوب کر لی ہیں، بجلا ہی کے تمام کروفر کے بت توڑ کر سر عقیدت جھکا لیا ہے، زبان ان کی نعت سے لذت لینے لگی ہے، ان پر درود پڑھ لیا ہے، سلام عرض کر لیا ہے، تو اگر چہ ادب کا تقاضا تو یہ ہے کہ میں بھی اور آپ بھی ابھی اس قابل نہیں ہیں کہ ان کا نام لے سکیں لیکن چونکہ ان کے نام کے سوا ہمارے پاس ہے بھی

کیا؟ ہم جیسے بھی ہیں انہی کے ہیں۔ ہم نالائق سہی، ناکارہ خلاق سہی، آخر نام تو انہی کالے لے کر جی رہے ہیں اس لئے ان کا نام نامی اسم گرامی لیتا ہوں۔

نام لینے لگا ہوں ان کا نیاز مندی سے سر جھکا لو
 درود پڑھ لو سلام پڑھ لو، وہ رحمتوں کی پھوار آئی
 قسیم بھی وہ، نسیم بھی وہ، وسیم بھی وہ، جسیم بھی وہ
 شفیع اعظم، مطاع مطلق کرم سے جھولی بھری ہوئی ہے
 محمد ﷺ ان کا ہے نام نامی، امین عظمت، بڑا گرامی
 ہے کتنا شیریں یہ نام پیارا، مٹھاس کتنی بھری ہوئی ہے
 فصل اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

شان مصطفیٰ ﷺ

اللہ تعالیٰ تو خالق کائنات ہے اور ایسا خالق کہ سبحان اللہ۔ جس طرف بھی نظر اٹھا کے دیکھتے ہیں مَا خَلَقْتَ هَذَا بَابِلًا (آل عمران: 191) کہنا ہی پڑتا ہے۔ آسمان وزمین کی پیدائش، اختلافات لیل ونہار، سمندروں اور دریاؤں میں چلنے والے جہاز اور کشتیاں جن سے پوری کائنات کا نظام معیشت و معاشرت قائم ہے۔ آسمان سے پانی کا نزول جو مردہ زمین کو از سر نو تازگی، روئیدگی اور زندگی عطا فرماتا ہے۔ فضاؤں کی وسعتوں اور زمین کی ہر سطح اور سمندروں کے دامن میں پھیلے ہوئے لاکھوں کروڑوں چلنے، پھرنے، ریٹگنے اور اڑنے والے جانور اور پرندے، ٹھنڈی و گرم، باد صبا و بادِ سموم کا ادھر ادھر ہمہ وقت چلتے پھرتے رہنا، کبھی مشام جان کو معطر کر جانا اور کبھی اجسام کو جھلسا دینے والی کیفیت پیدا کر دینا، کبھی دماغوں میں عطر بیزیاں اور کبھی متعفن ہواؤں سے دلوں کا مکدر ہونا، ہزاروں من پانی کا بوجھ اٹھائے فضاؤں میں زمین و آسمان کے درمیان بادلوں کا روئی کے غالوں کی مانند بھاگتے پھرنا، کبھی پیاس سے تڑپتی مخلوق کو ترساتے ترساتے گزر جانا اور کبھی خود ہی جل تھل کر جانا۔ یہ تمام حسین مناظر دیکھ کر کہنا ہی پڑتا ہے کہ اے ہمارے مولا! اے ہمارے مالک تو نے کوئی چیز بیکار پیدا نہیں فرمائی۔

خشک سالی کی وجہ سے کھیت اور باغات اپنی شادابیاں کھو چکے ہوتے ہیں، زمین کی روئیدگی کی قوت فرط تشنگی سے دم توڑنے لگتی ہے ایسے میں رحمت باری مائل بہ کرم ہوتی ہے۔ ابر رحمت نامعلوم وادیوں سے نکل کر آسمان پر چھا جاتا ہے اور موسلا دھار بارش برسنے لگتی ہے۔ اس کے حیات بخش قطروں کی وجہ سے کائنات کی ہر چیز میں زندگی انکڑائیاں لینے لگتی ہے۔

کائنات انسانی نفس واحد سے پیدا کرنا پھر اس کے بعد حضرت انسان کی تسکین قلبی اور

راحت و آرام کے لئے اسی کی جنس سے صنف نازک تخلیق کرنا پھر ان میں میاں بیوی کا مقدس رشتہ قائم کر کے شاخ آزاد پر امیدوں کے پھول کھلانا اور اس گودوں میں خوبصورت بچوں سے آبادیاں اور رعنائیاں پیدا کرنا، اس مادر گیتی کی آبادی و شادابی کے سامان خود ہی پیدا کرنا اور انسانی زندگی کے لئے جیتے رہنے کی امنگ موجود رکھنا، فکر انسانی کو اس کی عطاؤں، عنایتوں، کرم نوازیوں اور عظمتوں کے حضور سراغندہ رہنے کے لئے کافی نہیں؟

جگہ جگہ پہاڑوں کا قائم کر دینا بھی اسی کی قدرت کاملہ کی روشن دلیل ہے۔ کس کس طرح ان کو بلند کیا، ان کو مستحکم کیا، ان میں ان گنت معدنیات کے خزانے پیدا کئے۔ کہیں کوئلہ ہے اور کہیں لوہا، کہیں سونا چاندی برآمد ہو رہا ہے۔ پہاڑوں کے سخت پتھروں اور سنگین چٹانوں سے ہزار ہا فٹ کی بلندیوں سے پانی کے ایسے چشمے جاری کرنا جن سے بڑے بڑے دریا بہہ نکلیں اور میدانی علاقوں میں لاکھوں مربع میل زمینوں کو سیراب کر دینا یقیناً اس کی کبریائی کی دلیل ہیں۔

پھولوں کی اقسام کا شمار ممکن نہیں ان میں رنگ و بو اور ذائقہ و تاثیر کا جو واضح فرق ہے وہ بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ آپ کسی بھی انداز سے قدرت کی تمام نیرنگیوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ صرف پھل کو لے لیجئے۔ ایک ہی زمین، ایک ہی موسم اور ایک ہی چشمے کے پانی سے آب پاشی ہوتی رہی لیکن اس کے باوصف ان میں یکسانیت نہیں۔ ذرا سوچیں ان میں رنگ و بو، ذائقہ و تاثیر کا تفاوت کہاں سے آیا؟۔ طبعی و ظاہری اسباب تو یکساں تھے لیکن ان جملہ طبعی عوامل کے پیچھے کوئی اور قوت بھی کار فرما ہے جس کا حکم سب پر غالب ہے۔ اسباب میں اثر بھی اسی نے رکھا ہے، اثر کا ظہور بھی اسی کی اجازت و حکم سے ہوا اور اس کا اندازہ بھی اسی نے مقرر کیا۔

تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ جتنی بھی جڑی بوٹیاں، فصلیں، پھل اور درخت اور بلیں ہیں ان سب میں کوئی نہ ہے اور کوئی مادہ۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی ہوائیں مقرر کر دی ہیں جو زر پودوں سے مادہ تولید لے کر مادہ پودوں پر ڈالتی ہیں تاکہ عمل تنقیح انجام پذیر ہو سکے۔

آپ غور فرمائیں دن کے اجالے کے بعد رات کی تاریکی کا پھیل جانا کیا اس کی قدرت کی واضح دلیل نہیں۔ اگر لیل و نہار کا یہ تسلسل نہ ہوتا تو یہ دنیا یا سائیمیر یا سے بھی زیادہ سنسان برفستان ہوتی یا چٹیل لٹق و دق صحرا ہوتی اور دونوں ماحول زندگی کی رعنائیوں سے محروم ہوتے۔

غرض معلوم ہوتا ہے کہ یہ کائنات کسی اچانک حادثے سے پیدا ہونے کا نتیجہ نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے جمال میں یہ رعنائی اور اس کے کمال میں یہ نکھار نہ ہوتا۔ آسمان سے لے کر زمین تک، سورج سے لے کر ذرے تک، دریاؤں سے لے کر ایک معمولی جڑی بوٹی تک ایسا نظم و نسق قائم ہے گویا کسی ماہر کارِ یگر نے کائنات کی بظاہر ان مختلف اور متضاد و یکبھری ہوئی چیزوں کو ایک ایسی لڑی میں پرو دیا ہے کہ کسی ایک کو چھوڑ کر دوسری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ پہاڑوں کو پیدا کرنا، ان سے گرم اور سرد پانیوں کے چشمے جاری کرنا، سورج اور دوسرے ستاروں کو اکب کو ایک خاص نسبت سے اتنی مسافت پر رکھنا اور ان سے پیدا ہونے والی حرارت و روشنی اتنی مقدار میں پہنچے جس سے زندگی نشوونما پاسکے۔ کائنات کے تنوع میں وحدت، اختلافات میں یکسانیت اور ہر چیز کا دوسری چیز سے گہرا مربوط ہونا ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے جو اس کے قادر مطلق، حکیم و دانا اور ہمہ تن ذات باری تعالیٰ ہونے کی واضح دلیل ہے۔

جب اس کی ہر تخلیق بے مثل و بے مثال ہے اور ہر چیز اپنے اندر ہزاروں ایسی رعنائیاں پنہاں رکھتی ہے کہ اس کی مثال ممکن نہیں۔ تو جب خالق کائنات نے اس کائنات کے اصل مبداء فیض کو پیدا کرنا چاہا ہوگا جو اس کی اولین پہچان ہو اور اس کے معبود ہونے کی ہی دلیل ہو کہ اس کو دیکھ کر کسی اور دلیل کی حاجت ہی نہ رہے بلکہ اس کا وجود ہی باعث تخلیق کائنات ہو۔ ستاروں کی چمک اس کے صدقے، چاند کے ہالے اس کے چہرہ انور سے بھیک لے کر روشن ہوں، باد صبا کا نرم و گداز ٹھنڈا خرام اس کی زلف معنبر کا اتارا، خوش گداز خوش لقا گلاب کی پگھڑیوں کی مہک اور ناز کی جس کے لب ہائے مرمریں کا عکس جمیل۔

جب اس ذات کو خالق ارض و سماء نے بنانا چاہا ہوگا تو کیا اس میں کوئی نقص کوئی عیب رکھا ہوگا؟ نہیں بلکہ مبداء فیض میں جو جو حسن آپ کو ودیعت کیا گیا ہوگا اس حسن میں جو خصوصی کمالات ہوں گے ان سے بھرپور آپ کو مزین کیا گیا ہوگا۔ ”ہوگا“ کے لفظ میں تشکیک کا تصور نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خالق کائنات نے اپنے محبوب کو محبوب کائنات کو ایسے محاسن سے مزین کیا اور ایسا کیا کہ لامحالہ کہنا ہی پڑتا ہے۔ لَيْسَ فِي الدَّارَيْنِ غَيْرُكَ يَا مُحَمَّدَ مُصْطَفَى ﷺ یا پھر یوں کہے بغیر نہیں بنتی۔

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ يَا سَيِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ نُورَ الْقَمَرِ
لَا يُمَكِّنُ الشَّاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ
بعد از خدا بزرگ توئی - قصہ مختصر

یا حضور ﷺ کے درباری نعت خواں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ یوں پکار اٹھتے ہیں۔

وَ أَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرْقُطْ عَيْنِي
وَ أَكْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبْرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَانَكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا نَشَاءُ

ہماری زبان، ہمارے قلم، ہمارے فہم اور ہمارے ادراک، ان کے محاسن بیان کرنے، لکھنے اور ان کی عظمت تک تصور میں لانے سے قاصر ہیں۔ ازل سے لے کر ابد تک بے حدود و زبانیں تعریف و توصیف کرتے گم ہوئیں اور ہوں گی، قلم ٹوٹے، فہم و ادراک کی رسائی تھکی ہاری اور عقول در ماندہ ہوئیں اس کے باوجود ہر زبان، ہر تنفس اور ہر مدد کی نجات اس کی تعریف و توصیف ہی میں ہے۔ اس لئے ہم اپنی اس در ماندگی کو اپنے لئے وجہ افتخار سمجھتے ہوئے اور اس بے چارگی کو وجہ نجات تصور کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

ہے ازل سے ہر زبان و ہر قلم پر ان کی نعت
اور ابھی تک نعت کے مضمون کی تمہید ہے

خالق کائنات کی تخلیقات میں اشرف المخلوقات کا تاج صرف حضرت انسان کے سر
زیب دیتا ہے۔ کروڑ ہا قسم کی مخلوقات میں اس کی ہر تخلیق عظیم ہے لیکن لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي
آدَمَ كَاسْهَرٍ صِرْف سَيِّدِنَا آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَام اور ان کی اولاد کے سر باندھا۔ اس اشرف المخلوقات
صنف میں اعلیٰ ترین شرف انسانیت کے حامل انبیاء کرام ذوی الاحترام ہیں جو عظمتیں انبیاء
اور رسولان محترم کو ملیں وہ کسی اور کونہ مل سکیں۔ ان کی سیرت، ان کی صورت، ان کا کردار
بے مثل و بے مثال، ان کی گفتگو، ان کا پیغام، ان کی تعلیمات بے مثل و بے مثال گویا
انسانیت کی لاج ان کی ذات بلکہ ان کی عظمت کی معراج یہ کہ ان کا چناؤ خود ذات باری
تعالیٰ نے فرمایا۔ **علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام۔**

یہ عظیم شخصیات جن کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب پہنچتی ہے ان جملہ برگزیدہ
شخصیات کے امام و سردار، ہمارے آقا حضور، رحمت عالم، خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ
ہیں۔ خالق ارض و سماء نے جس طرح پوری مخلوقات میں سے افضل و اشرف اور اعلیٰ
انسانوں کو تخلیق فرمایا اس طرح انسانوں میں انبیاء کرام کو چنا اور ان تمام انبیاء کرام میں سے
ہمارے کریم آقا حبیبی و مولائی ﷺ کا انتخاب فرمایا اور خوب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو جو
نعمتیں، جو جو فضائل اور جو کمالات و اعزازات اور معجزات ان جملہ انبیاء کرام کو مرحمت
فرمائے وہ جملہ اعزازات، اکرامات اور معجزات سمیٹ کر ہمارے کریم آقا ﷺ کو عطا
فرمائے بلکہ اس کے علاوہ ایسے بے شمار انعامات عطا فرمائے جو صرف آپ کے ساتھ خاص
ہیں۔ کسی اور کی وہاں تک رسائی نہیں۔

ہر نبی کو ملا معجزہ ایک ایک معجزہ بن کے آیا ہمارا نبی

زیر نظر نگارش میں میرے کریم آقا ﷺ کے چند ان کمالات کو پیش نظر رکھا گیا ہے
جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔

1۔ سب سے پہلی بات آپ کی ذات ہی تخلیق اول ہے اور اس اولیت میں کوئی آپ کا شریک نہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضور نبی رحمت ﷺ سے پوچھا کہ ہمارے آقا بتائیں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز کو تخلیق فرمایا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے جابر! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ کے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔

دوسری حدیث قدسی بھی پیش نظر رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے چاہا کہ کوئی مجھے دیکھے اور میرے دیدار سے مشرف ہو میری تعریف میں رطب اللسان ہو تو میں نے سب سے پہلے نور محمدی ﷺ کو پیدا فرمایا پھر آپ حجاب رحمت میں اپنی اس تخلیق کے بعد نہ جانے کب تک دیدار خداوندی سے مشرف ہوتے رہے اور کب تک اپنے پروردگار کی حمد و ثناء بیان فرماتے رہے۔ اس وقت کا تعین اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اس وقت ابھی وقت کی بھی تخلیق نہیں ہوئی تھی البتہ تخلیق ثانی میں سب سے بہتر مخلوق ملائکہ کے سر دار حضرت جبرائیل علیہ السلام کے متعلق ایک روایت ملتی ہے کہ ایک روز حضور رحمت عالم ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبرائیل آپ کی عمر کتنی ہے؟ انہوں نے عرض کیا میرے کریم آقا! مجھے اپنی عمر کا کوئی خاص اندازہ نہیں البتہ حجاب رحمت میں ایک ستارہ دیکھا کرتا تھا جو ستر ہزار سال بعد طلوع ہوتا تھا مجھے اس ستارے کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو وہ ستارہ کون سا تھا؟ جواب دیا نہیں تو آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے اَنَا ذَالِكُ الْكَوْكَبُ۔ یعنی وہ ستارہ میں ہی تھا۔ گویا جبرائیل علیہ السلام کی عمر اندازہ پانچ ارب چار کروڑ سال ہے جب کہ نبی رحمت حضور ﷺ کی عمر مبارک نہ جانے کتنی ہے۔ معلوم ہوا کہ مشہود اول کے شاہد اول آپ ہیں۔ معبود اول کے عابد اول آپ ہیں۔ مطلوب اول کے طالب اول آپ ہیں۔ مقصود اول کے مقصد اول آپ ہیں ﷺ۔ اس اولیت کبریٰ میں کوئی شریک، کوئی ثانی اور کوئی دوسرا آپ کے ساتھ نہیں ہے۔

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے، نقش روئے محمد بنایا گیا

پھر اسی نور سے روشنی مانگ کر، بزم کون و مکاں کو سجایا گیا

2۔ جس طرح اللہ تعالیٰ خالق اول جل جلالہ کی تخلیق حضور ﷺ ہیں اسی طرح آپ کی تخلیق اور آپ کی نبوت بھی عام انبیاء کرام کی تخلیق اور نبوت پر مقدم ہے اور عہد الست میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو تسلیم کرنے کے لئے آپ ہی نے ”الْسُّتُ بِرَبِّكُمْ“ کے جواب میں ”بلی“ کہا اور یہ حق بھی صرف آپ کا بننا تھا کہ بلی بھی سب سے پہلے آپ ہی عرض کرتے۔

حضرت بہل بن صالح ہمدانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابو جعفر بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کرام سے مقدم کیسے ہو گئے جب کہ آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے تمام نسل انسانی کو پیدا فرمایا تو اللہ جل مجدہ الکریم نے سب سے گواہی لی اور پوچھا اَلْسُّتُ بِرَبِّكُمْ۔ یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو سب سے پہلے اس سوال کا جواب اثبات میں ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہی دیا اور سب سے پہلے آپ ہی کی زبان سے ”بلی“ نکلا۔ یعنی ہاں پروردگار آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ اس لئے آپ تمام انبیاء کرام پر مقدم ہوئے اگرچہ بعثت سب سے آخر میں ہوئی۔

3۔ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام سے آپ پر ایمان لانے، آپ کی تائید و نصرت کرنے کا

عہد لیا گیا۔

قرآن پاک کی سورہ آل عمران کی آیت مبارکہ 81 شاہد ہے۔ وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ ۗ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذٰلِكُمْ إِصْرِي ۗ قَالُوا أَقْرَرْنَا ۗ قَالَ فَاشْهَدُوا ۗ وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿٨١﴾۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء کرام سے عہد و ميثاق لیا کہ جب آپ منصب نبوت پر فائز ہو چکے ہوں، دنیا آپ کا کلمہ پڑھ رہی ہو،

آپ کے امتی آپ کو اپنا مقتدی تسلیم کر چکے ہوں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب و کتابت آپ پر نازل ہو چکی ہو ایسے میں میرے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائیں تو تمہیں ضرور بالضرور ان کی رسالت اور نبوت پر ایمان لانا ہوگا، ان کی مدد کرنا ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمانے کے بعد ان سے پوچھا اے گروہ انبیاء کرام! بتاؤ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور تم ایسا کرو گے تو سب نے بیک زبان کہا اَقْرَدْنَا۔ جی ہم سب اقرار کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تم آپس میں ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں تم پر گواہ ہوتا ہوں اور یہ بھی سن لو اب جو بھی اس عہد سے پھر گیا وہ نافرمانوں میں تصور کیا جائے گا۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی نبوت عاملہ اور شاملہ ہے اور آپ کی شریعت میں سابقہ تمام شریعتیں مدغم ہیں۔ اس بیان سے آپ کے ارشاد ”بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً“ کا صحیح مفہوم بھی نکھر کر سامنے آجاتا ہے۔ اس ارشاد سے یہ مطلب سمجھنا کہ آپ کی نبوت آپ کے زمانے سے قیامت تک کیلئے ہے صحیح نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی نبوت کا زمانہ اتنا وسیع ہے کہ آدم علیہ السلام کی نبوت سے بھی پہلے شروع ہوتا ہے جیسا کہ آپ کی حدیث مبارکہ میں ہے کہ ”كُنْتُ نَبِيًّا وَادَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ“ یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

تمام محشر میں آپ کا پیش قدمی فرمانا اور تمام اولاد آدم کا آپ کے جھنڈے اور لواء رحمت کے نیچے جمع ہونا اور شب معراج اور بیت المقدس میں تمام انبیاء کرام کی امامت کرانا حضور ﷺ کی انہی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے ایسے آثار میں سے ہیں جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں۔

یہ میثاق ایسا ہے جیسا خلفاء سے بیعت لی جاتی ہے ممکن ہے کہ خلفاء سے بیعت کا طریقہ بھی اسی آیت مبارکہ سے ماخوذ ہو۔ ذرا میرے کریم آقا رحمت عالم ﷺ کی شان عظمت کا اندازہ کیجئے آپ تمام انبیاء کرام کے نبی ہیں چنانچہ روز قیامت تمام کائنات کے

انسانوں کے ساتھ انبیاء کرام اور رسولان معظم علیہم السلام بھی آپ کے چھنڈے کے نیچے ہوں گے اور شب معراج میں بھی تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اگر آپ حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے زمانے میں تشریف لاتے تو ان جملہ انبیاء کرام پر آپ ﷺ پر ایمان لانا آپ کی اتباع کرنا اور آپ کی مدد و نصرت کرنا اسی طرح ضروری ہوتا جیسے ہم پر ضروری ہے اور ان کی امتوں پر بھی ہماری طرح آپ پر ایمان لانا ضروری ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء کرام سے عہد و میثاق لیا اسی لئے تمام انبیاء کرام کے لئے آپ کی نبوت و رسالت کو تسلیم کرنا لازمی ہے اگرچہ ان انبیاء کرام اور آپ کی ذات پاک کا زمانہ ایک نہ رہا مگر آپ کے آخری زمانے میں اس وصفی اقتضاء میں کوئی کمی نہیں آتی۔

4۔ یہ خصوصیت بھی صرف ہمارے کریم آقا ﷺ کے حصہ میں آئی کہ آپ کا اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے مبارک و مسعود نام کے ساتھ ساق عرش پر لکھا ہوا ہے۔

حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام سے فرمایا کہ اے میرے بیٹے تم میرے بعد خلیفہ ہو تم تقویٰ اختیار کرو اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو اس کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا نام ضرور لو کیونکہ میں نے ان کا نام عرش کے پائے پر لکھا دیکھا تھا۔ جب میں روح اور مٹی کی درمیانی حالت میں تھا پھر میں نے تمام آسمانوں کا چکر لگایا تو میں نے آسمانوں پر کوئی ایسی جگہ نہیں دیکھی جہاں حضرت محمد ﷺ کا نام نہ لکھا ہوا ہو۔ میرے رب نے مجھے جنت میں رکھا تو میں نے جنت میں کوئی محل اور کوئی دریچہ ایسا نہیں دیکھا جس پر محمد ﷺ نہ لکھا ہو۔ میں نے نام محمد ﷺ حوروں کے سینوں پر، فرشتوں کی آنکھوں کی پتلیوں پر، طوبیٰ کے پتوں پر اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر لکھا دیکھا ہے تم بھی ان کا ذکر کثرت سے کرو کیونکہ فرشتے بھی کثرت سے انہیں کا ذکر کرتے ہیں۔

میرے کریم آقا ﷺ کی شان و عظمت کی بہار دیکھنی ہو تو وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۱﴾

(اشراح) کی ایک جھلک اس بیان کردہ روایت میں دیکھیں۔ ذرا چشم تصور سے جنت میں گھوم پھر کر دیکھیں آپ جدھر بھی دیکھیں حسن مصطفیٰ ﷺ ہی کی جھلک نظر آئے گی۔

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے

☆☆☆

یہ کیفیت بھی بارہا مجھ پر گزر گئی
تھا جلوہ حضور ﷺ جہاں تک نظر گئی

☆☆☆

حمد محمودے کہ در جملہ صور
شد بہ انوار محمد ﷺ جلوہ گر

5۔ آپ کی بے شمار خصوصیات میں سے اس خصوصیت میں بھی آپ کا کوئی شریک نہیں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں بھی آسمانوں پر آپ کا اسم گرامی اذانوں میں گونجتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام ہند میں اترے تو (اس سے ہندوستان کا ایک جزیرہ سراندیپ مراد ہے جہاں آپ کا نقش قدم ایک پہاڑ پر آج بھی موجود ہے اور مرجع خلائق ہے) تو آپ کو (تنہائی میں) اکتاہٹ سی محسوس ہوئی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے اذان دی اللہ اکبر اللہ اکبر۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلهَ اِلَّا اللهُ، دو مرتبہ۔ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ، دو مرتبہ کہا تو حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے پوچھا یہ محمد ﷺ کون ہیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ آپ کی اولاد میں سب سے آخری نبی ﷺ ہیں۔

وہ جن کا ذکر ہوتا ہے زمینوں آسمانوں میں
نمازی کی دعاؤں میں مؤذن کی اذانوں میں

6۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی اور تذکرہ مبارک تورات، انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں میں موجود تھا۔ آپ کی یہ شان اور یہ مرتبہ کسی اور کے حصے میں نہیں آیا۔

ابن عساکر "تاریخ دمشق" میں حضرت محمد بن حمزہ رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی آخر الزماں ﷺ کی بعثت کے بارے میں سنا تو وہ آپ سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کو دیکھ کر فرمایا تم سرزمین یثرب کے مالک ہو، ابن سلام ہو۔ میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ کیا تورات میں میرا کوئی تذکرہ موجود ہے تو ابن سلام بولے پہلے آپ ﷺ اپنے بارے میں بتائیں۔ یہ سن کر آپ پر ایک کپکپی سی طاری ہوئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ اللَّهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

(اخلاص) یہ آیات مبارکہ سن کر حضرت ابن سلام رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں گواہی دیتا ہوں آپ اللہ کے رسول ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے دین کو تمام ادیان پر غالب فرمائے گا۔ تورات میں آپ کا وصف مبارک اسی طرح مذکور ہے۔

7۔ چند ایسے اوصاف حمیدہ جو حضور سرور انس و جاں ﷺ نے خصوصاً دیگر انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے بتائے یعنی چند ایسے خواص جن کے حامل ہونے کا اعلان آپ نے خود فرمایا۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ نے ان کی باتیں سنیں۔

ایک صحابی کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل یا دوست بنایا، دوسرے صحابی فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گفتگو فرمائی، تیسرے بولے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں، چوتھے صاحب

نے بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سب باتیں سن کر فرمایا میں نے تمہاری باتیں سنیں ہیں اور تمہارے اس تعجب کو محسوس کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں اور حقیقت میں وہ ایسے ہی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا اور واقعہ کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعہ اللہ کی روح ہیں اور اس میں کوئی شک بھی نہیں، حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں اور وہ واقعی ایسے ہی ہیں۔ لیکن سنو! میں اللہ تعالیٰ کا حبیب ہوں اور یہ بات کسی فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا، قیامت کے روز ”لو ائے حمد“ یعنی حمد کا پرچم میرے ہاتھ میں ہوگا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر جملہ انبیاء کرام ہوں گے اور مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، میں قیامت کے دن پہلا شفاعت کرنے والا ہوں گا، پہلا کامیاب شفاعت کرنے والا شافع میں ہوں گا اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے اور میں پہلا شخص ہوں گا جو جنت کے دروازے کو حرکت دے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو میرے لئے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا، میرے ساتھ ایماندار فقراء ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام انسانوں میں سب سے زیادہ معزز، افضل اور اکرم ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔ (الترمذی، الدارمی، مشکوٰۃ)

یہ وہ فضائل ہیں جو حضور رحمت عالم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود ہیں اور آپ ہی کا فرمان ہے کہ یہ کسی اور میں موجود نہیں اور اس میں کمال یہ ہے کہ یہ صفات بیان کرتے ہوئے دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے تقابل بھی ہے۔ دیگر انبیاء کرام سے زیادہ اپنی شان فضیلت بھی بیان ہو رہی ہے لیکن ہر اعزاز کے ذکر کے ساتھ اس بات کا اعلان بھی ہے کہ کوئی فخر کی بات نہیں۔

سبحان اللہ کیا عجز و انکساری ہے۔ منزل عروج کی یہ انتہا؟ پھر اس پر یہ عجز و انکسار؟ یہ بھی ایک خاص شان و عظمت مصطفیٰ ﷺ ہے۔

8۔ چند مزید ایسی خصوصیات جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیگر جملہ انبیاء کرام پر

فضیلت و عظمت بخشی ہے اور دوسرے نبی آپ کے ساتھ ان خصوصیات میں شریک نہیں۔
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے
 اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرام پر چھ باتوں میں فضیلت عطا فرمائی ہے یعنی یہ چھ خصوصیات
 ایسی ہیں جو دیگر انبیاء و رسل کے حصہ میں نہیں آئیں۔
 جملہ احادیث جو اس سلسلہ میں صحیح مسلم شریف، صحیح بخاری شریف میں آئی ہیں ان کو جمع
 کیا جائے تو یہ آٹھ خصوصیات بنتی ہیں۔

- ۱۔ نصرت بالرعب
 - ۲۔ روئے زمین کا مسجد و طہور ہونا
 - ۳۔ غنائم کا حلال ہونا
 - ۴۔ منصب شفاعت پر فائز ہونا
 - ۵۔ تمام کائنات کے لئے مبعوث ہونا
 - ۶۔ عطیہ جوامع الکلم
 - ۷۔ ختم نبوت
 - ۸۔ روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا ہونا
- ان آٹھ خصوصیات میں سے ہر ایک کے حوالے سے مختصر گفتگو۔

نصرت بالرعب

ہجرت مدینہ منورہ سے تین روز پہلے مکہ مکرمہ کے بڑے بڑے رئیسوں نے بہادر
 دشمنوں کی ایک فوج تیار کر لی۔ ان بہادر جیالوں نے ننگی تلواروں کے ساتھ حضور نبی رحمت
 ﷺ کے گھر کا مکمل محاصرہ کر لیا ہے لیکن ان میں ہر ایک کے دل میں اس قدر رعب و
 دبدبہ چھایا ہوا ہے کہ کسی کو اس چھوٹے سے مکان کے کواڑ توڑ کر اندر داخل ہونے کی جرأت
 نہیں ہوتی وہ ساری رات باہر کھڑے انتظار میں ہیں کہ حضور ﷺ باہر نکلیں اور آپ پر بہ
 یکبار حملہ آور ہو جائیں۔ حضور ﷺ تنہا باہر نکلتے ہیں اور شاہت الوجوہ لا یُصرون
 کہہ کر انہیں غصہ دلاتے ہیں۔ مٹھی بھر مٹی ان کے سروں پر ڈالتے ہیں اور یہ خاک ان تمام
 کے سروں اور آنکھوں میں پڑتی ہے اس کے باوجود کسی میں ہمت نہیں پڑتی کہ آپ پر حملہ
 آور ہو اور آپ کے چہرہ تاباں کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ بھی لے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے نصرت بالرعب کی مثالیں اس زمانہ میں بڑی بڑی سلطنتوں

کے حالات سے ظاہر ہیں۔ سلطنت ایران کے قبضہ سے یمن نکل جاتا ہے اور سلطنت یمن بغیر جنگ و جدل کے ایمان قبول کر لیتی ہے۔ سلطنت ایران اس دور کی سپر پاور ہونے کے باوصف اس کی طرف منہ نہیں کرتی اس کی وجہ صرف حجاز مقدس کے اس عظیم بوریہ نشین ﷺ کا رعب و دبدبہ ہے جو اس کے ذہن پر مسلط ہے۔

سلطنت روم بھی اس وقت عظیم طاقتوں میں شمار ہوتی تھی۔ شمالی عرب اس کے قبضے سے نکل کر اہل ایمان کے دامن میں آ جاتا ہے۔ روم کے شہنشاہ اور سلاطین فوجوں کو جمع بھی کر لیتے ہیں، حملہ آوری کے احکامات بھی جاری کر دیئے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود مدینہ منورہ سے ایک مہینہ کی راہ سے دور یروشلم میں بیٹھے ان کے دل میں عرب کے تاجدار ﷺ کا رعب اتنا طاری ہے کہ سرحد تبوک تک سرکارِ دو عالم ﷺ پہنچتے ہیں اور وہ ایک لاکھ کی فوج کو تیس ہزار مسلمان مجاہدین کے مقابلے میں لانے سے گھبرا کر راہ فرار اختیار کر جاتے ہیں۔

ذوالکلاح حمیری اپنے گھر میں بیٹھا پندرہ ہزار غلاموں سے سجدہ کرواتا ہے اور ان کا معبود بنا بیٹھا ہے۔ لیکن مسجد نبوی کی ٹوٹی چٹائی پر بیٹھ کر عبدہ و رسولہ کی مسند بچھا کر دنیا کے فرعونوں کو سر جھکانے پر مجبور کرنے والے کی دہشت کا یہ عالم ہے کہ وہی ذوالکلاح اپنے گھر بیٹھے معبود بننے کے باوجود مغلوب ہو کر بیٹھا نظر آتا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کا ایک جملہ کتنی صداقت پر مبنی ہے۔ آپ نبی رحمت ﷺ کی اس صفت کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔ مَنْ رَأَاهُ بَدِيهَةً هَابَةً۔ یعنی جو شخص آپ کو اچانک اور یکا یک دیکھ لیتا اس پر دہشت طاری ہو جاتی تھی اور وہ چند لمحات کے لئے مبہوت ہو جاتا۔

روئے زمین کا مسجد اور طہور ہونا

دنیا کے چار بڑے مذاہب میں یہود اپنے کنیسہ میں عبادت کرنے پر مجبور ہیں اور عیسائی اپنے گرجا یعنی کلیسا سے باہر نماز نہیں پڑھ سکتے۔ مجوسی آتش پرست بھی آتش کدہ سے

باہر عبادت میں مصروف نہیں رہ سکتے اور یہی حال ہنود کا تھا اور ہے کہ وہ بھی اپنے مندروں سے باہر اپنے معبود کے حضور حاضری نہیں دے سکتے۔

الحمد لله! مسلمانوں کی نماز اور دیگر عبادات نہ محراب کی محتاج ہیں نہ مسجد کی، ان کا گرمایا ہوا دل اور روشن کی ہوئی آنکھیں کسی مخصوص مقام کی محتاج نہیں۔ یہ **يَذُكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ**..... (آل عمران: 191) کی کیفیت کے مالک ہیں۔ یہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے جہاں کہیں ہوں اپنے مالک کے ذکر سے غافل نہیں رہتے۔ ہمہ وقت اس کی یاد میں مصروف رہتے ہیں۔ اس خالق و مالک، محسن و مربی اور بلا وجہ عنایات کریمانہ کی نوازشوں کا مینہ برسانے والے کی محبت سے سرشار ہو کر جہاں کہیں بھی سر جھکانے کو جی چاہا سر بسجود ہو گئے۔

زنہار کہ بیروں روم از سجدہ گہہ خویش

آنجا کہ خدا ہست مرا سجدہ روا است

یعنی میں اپنی سجدہ گاہ سے باہر نکل جاؤں ممکن ہی نہیں جہاں کہیں میرا خدا موجود ہے اسی جگہ سجدہ کرنا میرے لئے جائز ہے اور میں اس کے حضور سجدہ کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ یقیناً اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی امت کے لئے ساری زمین کو سجدہ گاہ بنا دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ **جُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا**۔ یعنی میرے لئے روئے زمین کو مسجد اور طہور بنا دیا گیا ہے۔ طہور سے مراد وضو ہے۔ چند اعضاء جسمانی کا دھونا وضو کہلاتا ہے اور یہ نماز کے لئے شرط ہے اگر ان میں سے کوئی عضو خشک رہ جائے تو وضو نہ ہوگا اور یہ وضو صرف پانی سے جائز ہے کسی اور مشروب سے وضو جائز نہیں۔ یہ تصور ہو سکتا تھا کہ اگر شرط نہ پائی جائے تو مشروط خود بخود مفقود ہو جائے یعنی اگر پانی نہ ملے وضو نہ ہو اور اگر وضو نہیں اور جہاں جہاں پانی میسر نہ ہو وہاں وہاں نماز بھی فرض نہ ہو، نہیں ایسا نہیں ہوا۔ کیوں؟

اس لئے کہ کیا نماز ان لوگوں کے لئے معاف ہو جاتی ہے جو گھاس کے ایک پتے میں

جلوہ یا روکھ دیکھ کر سر بسجود ہونے کو ترپتے ہیں جو درختوں کی شاخوں، پھولوں کی کلیوں، فضاؤں میں بکھری کھشایوں، دریاؤں کی روانیوں، ^{تھکھیلیاتی} لہروں، سمندروں کی گہرائیوں کی غوطہ خوریوں میں، مٹی کے رنگوں اور اس کی تاثیروں میں، ہواؤں کی سبک خرامیوں اور بادِ موسم کے تھپسروں میں اس کے حسین جلوؤں کی تابانیوں سے اس کی ذات میں گم ہو جاتے ہیں۔ پھر پکاراٹھتے ہیں۔ رَبِّتَنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا (آل عمران: 191) پھر اس کی عظمتوں، شانوں، رحمتوں، کرامات و فضائل کے حضور سر نیاز اسی جگہ جھکانے پر مجبور ہو جاتے ہیں اگر ان کو پانی میسر نہ آئے تو وہ نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہو جائیں نہیں دینِ فطرت میں ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔

ضروری تھا کہ ان کے لئے طہور و پاکیزگی اور وضو کا کوئی اور طریقہ ہوتا جس محبوب ﷺ نے اپنے غلاموں کو ایسے وحدہ لا شریک کا پتہ دیا جو ہمہ جہت، ہمہ وقت، ہمہ دم ان کے ساتھ ہے ان کے لئے یہ بھی لازم تھا کہ اس کے حضور پیش ہونے کے لئے ہمہ وقت و ہمہ دم حاضری سے محروم نہ رکھا جاتا۔ پانی تو دنیا کے بے شمار خطوں میں موجود نہیں۔ سینکڑوں فٹ گہرائیوں میں بھی پانی نہیں ملتا تو کیا ہوتا۔

انسان مٹی سے بنا ہے۔ مٹی ہی اس کی اصل ہے۔ مٹی ہی میں دفن ہوگا۔ ساری مخلوقات کا گہوارہ بھی مٹی ہے اور مٹی ہی سے ساری کائنات خوراک حاصل کرتی ہے اور رُوئی جاندار مکلف ایسا نہیں جہاں رہتا ہو وہاں مٹی نہ ہو۔ لہذا اس ذات نے اپنے محبوب ﷺ کے غلاموں کو اپنے حضور سجدہ ریزی کی لذتوں سے محروم نہ رکھنے کے لئے مٹی کو پاک و طہور بنا دیا۔

ہندوؤں کی ایک عبادت کا نام ”سندھیا“ ہے جو صبح، دوپہر اور شام کے وقت ادا کرتے ہیں اس عبادت میں ان کی ایک رسم کا نام ہوم یا ہون ہے۔ جس عبادت کی ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ ۳۰ چیزیں ضروری شامل ہوں ان ۳۰ اشیاء میں ایک گھی بھی ہے۔ گھی کے سولہ چمچ آگ میں ڈالنے ضروری ہیں اور ایک چمچ ۶ ماشہ کا ہونا ضروری ہے۔ (ستیا رتھ پرکاش) سندھیا کے لئے ہون کی شرط میں ۳۰ چیزوں کی موجودگی کی شرط نے ہندو قوم کو

سندھیا سے محروم کر دیا جیسے کہتے ہیں ”نہ نومن تیل ہو اور نہ رادھانا چے“۔

لیکن مٹی کہاں نہیں مل سکتی اگر کسی جگہ پانی میسر نہیں تو مٹی ضرور مل جائے گی اور عام ملتی ہے۔ مفت میں۔ ہنگ لگے نہ پھٹکوی رنگ بھی چوکھا آئے۔ خاک آلود ہاتھوں کا چہرے اور ہاتھوں پر مل لینا انتہائی عجز و انکسار کی علامت ہے جس نے ایک ایماندار کو مٹی کے طہور سے سرشار کر دیا۔

الحمد لله، الله تعالى کے محبوب ﷺ کی اس خصوصیت کبریٰ نے تمام روئے زمین کے انسانوں کے لئے مٹی کو پاک کر کے اس کے حضور حاضر ہونے کی نعمت سے محروم نہیں ہونے دیا۔

حلت غنائم

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا۔ اِحْلَتْ لِي الْغَنَائِمُ۔ یعنی میرے لئے مال غنیمت حلال کر دیا گیا ہے۔

سورۃ حشر کی آیات مبارکہ ۸ تا ۱۰ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان، مہاجر و انصار اور ان کے بعد میں آنے والوں کے لئے مال غنیمت کو حلال قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ
يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ وَالَّذِينَ تَبَوَّأُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ
قَبْلِهِمْ يُجِبُونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ
حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ
وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَالَّذِينَ جَاءُوا
مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا
بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ
رَءُوفٌ رَحِيمٌ

”نیز وہ مال ان غریب مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے محروم کر دیئے گئے اور گھروں سے نکال دیئے گئے تھے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی حمایت پر کمر بستہ ہیں۔ یہی لوگ راست باز ہیں اور وہ مال ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ لوگ ان مہاجرین سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں جو کچھ بھی ان کو دیا جائے وہ اس کی حاجت اور ضرورت اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ حقیقت یہی ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچائے گئے وہی فلاح اور کامیابی پانے والے ہیں اور وہ مال ان لوگوں کے لئے بھی ہے جو ان پہلوں اور اگلوں کے بعد آئے ہیں جو کہتے ہیں ”اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان سب بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ہمارے دلوں میں ان کے لئے کوئی بغض نہ رکھ۔ اے ہمارے رب تو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔“

سورۃ احزاب کی آیت ۲۷، ۲۸ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

وَأَوْرَثَكُمْ أَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضًا لَمْ تَطَّوُّهَا ۗ
 كَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴿٢٧﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَ أَرْسَلْنَاكَ
 إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۚ وَمَنِ اتَّبَعْتُمْ يُضِلُّوا سُبُلًا ۚ
 سَتَرْنَا عَنْ سَرَائِرِهَا جَنَّاتٍ ۖ

”پھر اہل کتاب میں جن لوگوں نے ان حملہ آوروں کا ساتھ دیا ان کے قلعوں سے انہیں اتار لایا اور ان کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ آج ان میں سے ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے گروہ کو تم قید کر رہے ہو۔ اس نے

تم کو ان کی زمین، ان کے گھروں اور ان کے اموال کا وارث بنا دیا ہے اور ان کا علاقہ بھی تمہیں دے دیا ہے جسے تم نے کبھی پامال نہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

سورہ احزاب کی ان آیات میں غزوہ خندق کے بعد کافروں کے ساتھ مل جانے والے اور مسلمانوں سے معاہدہ توڑ کر ان کے ساتھ حملہ آوروں میں شامل ہو جانے پر یہود و نصاریٰ پر جو قیامت گزری اس کا ادنیٰ اشارہ ہے۔ تفصیلات میں جائے بغیر اتنا کافی ہے کہ بنو خزرج کو ان کی معاہدہ شکنی کی سزا خود ان کے اپنے مقرر کردہ اور ثالث تسلیم کردہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر پہنچی۔ جب انہوں نے ان کے متعلق فرمایا ”میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے بالغوں کو قتل کر دیا جائے ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کے مال اور جائیدادیں مہاجرین و انصار میں تقسیم کر دی جائیں“ تو حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔

سعد! لَقَدْ حَكَمْتَ فِيهِمْ بِحُكْمِ اللَّهِ مِنْ فَوْقِ سَبْعَةِ أَرْقَعَةٍ۔ کہ تو نے وہی فیصلہ کیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر ان کے لئے فیصلہ مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ ان کی غداری، عہد شکنی اور دشمن کے ساتھ ساز باز کرنے پر قتل کر دیا گیا۔ مال و اسباب اور غنیمت کے مال پر قبضہ کر لیا گیا جس کی تفصیل مختصر یہ ہے کہ اسلحہ کا ایک وسیع انبار تھا جو انہوں نے عقب سے مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنے کے لئے جمع کیا ہوا تھا اس میں پندرہ سو تلواریں، دو ہزار نیزے، پانچ سو ڈھالیں اور دوسرا اسلحہ بھی تھا۔ کثیر تعداد مویشی اور اونٹ بھی تھے۔ شراب کے مشکوں کا کوئی حساب ہی نہ تھا وہ سب کے سب انڈیل دئے گئے اور ساز و سامان پر قبضہ کر کے مہاجرین و انصار میں بانٹ دیا گیا۔ ان کے گھروں، کھیتوں اور دیگر تمام املاک پر بھی قبضہ کر لیا گیا۔

ان تفصیلات میں جانا ہمارا موضوع نہیں۔ یہ صرف ایک جھلک دکھانا مقصود تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کی شریعت میں فتوحات سے حاصل کردہ مال میں جس قدر غنیمت حاصل ہوتی اس سب کا جلا دینا فرض ہوتا تھا۔ ان کے

جانوروں، ان کے کھیتوں اور ان کے گھروں کو آگ لگا دی جاتی تھی اس کا تذکرہ تورات میں موجود ہے۔

مسلمانوں کو سب سے پہلے جو مال غنیمت موصول ہوا وہ غزوہ بدر میں ملا تھا۔ حضور ﷺ نے وہ سارا مال جمع کیا۔ مہاجرین و انصار میں اس کو تقسیم بھی کیا لیکن کچھ ایسے احباب تھے جو سابقہ شرائع کے مطابق اس مال غنیمت کو بطیب خاطر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھے یا دلوں میں اس کے لینے پر بوجھ محسوس کرتے تھے تو اللہ نے فَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ حَلَالًا طَيِّبًا (الانفال: 69) فرما کر ان کے دلوں کو تسلی عطا فرمائی اور پھر اس مال غنیمت کو امت مسلمہ کیلئے چند شرائط و چند مسائل کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حلال قرار دیتے ہوئے حضور نبی رحمت ﷺ کی خصوصیت کبریٰ عطا فرمائی جو پہلوں کے لئے نہیں تھی۔

عطاء منصب شفاعت

حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ و اعطيت الشفاعة۔ یعنی مجھے شفاعت کا حق عطا فرمایا گیا ہے۔ اگرچہ اس سے پہلے مذاہب میں شفاعت کرنے کا تصور موجود تھا لیکن حضور شفیع المذنبین ﷺ کے ارشاد سے محسوس ہوتا ہے کہ سابقہ امم میں شفاعت کا تصور ان کا اپنا پیدا کردہ تھا اس لئے ان میں شفاعت کے غلط عقیدہ کی بہتات ہے اگر یہ شفاعت کا تصور پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا گیا ہوتا تو حضور نبی کریم ﷺ اپنی خصوصیات میں اس کو شامل نہ فرماتے اور اللہ تعالیٰ کافروں، یہودیوں، عیسائیوں کے اپنے پیدا کردہ عقائد شفاعت کا بڑی شد و مد کے ساتھ رد نہ فرماتا۔ شفاعت اخروی کے حق میں جتنی بھی تردید آتی ہے وہ سب ان کے غلط عقائد سے پیدا کردہ خیالات کی تردید ہے۔

شفاعت کبریٰ کے لئے دو شرائط

(الف)۔ سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ اس شفاعت کے لئے اذن الہی شرط ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں آیہ الکرسی میں موجود ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (البقرہ: 255) یعنی کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر ان کے حضور شفاعت کر سکے۔

(ب)۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی میں جو بات کرے وہ ٹھیک ٹھیک کرے۔ جس کا ذکر سورہ النبأ کی آیہ مبارکہ نمبر ۳۸ میں ہے۔ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ یعنی کوئی اس کے حضور بات نہ کر سکے گا مگر جس کو رحمان اجازت عطا فرمادے اور وہ شخص ٹھیک بات کرے۔

اب ان اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم حضور خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی شفاعت کبریٰ پر گفتگو کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

جہاں تک اذن الہی کا تعلق ہے تو وہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ واعطیت الشفاعۃ۔ یعنی مجھے شفاعت کرنے کا درجہ عطا فرما دیا گیا ہے اگر سابقہ عطا کردہ خصوصی انعامات پر بلا روکدہ ہم ایمان لانے پر مجبور ہیں تو حضور ﷺ کی اس صفت شفاعت کبریٰ کا انکار کر کے ہم شفاعت سے کیوں محروم رہیں۔ اس حقیقت کی وضاحت کے لئے وہ مفصل حدیث مبارکہ ہم پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں۔

جو دل میں قد نہیں ہے جو نیت بد نہیں ہے

ان کے کرم کی حد نہ پوچھو ان کے کرم کی حد نہیں ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ تمام کائنات کے انسانوں کو قیامت کے دن اکٹھا فرمائے گا تب ان کے دل میں یہ بات ڈال دے گا کہ ہم اگر اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی کو شفاعت کے لئے پیش کریں تو بہتر ہوگا تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مجموعی عذاب سے نجات عطا فرمادے۔ یہ سوچ کر سب لوگ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام اپنے ابا جان کے پاس حاضر ہوں گے اور شفاعت کے لئے درخواست کریں گے اور کہیں گے کہ آپ ابو البشر ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا ہے آپ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے آپ کو جنت میں ٹھہرایا، فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا، تمام اسماء کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو تعلیم دی لہذا آپ ہمارے لئے شفاعت فرمائیں تا کہ اللہ تعالیٰ ہم کو روزِ حشر کی اس تکلیف سے نجات عطا فرمادے۔ وہ کہیں گے میں نہیں کر

سکتا۔ اِذْهَبُوا اِلَىٰ غَيْرِي۔ جاؤ میرے سوا کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ ساری دنیا پھر حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئے گی کہ وہ پہلے رسول ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی حضرت آدم علیہ السلام کی طرح اپنی خطا کا تذکرہ کریں گے اور شفاعت و سفارش کرنے سے معذرت کرتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا راستہ بتائیں گے۔ ساری دنیا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگی جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا وہ بھی کہیں گے نہیں میں شفاعت نہیں کر سکتا۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ ساری کائنات حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوگی اور شفاعت و سفارش کے لئے درخواست کرے گی اور کہے گی اللہ تعالیٰ نے آپ کو کلیم بنایا ہے تو راتہ بخشی ہے وہ بھی کہیں گے نہیں میں نہیں کر سکتا تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے روح قرار دیا ہے ان کے پاس چلے جاؤ۔ جب دنیا ان کے پاس آ کر شفاعت کی درخواست کرے گی تو وہ بھی معذرت کرتے ہوئے کہیں گے میں تو ایسا نہیں کر سکتا البتہ تم سب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے جاؤ وہ تمہاری شفاعت کریں گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں جن کا اگلا پچھلا سب کچھ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تب سارے لوگ جمع ہو کر میرے پاس آئیں گے میں اپنے خالق و مالک سے اذن حاصل کروں گا۔ جب مجھے اذن مل جائے گا تو میں اپنا سر سجدہ میں رکھوں گا پھر اللہ تعالیٰ خود ہی مجھے دعا سکھائے گا جو کچھ وہ چاہے گا وہ میری زبان سے کہلائے گا۔ میرا سجدہ طویل ہو جائے گا۔ مخلوق خدا انتظار میں ہوگی اور اللہ تعالیٰ مجھے ارشاد فرمائے گا کہ یا محمد اِرْفَعْ رَأْسَكَ یعنی اے محمد ﷺ اپنا سر سجدے سے اٹھائیے۔ قُلْ تُسْمِعُ اَبْ جُو كِهِيں گے سنا جائے گا سَلْ تُعْطَعْ جُو كِهِيں گے دیا جائے گا اِشْفَعْ تُشْفَعْ شَفَاعَتِ كَيْجِيں گے آپ کی شفاعت و سفارش قبول کی جائے گی۔

حضور نبی آخر الزماں ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں سجدے سے سر اٹھاؤں گا جو تمہیں وہیل وہیل مجھے سکھائے گا میں کروں گا پھر میں ان سب کی سفارش کروں گا پھر میرے لئے

حد مقرر کر دی جائے گی کہ میں اتنے لوگوں کو آگ سے نکالوں اور جنت میں داخل کروں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تیسری چوتھی دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کہہ دوں گا کہ اے میرے رب! اب جہنم میں صرف وہ رہ گیا ہے جس کو قرآن نے روک رکھا ہے یعنی وہی جن پر جہنم میں رہنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ پھر آپ نے یہ آیہ مبارکہ تلاوت فرمائی عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْوَدًا ﴿۱۰﴾ (الاسراء) یعنی جس مقام محمود کا اللہ تعالیٰ نے آپ سے وعدہ کیا ہے وہ یہی ہے۔ حضرت بیکل وارثی فرماتے ہیں۔

ہر نظر کانپ اٹھے گی محشر کے دن خوف سے ہر کلیجہ دہل جائے گا

اوڑھ کر کالی کملی وہ آجائیں گے حشر کا سارا نقشہ بدل جائے گا

بہت دیر گزری ہے کہ میں راقم الحروف خواب دیکھ رہا ہوں کہ میرے پیر و مرشد ہادی و رہبر آقائی و مولائی حضرت ابوالمحقق شیخ القرآن پیر محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی گولڑوی وزیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ ایک جلسہ عام سے خطاب فرمانے والے ہیں مجھے ارشاد فرماتے ہیں عبدالحق اٹھو ایک نعت سناؤ آپ کے سامنے جو نعت میں نے پڑھی یہ خواب ہی میں لکھی گئی تھی اس لئے کہ میں نے اس سے پہلے کہیں نہیں پڑھی اور نہ بعد میں کہیں یہ نعت میری نظر سے گزری ہے۔

میں جو محشر میں بھٹکا ہوا پھر رہا
ایسے میں مجھ کو آئے نظر مصطفیٰ
خود ہی بولے او جھلے کہاں تو رہا
ہم تو بادہ کوثر لٹا ہیں رہے
انبیاء اولیاء بھی واں دیکھے کھڑے
کچھ گنہگار بھی سر جھکائے کھڑے

رب اکبر کے محبوب بڑے عجز سے
 اک ہمارے لئے سر جھکا ہیں رہے
 ارفع راس کی آئی ندا میں سنی
 بخش دیئے میں نے جو ہیں تیرے امتی
 پھر تشکر کے آنسو جو رخ پر گرے
 حسن جنت بھی اس پہ لٹا ہیں رہے

یہ اذن الہی رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق صرف حضور نبی کریم ﷺ تک ہی محدود نہ رہے گا بلکہ حضور نبی کریم ﷺ کی یہ خصوصیت کبریٰ جس سے دیگر انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے اولیاء محروم تھے وہ حضور نبی رحمت ﷺ کے صلحاء و اولیاء کے ساتھ ساتھ قرآن کی شفاعت، رمضان المبارک کی شفاعت، کُلُّ اُنَّاسٍ يَدْعُوْا بِاِمَامِهِمْ یعنی ہر شخص اپنے امام کے نام پر پکارا جائے گا اس امام کی شناخت و رحمت و شفقت اور شفاعت غماز ہے، مساجد اور ان کی دیواریں، حجر اسود کی شفاعت یہ سب حضور نبی کریم ﷺ کے صدقہ میں امت مصطفیٰ ﷺ کے گنہگاروں کو ملتی ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ واضح ہوا کہ لوگوں کا حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے سے پہلے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی چوکھٹوں پر پھرانے میں ایک حکمت یہ بھی سامنے آتی ہے کہ کوئی نہ کہہ سکے گا کہ یہ کام تو ہمارے نبی بھی کر سکتے تھے۔ کوئی کہتا کہ جناب یہ ہمارے ابا جان حضرت آدم علیہ السلام بھی کر سکتے ہیں لیکن یہ بات واضح کر دی کہ نہیں یہ نعمت کبریٰ صرف حضور نبی رحمت ﷺ کو عطا فرمائی گئی ہے۔

کرتا ہوں سفر روز جہنم کی طرف میں
 دیتا ہے جنتوں سے صدائیں نبی کا نام
 پھرتی ہیں آس پاس بلائیں تمام رات
 کرتا ہے ساری رات دعائیں نبی کا نام

بعثت عامہ

اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً دوسرے مقام پر یوں ارشاد گرامی ہے اُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ان ارشادات پر حاکم ہے۔ حکم خداوند ذوالجلال ہے وَمَا اُرْسَلْتُكَ اِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ (سبا: 28) یعنی ہم نے آپ کو جملہ نوع انسانی کے لئے بھیجا ہے۔ آپ کے ارشادات کا بھی یہی مفہوم ہے کہ میں ساری کائنات کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میں سب کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔ اگر ان ارشادات کی روشنی میں حالات کا جائز لیا جائے تو بتائیے کوئی ایسا ہے جس کا نام نیل کے ساحل سے لے کر کاشغر کی خاک تک دن میں پانچ مرتبہ اتنی بلند آواز سے گونجتا ہو جتنی بلند آواز سے محمد رسول اللہ ﷺ گونجتا ہے۔ عرب کے جزیروں سے دیوار چین تک کس کے نام کی، پیغام کی، ارشاد کی رسائی ہوئی کون ہے ہرزبان، ہر رنگ، ہر نسل، ہر خطہ، براعظم، برصغیر، مشرق و مغرب، جنوب و شمال میں پہچانا جاتا ہو اور پہچان بھی انتہائی گہری عقیدت کے ساتھ ہو۔ مغربی مفکر ہو یا مشرقی، اپنا ہو یا بیگانہ اسے ان کی عظمت کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہ ہوگا۔

یوں تو دنیا میں بے شمار ادیان نے پنپ لیا۔ بڑے بڑے عروج کو پہنچے لیکن ایک وقت کے ساتھ خود ہی دم توڑتے چلے گئے۔ دنیا میں پھیلے ہوئے مذاہب میں دو چار مذاہب ایسے ہیں جو معروف ہیں۔ ہم ان کی کتب سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ اس دین کا مصلح کن لوگوں کے لئے مصلح بن کر آیا اور اس نے اپنی تبلیغ و دعوت اور فیوض و برکات کی تقسیم کہاں تک وسیع رکھی۔

دین موسوی، کتاب الخروج کے تیسرے باب میں ہے۔

”وہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک پودے میں سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے اور دیکھا کہ وہ پودا جل نہیں جاتا وہ یہ دیکھنے کو آگے بڑھے۔ تب خدا نے پودے کے اندر سے پکارا (۶)۔ میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں یقیناً دیکھی جو خراج کے محصلوں کے سبب سے ہے سنی اور میں ان کے دکھوں کو جانتا ہوں (۷)۔ اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں

مصریوں کے ہاتھوں سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کر اچھی زمین میں جہاں شہد موج مارتا ہے، کنعانیوں اور ہقیوں اور اموریوں اور فرضیوں اور حوریوں اور بلوسیوں کی جگہ میں لاؤں (۸)۔ اب دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد تجھ تک آئی اور میں نے وہ ظلم جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے (۹)۔ بس اب تو جا میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں مصر سے نکال (۱۰)۔

مندرجہ بالا فقرات (۷، ۸، ۹، ۱۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے مقصد و مدعا کو بخوبی ظاہر کرتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کا عمل بھی اس کی تائید میں ہے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کی رہائی اور ان کو وعدہ کی زمین تک لے جانے کے سوا دیگر دنیا کی اقوام کے ساتھ کوئی سروکار نہ رکھا۔

دین عیسوی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی واضح ارشادات موجود ہیں کہ آپ کی نبوت کن لوگوں کے لئے تھی۔

انجیل متی کا باب ۱۵ پڑھنا ضروری ہے جس میں ایک کنعانی عورت کا قصہ موجود ہے۔ یہ عورت اسرائیلی نہیں وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس اس لئے آتی ہے کہ حضور اپنے معجزانہ طاقت سے اس کی بیمار بیٹی کو تندرست کر دیں۔ اس کے جواب میں حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیتروں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا ۱۵/۲۴۔ پر وہ آئی اور اسے سجدہ کر کے کہا اے خداوند میری مدد کر ۱۵/۱۵۔ مسیح نے جواب دیا مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دوں ۱۵/۲۶۔

اس سارے واقعہ کو غور سے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف اسرائیلیوں کے لئے ہی بنی بن کر تشریف لائے تھے اور تمام غیر اسرائیلیوں کو کتوں سے تشبیہ دیتے ہیں اور اسرائیلیوں کو اپنے لڑکے تصور کرتے ہیں کیا واقعی ایسا ہی ساری دنیا جہان کے لئے بنی تصور کیا جاسکتا ہے؟

اس طرح دنیا کے دیگر مذاہب اور اقوام میں کوئی بین الاقوامی رہنما نہیں ملتا جس کی تبلیغ

اس کے اپنے خطہ یا اپنی قوم سے باہر نکلتی نظر آتی ہو۔ بدھ مت، وید مت، وید، چھ شاستر، منوسرتی سب خاموش ہیں۔

اب ذرا غور کریں کہ شریعت موسوی کا امام کبھی کسی غیر اسرائیلی کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ روما کے کلیسا نے پطرس کا جانشین یعنی مسیحی برکات کا مخزن کبھی کسی غیر یورپین کو تسلیم نہیں کیا۔ ایشیائی نسل کا کبھی کوئی پوپ نہیں بنا۔ ہندو قوم میں کوئی یہودی، کوئی عیسائی یا مغربی نسل کا کوئی شخص رشی یا مہارشی بلکہ کبھی کسی مندر کا پجاری بھی نہیں بنایا گیا۔

صرف یہ اعزاز حضور ﷺ کو حاصل ہے کہ آپ نے عرب کے رئیسوں کی موجودگی میں غلاموں اور غلام زادوں، عجمیوں اور غیروں کو عربوں کا سپہ سالار بنایا۔ ان کا امام اور استاد بنایا اور کہا کہ کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ یہ فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے اور یہی آپ کے دین کی عمومیت ہے کہ آج بھی کسی عبادت گاہ میں صف اول میں کھڑے ہونے والوں کے لئے وجہ امتیاز نہیں اور ان کا امام بننے کے لئے کسی قوم کی تخصیص نہیں بلکہ پورے مسلم معاشرے میں بسوں میں سوار ہونے سے لے کر کارزار حیات کے ہر شعبہ میں کالے گورے، چھوٹے بڑے، ادنیٰ اعلیٰ کی کوئی تمیز نہیں۔ اسی وجہ سے سرکارِ دو عالم ﷺ ساری کائنات کے امتیازات کو ختم کر کے جامعیت کبریٰ کے مالک ہوئے اور وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (سبا: 28) کے اتراز کا جھنڈا ساری کائنات پر لہرا دیا۔

عربی، عجمی و رومی، شامی کے بکھرے دانوں کو یکجا کر کے
بنادی پیاری سے ایک مالایہ مالا کتنی سچی ہوئی ہے

جوامع الکلم

جملہ انبیاء کرام پر فضیلت کا تاج جس کے سرزیب دیتا ہے جو سارے نبیوں اور رسولوں کے خاتم ہوئے۔ جنہیں نصرت بالرعب سے مالا مال کیا گیا جن کے لئے غنائم حلال کر دی گئیں، ساری روئے زمین جس آقا کے لئے مسجد و طہور بنا دی گئی، جو ساری

کائنات کے لئے رسالت و امامت اور قیادت کا سہرا سجا کر تشریف لائے ان کی زبان فصاحت لسانی، شیرینی اور بلاغت امرکانی سے بھر دی گئی۔ آپ فرماتے ہیں اُعْطِيَثْ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ یعنی مجھے کلام کی جامعیت کا عطیہ عطا فرمایا گیا۔ الحمد للہ

کچھ اہل دانش کے نزدیک اس ”جوامع الکلم“ سے مراد قرآن پاک ہے اور قرآن پاک کے جوامع الکلم ہونے میں کوئی شک و ریب بھی نہیں لیکن یہ تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس طرح اللہ تعالیٰ کی کوئی مثال نہیں اسی طرح اس کے کلام کا بھی کوئی مثل مثال اور مثیل نہیں۔ اس کا چیلنج آج بھی گونج رہا ہے اس کے باوصف اس جوامع الکلم کے ساتھ آپ کے ارشادات کو جوامع الکلم ہی کہا جاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی بہترین مخلوق ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ہی تعلیم دی ہوئی شخصیت ہیں۔ آپ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے لفظ کوئی عام لفظ نہیں جو وقت کے پانی میں گھل گئے اور ان کا وجود ختم ہو گیا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوسَىٰ ۗ (النجم) کے نطق اعلیٰ سے نکلے ہوئے لفظ تابدار ہیروں کو شرماتے ہیں۔ شعراء کی شاعری اس کے حضور سرخجالت جھکتی ہے۔ فصیحوں کی فصاحت، بلیغوں کی بلاغت سر بجیب ہے کہ اس زبان فیضان ترجمان سے نکلے ہوئے کیسے الفاظ ضرب الامثال بن گئے۔ کیسے بین الاقوامی حقیقت بن گئے، کیسے ابدی اور لازوال آفتاب بن گئے۔ کسی مفکر کی زبان سے نکلے ہوئے دوچار الفاظ ضرب الامثال بن جاتے ہیں تو دنیا سے اس دور کا مفکر، نابغہ روزگار، حکیم الامت وغیرہ کے خطابات سے نوازتی ہے اور جس کی زبان سے نکلا ہوا ہر فقرہ، ہر جملہ، ہر لفظ اور لفظ کا ہر حرف لازوال ہو، غیر متبدل ہو، لافانی ہو، چودہ صدیوں کے امتداد زمانہ سے بھی بوسیدہ نہ ہوا، نہ پرانا، نہ اس کی حقیقت بدلی نہ ہیئت، نہ اس کی حقیقت سے انکار اور نہ اس کی صداقت میں کوئی شبہ۔ اس کی اس جوامع الکلم کی عطائی صفت پر صدیوں کے عروج و زوال کے غفلت کے غبار کا کوئی اثر نہیں پڑا اور ہر روز نئے چڑھتے ابھرتے سورج کی طرح مزید نکھر کر سامنے آرہے ہیں۔ نشتر تحقیق جوں جوں اپنے عمل کو تیز کرتا چلا جاتا ہے زبان مقدس سے نکلے ہوئے الفاظ مزید دلوں کی

گہرائیوں، دماغوں کی لطافتوں میں، فکروں کے عمق میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ مشقے از خوروارے کے طور پر چند الفاظ اپنے اس مضمون کو زینت بخشنے کے لئے اور اپنے ایمان و یقین کو جلا دینے کے لئے زیب تحریر کرتے ہیں۔

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُنَّتِهِ فَقَالَ الْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي وَالْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي وَالْحُبُّ أَسَاسِي وَالشُّوقُ مَرْكَبِي وَذِكْرُ اللَّهِ أُنَيْسِي وَالْيَقِينُ كَنْزِي وَالْحُزْنُ رَفِيقِي وَالْعِلْمُ سَلَاحِي وَالصَّبْرُ رِدَائِي وَالرِّضَاءُ غَنِيمَتِي وَالْعِجْزُ فَخْرِي وَالزُّهْدُ حِرْفَتِي وَالْيَقِينُ قُوَّتِي وَالصِّدْقُ شَفِيعِي وَالطَّاعَةُ حَسْبِي وَالْجِهَادُ خُلُقِي وَقُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ.

”یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ حضور آپ کا طریقہ اور سنت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) معرفت میرا اس المال ہے (۲) عقل میرے دین کی اصل ہے (۳) محبت میری بنیاد ہے (۴) شوق میری سواری ہے (۵) ذکر الہی میرا انیس و ہمراز ہے (۶) اعتماد میرا خزانہ ہے (۷) حزن و غم میرا رفیق ہے (۸) علم میرا ہتھیار ہے (۹) صبر میرا لباس ہے (۱۰) رضا میری غنیمت ہے (۱۱) عجز میرا فخر ہے (۱۲) زہد میرا حرفہ ہے (۱۳) یقین میری خوراک ہے (۱۴) صدق میرا ساتھی ہے (۱۵) طاعت میری ایجاد ہے (۱۶) جہاد میرا خلق ہے (۱۷) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔“

حدیث دیگر۔

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ. فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ. وَلَا تَحَسُّسُوا وَلَا تَنَافَسُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ تَعَالَى. الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ بِحَسَبِ أَمْرٍ مِنْ إِشْرَاكِ يَحْقِرُ أَخَا الْمُسْلِمِ. كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ

وَدَمُهُ وَعَرِضُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَأَجْسَادِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ التَّقْوَى هُنَا التَّقْوَى هُنَا وَيَشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ. أَلَا لَا يَبِيعُ بَعْضُكُمْ عَلَى بَعْضٍ وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ وَأَخْرَجَهُ السِّيَّةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ وَهَذَا الْقَطُّ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ.

”خبردار بدگمانی کی عادت نہ بنانا، بدگمانی تو بالکل جھوٹی بات ہے۔ لوگوں کی عیب جوئی نہ کرنا اور نہ ایسی باتوں کو اپنے کانوں تک پہنچنے دینا، آگے بڑھنے کے لئے مت جھگڑنا، باہمی حسد نہ کرنا، باہمی بغض نہ رکھنا، کسی کی پس پشت برائی نہ کرنا، اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو کر رہنا۔ جیسا کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ مسلم، مسلم کا بھائی ہے، بھائی پر کوئی ظلم نہ کرے، نہ اسے رسوا کرے نہ حقیر جانے، انسان کے لئے یہی برائی بہت زیادہ ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے، مسلم کا خون و عزت دوسرے مسلمان پر بالکل حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور جسموں کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے، دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے، خبردار ایک کی خرید پر دوسرا خریدار نہ بنے، اللہ کے بندو بھائی بھائی بنو، مسلم پر حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔ یہ حدیث مسلم کے علاوہ صحاح ستہ میں موجود ہے اور مسلم کے یہ الفاظ ہیں یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

مجھ میں اور میرے قلم میں یارا نہیں کہ ایک ایک حرف اور ایک ایک جملے پر گفتگو کروں لیکن بتاؤ ان جملہ ارشادات میں کوئی ایسا جملہ ہے جس پر بوسیدگی کے اثرات ہوں۔

۱۔ الْمَعْرِفَةُ رَأْسُ مَالِي۔ معرفت میرا اصل مال ہے۔

راس المال وہ ہوتا ہے جس کے بغیر کوئی شخص اپنے کاروبار کو شروع ہی نہ کر سکتا ہو اور جس کا راس المال سونا، چاندی، ہیرے، جواہر، سیم و زر نہیں کہ جو ڈھلتی چھاؤں ہیں ان کی حیثیت وقت کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ بدلتی رہتی ہے بلکہ اس کا راس المال معرفت الہی

ہے۔ عرفان ذات راس المال ہونے کی دولت سرمایہ کی اہمیت اہل بصیرت سے مخفی نہیں۔
 الْعَقْلُ أَصْلُ دِينِي۔ عقل میرے دین کی اصل ہے۔

عیسائی مذہب میں عقل کو دخل ہی نہیں۔ وہ عقیدہ تثلیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ
 اس کی بنیاد فہم انسانی سے بالاتر ہے وہ شاگرد کو تثلیث کا سبق دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ لقمہ
 اور کڑوا گھونٹ حلق سے نیچے اتار لو خواہ تمہارا دل مانے یا نہ مانے۔

اسلام ایسے احکام نہیں دیتا جو عقل اور فکر و تدبیر سے بالاتر ہوں۔ قرآن پاک میں لآيَاتِ
 لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿البقرہ﴾ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿العنکبوت﴾ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾
 (الانعام) أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ (النساء: 82) أَفَلَا يَصِيرُونَ ﴿٥٠﴾ (السجدہ) قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ
 إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿البقرہ﴾ اور لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (البقرہ: 256) کے ارشادات کی
 روشنی میں عقل انسانی کو قدم قدم پر مہمیز لگاتا ہے۔

دنیا و دانش و فکر کے اور عقل و شعور کی آگہی پانے والے حضور نبی کریم صاحب جوامع
 الکلم ﷺ کے صرف ایک ارشاد پر تحقیق و تدقیق کے دروازے پر بیٹھ کر گتھیاں سلجھانا
 شروع کر دیں دیکھیں اس مختصر فقرہ میں سارے جہاں کے تدبیر و تفکر کو کیسے دعوت نظارہ دی
 گئی ہے۔

وَالْحُبُّ أَسَاسِيٌّ۔ محبت میری بنیاد ہے

صاحب جوامع الکلم ﷺ کے اس مختصر ۱۰ حرفی جملہ میں جو حقیقتیں چھپا دی گئی ہیں
 ان کی اتھاہ گہرائیوں تک پہنچنا ہر کس و ناقص کا کام نہیں۔

قاضی محمد سلیمان سلمان پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب رحمۃ للعالمین کی جلد
 سوم میں حضور کریم گنجینہ علوم و معارف الہیہ ﷺ کی اس حدیث کے ضمن میں جو ضبط تحریر کیا
 ہے اس کا خلاصہ اپنے الفاظ میں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتا ہوں۔ دنیا دیکھے اس جامع
 الکلم کے اس چند حرفی ارشاد میں کتنی وسیع و عریض دنیا و ایقان و عرفان پوشیدہ ہے۔

عربی زبان میں لفظ حب سے پانچ محاورے استعمال ہوتے ہیں۔

- ۱۔ حب الاسنان: یعنی دانت روشن اور صاف ہیں۔
- ۲۔ حب الماء: پانی نٹھرا ہوا پاکیزہ ہے۔ اسی لئے بلبے کو جناب کہتے ہیں جس میں نفاست، نزاکت اور صفائی کا بھرپور مبالغہ ہوتا ہے۔
- ۳۔ حب البعیر: اونٹ نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ جب اونٹ گھٹنے ٹیک دیتا ہے تو لزوم و ثبات و قرار پایا جاتا ہے۔
- ۴۔ حب: دانہ، تخم یا اصل شے۔
- ۵۔ حب الماء: وہ جو ہڑ جہاں پانی ٹھہرا ہو۔ حفاظت و نگہداشت کے مفہوم کو واضح کرتا ہے۔

ان جملہ محاورات کے ساتھ ساتھ ان کے معانی و استعمالات پر توجہ دیں اور یہ بھی دیکھیں کہ حب کا لفظ جب بھی استعمال ہوگا اس کو حرکت ضمہ دی جائے گی جو دیگر تمام حرکات سے قوی تر ہوتی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ حب میں صفائی، علوم مرتبہ ارتقاء و بلندیاں اور لزوم و ثبات کا پایا جانا از بس ضروری ہے۔ حب ہی کو جملہ فضائل کا اصل الاصول قرار دیا گیا ہے۔

محبت ہی اللہ تعالیٰ سے تعلق کا سبب بن کر محبوب کی صفت سے موصوف کرتی ہے۔ محبت ہی میں خوف اور امید پائی جاتی ہے۔ محبت ہی انسان کو مقام رضا پر قائم رکھتی ہے۔ محبت ہی محبت کو شکر کی منزل سے آشنا کرتی ہے۔ صبر بھی وہی صبر ہے جس کی بنیاد محبت پر ہو ورنہ اس کا نام بیچارگی ہے۔ زہد بھی وہی زہد ہے جس کی منشاء محبت ہو ورنہ رسائی ممکن نہیں۔ حیا بھی وہی حیا ہے جو محبت سے پیدا ہوتی ہو جو ادب اور تعظیم کی فضا میں پرورش پائے ورنہ اس کا نام شرم و خجالت کی انتہا ہے۔ فقر بھی وہی فقر ہے جو محبت کو محبوب کی عطا سے ملے ورنہ اس کا نام تنگدستی ہے۔ الغرض محبت ہی دلوں کو مضبوط و قوی کرتی ہے۔ محبت ہی روحوں کی غذا ہے۔ محبت ہی قرۃ العیون یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ محبت ہی جسموں اور بدنوں کو حیات بخشتی ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی ہے ہاں محبت ہی زندگی کی کامیابی ہے۔ محبت ہی کامیابی کو دوام بخشتی ہے۔ محبت ہی بقا کو تخت ارتقاء پر بٹھاتی ہے۔

محبت کس طرح پیدا ہوتی ہے؟

الف: سب سے پہلے کسی سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔ یعنی دل کا کسی کی طرف میلان ہوتا

ہے۔

ب: پھر اس تعلق اور میلان طبع کو قوت ارادی مضبوط کرتی ہے۔

ج: اس کے بعد کشش پیدا ہوتی ہے جس طرح پانی نشیب کی طرف خود ہی بہنے لگتا

ہے۔

د: دوسرا درجہ سوزش کا پیدا ہوتا ہے اور دل میں ایک جلن سی رہنے لگتی ہے۔

ہ: اب پیار نمودار ہوتا ہے اور دل آشنائی کی صفت سے واقف ہوتا ہے۔

جب اس پر ترقی ہوتی ہے تو محبت کا اثر دل کی گہرائیوں پہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

مصائب کے برداشت کا حوصلہ بڑھتا ہے، قرب و وصال کی تراکیب میں شب و روز درنگی پیدا ہونے لگتی ہے۔ محبوب کے ماسواہر چیز سے رغبت ختم ہونے لگتی ہے۔ بس محبوب کا تصور ہی جسم و روح پر حکمرانی کرنے لگتا ہے۔ فکر و تخیل میں وہم و گمان میں، خواب اور نیند میں اسی کی یاد کے تانے بانے اپنا جال بنتے رہتے ہیں۔

اس سے اگلی حالت کا نام عشق ہے جو لفظ عشقہ سے بنا یا گیا ہے۔ یہ ایک پہلی زرد رنگ

کی نمل کا نام ہے کہ جس درخت پر چڑھ جاتی ہے خود نشوونما پاتی جاتی ہے اور درخت کو خشک کرتی چلی جاتی ہے۔ یہی حال مریض عشق کا ہوتا ہے کہ مرض عشق نشوونما پاتا جاتا ہے اور مریض کے اپنے وجود کی انانیت خشک ہو کر دم توڑنا شروع کر دیتی ہے۔

کہتے ہیں اس سے آگے والی منزل یتیم کی ہے۔ یتیم کا معنی غلامی ہے پھر انسان اس کا

غلام بن جاتا ہے جس سے لگن کی انتہا ہو رہی ہو اور غلام اس غلامی سے کبھی رہائی حاصل کرنے کا سوچتا بھی نہیں۔

ان تمام درجات سے بڑھ کر سب سے بڑا درجہ عبودیت کا ہے۔ یہ اس مقام کا نام ہے

جب محبت ہر ایک دعویٰ سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ کوئی شے اس کی اپنی نہیں رہتی، اس کا

جسم، اس کا دل، اس کی روح، اس کی تمنا، اس کی مراد اپنی نہیں رہ جاتی اور ہر چیز بصد خوشی و مسرت چھوڑ کر محبوب کے معبود ہونے پر اکتفا کر جاتا ہے اور وہ اس پر صبر و قناعت کر جاتا ہے کہ وہ محبوب کا محبت ہے معبود کا عبد ہے۔

ان درجات و مقامات سے آگے ایک اور مقام خلت کا ہے۔ اب تو جسم کا ایک ایک بال، نبض کی ایک ایک حرکت، دماغ، طبع، روح پوری قوت کے ساتھ محبوب حقیقی کی رضا ہی مطلوب ہو جاتی ہے۔

ایک عام شخص کا فہم و ادراک ان مدارج سے آشنا نہیں ہو سکتا بلکہ بعض خاص حضرات کی رسائی بھی ممکن نہیں۔ اس مقام تک رسائی صرف ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور ہمارے کریم و رؤف و رحیم آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان درجات تک تھوڑی بہت رسائی کے حصول کا طریقہ کار کیا ہے؟ اگر کوئی طالب اس طرف سفر کرنا شروع کرنا چاہے تو کس طرح کرے تو اہل محبت نے ارتقاء محبت الہیہ کے اسباب یہ بیان فرمائے ہیں۔

۱۔ تلاوت کلام حمید، دوران تلاوت الفاظ و معانی و مشتقات پر غور و فکر۔

۲۔ بارگاہ ربوبیت میں حاضری کے اوقات میں حاضری میں استقامت و دوام، فرائض کی ادائیگی کے ساتھ کثرت نوافل اور ان نغلی عبادات میں روز افزوں لذت و سرور کے ساتھ مستقل مزاجی۔

۳۔ ذکر الہی، لسانی، ارکانی و قلبی، جبری و خفی، یہ ذکر بالعمل بھی ہو اور بالحال بھی ہو۔

۴۔ اسماء و صفات معبود و محبوب میں تدبر و تفکر اور مشاہدات نظری و قلبی۔

۵۔ اپنے خالق و مالک کے انعامات و اکرامات کا اظہار بر ملا۔ ان پر شکر و امتنان۔ یہ

احسانات روحانی ہوں یا جسمانی، ظاہری ہوں یا باطنی۔

۶۔ عبادت و ریاضت میں ادب و احترام اور حضور قلبی۔

۷۔ اپنی خواہشات نفسانی کا برائے رضاء الہی ایثار و قربانی۔

۸۔ اہل محبت کی محافل میں ان کی ہم نشینی، صحبت صلحاء امت۔

اے میرے قاری۔ اے میرے کریم آقا مولیٰ ﷺ کی صفت جوامع الکلم کی پہنائیوں میں چھپے موتیوں، لعل و جواہر کے حسن میں ڈوب کر میرے ساتھ ساتھ سفر میں شریک قاری! ذرا غور کر جس محبوب کی شان و عظمت کے ایوان کی بنیاد سے محبت ہو اور وہ کہے کہ وَالْحُبُّ أَسَابِسِي اس کے بلند اور عظیم مقام کی رفعتوں کا اندازہ کون کرے گا۔
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى صَاحِبِ جَوَامِعِ الْكَلِمِ وَارْزُقْ حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيبِكَ
 وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ۔

بہار مصطفوی ﷺ

جب سے حضرت آدم علیہ السلام نے اس دنیا میں قدم رکھا ان گنت معصوم اور محفوظ ارواح مقدس لا تعداد ماؤں کی زندگیوں میں پاکیزہ مسرتوں کے سدا بہار پھول کھلائے، لاکھوں محسان انسانیت جن میں انبیاء کرام بھی تھے، رسول بھی، کشور کشا بھی، مقنن بھی، راہبر و راہنما اور فلسفی بھی، اپنے معبود وقت پر ظہور فرما کر اس فانی دنیا کو الوداع کہہ چکے لیکن حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں جنم لینے والے بچے کو دیکھ کر یہ کون کہہ سکتا تھا کہ ایک یتیم، دنیا بھر کے بے کسوں کا غم گسار، بے یار و مددگار، مظلوموں کا مربی، ستم رسیدہ غلاموں کا آقا، لاچار و بے نواؤں کا مونس و یاور اور بے سہارہ یتیموں کا سرپرست ہوگا۔ جس کی آمد کے صدقے میں خزاں رسیدہ دنیا ابدی اور سرمدی بہاروں سے ہمکنار ہوگی۔ جس کے معطر قدسی انفاس کی برکت سے دلوں کی مرجھائی ہوئی کلیاں کھل کر پھول بن جائیں گی۔ کفر و شرک اور لادینیت اور الحاد کی ظلمت کا فور ہو جائے گی۔ جہالت کے بت سرنگوں ہو جائیں گے۔ شقاوت و طغیان کے صنم کدے زمین بوس ہو جائیں گے۔ وحدت کے دلنواز نغمے ہر طرف گونج اٹھیں گے۔ ظلم و تشدد، حق ناشناسی اور خدا ناترسی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ وحشت و درندگی، سفاکی و مردم آزاری کو دیس نکال لیا جائے گا۔ ذاتی اور نسلی تفاخر کے صنم توڑ پھوڑ دیئے جائیں گے۔ فرعونیت کے فلک بوس محل، رعونت و نخوت کے رفیع مینار پیوند خاک ہو جائیں گے۔ جاہلی تمدن کے طور طریقے اور لادینی سماج کے مروج اقدار کی بساط لپیٹ دی جائے گی۔ حسن اخلاق کو جلا ملے گی اور شرافت کا معیار تقویٰ اور پرہیزگاری قرار پائے گا۔

مرجا یہ معجزہ شان نبوت مرجا
تیرا کلمہ شکر یزوں کو بھی ازبر ہو گیا

الحمد لله ساعت سعيد آ پینچی۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود میں اللہ تعالیٰ کی وحدت کا پرچار کرنے والا، نغمہ توحید سے دنیا بھر میں پوجے جانے والے بتوں کو مسمار کرنے والا، خود پسندی اور نخوت کے پندار میں ڈوبے ہوؤں اور خدائی دعویٰ کرنے والوں کو ہر انداز سے شان رعنائی و زیبائی دکھا دکھا کر شرم و خجالت سے آشنا کرنے والا، فاران کی چوٹیوں سے قلُّ هو اللہ اَحَدٌ اللہ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ کی حقیقت متحققہ کا ڈھنڈورا اس انداز سے پیٹنے والا کہ خدائے بزرگ و برتر کی ربوبیت جہاں جہاں جلوہ گر ہے وہاں وہاں اپنی رحمت و شفقت کی دنواز، دلگداز کرنوں سے عالم کو منور کرنے والا محبوب خدا ﷺ جلوہ گر ہوا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام وحدت لے کر بکھری ہوئی انسانیت کو ایک سلک مروارید میں پرونے والا آیا۔

ہزاروں جبرائیل الجھے ہوئے ہیں گرد منزل میں

نہ جانے کس قدر اونچا ہے کا شانہ محمد ﷺ کا

اگر بغور دیکھا جائے تو دنیا میں رعونت و نخوت کے بے شمار انداز ہیں۔ حضرت انسان میں کوئی خوبی بھی کہیں کمال کو پہنچی وہیں حضرت انسان اپنی حیثیت کو بھولا اور اپنی انا کی دلدل میں جا پھنسا اور خدائی دعوے کرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی رحمت، کائنات کے آقا، خواجہ کون و مکاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں ہر قسم کی پائی جانے والی خوبی کو یا وہ کمال کہ جس کا تصور بھی کیا جاسکتا ہو اس خوبی، اس عروج اور اس کمال سے کما حقہ متصف فرما کر بھیجا اور جس جس انداز سے خود ستائی اور خود نمائی کو بو پائی جاتی ہے اس اس انداز سے اپنے کمال کی خوشبو بکھیر کر فضا کو وحدت کی عطر بیزیوں سے معطر کیا۔

اب کبھی الجھن نہ ہوگی دین احمد کی قسم

زندگی کی الجھنیں سلجھا گیا بطحا کا چاند

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

حسن صورت، حسن سیرت، حسن اختیارات، حسن کمالات، حسن علم، حسن عمل، حسن

مدیر، حسن ترنم، غرض ہر وہ حسن جو مبداء فیض میں موجود تھا اس سے آپ کو مزین کیا گیا اور ساتھ ہی آپ ﷺ کو یہ فریضہ سونپا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ”اے محبوب ﷺ! دنیا میں کئی فرعون مختصر سی حکومت اور مختصر اور محدود اختیارات کے حصول پر خدائی دعوے کرتے رہے اور اپنی حیثیت بھول جاتے رہے لیکن ہم نے آپ کو زمین و آسمان کی وسعتوں تک پھیلی ہوئی سلطنتوں کا واحد مالک بنایا ہے۔ دنیا و مافیہا کو آپ کے قبضہ و اختیار میں دے دیا ہے۔“

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا

دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں

آسمانوں پر آپ کے وزراء ذی احتشام زمین پر آپ کے وزراء کرام ذوالاحترام، چرند پرند، نباتات و جمادات اور حیوانات آپ کے حکم کے پابند، ہوائیں آپ کی اور آپ کے غلاموں کی پیغام رساں، جن و انس آپ کے قدموں پہ نثار۔ آپ کو اتنے کمالات و اختیارات کا مالک بنا کر مبعوث فرمایا کہ جب کوئی مغرور، نخوت زدہ انسان اپنی تھوڑی اور چھوٹی سی حکومت کے بدلے میں آپ کی حکومت، آپ کی مملکت اور آپ کے اختیارات پر نظر ڈالے گا تو شرم و خجالت کے پسینے سے خود ہی شرابور ہو جائے گا اور خدائی دعویٰ کرنے سے پہلے ہی خجالت کے پسینے میں ڈوب مرے گا۔

جو حقیر کو بھی سنوار دے جو فقیر کو بھی نواز دے

اس شاہ بظہا کا ذکر ہے اسی تاجدار کی بات ہے

اسی طرح آپ کے جد امجد ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب نمود کے سامنے میری ذات کے تعارف کے حوالہ سے مناظرہ میں مصروف تھے تو اس مناظرہ میں خدائی دعویٰ کرنے والے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب یہ کہا کہ میرا رب وہ ہے جو مشرق سے سورج کو طلوع کرتا ہے اگر تم بھی خدائی دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہو تو ایک بار صرف ایک بار سورج کو مغرب سے طلوع کر دو لیکن وہ کم بخت ایسا نہ کر سکتا تھا نہ کر سکا اس

لئے اپنی ہی محفل میں اور اپنے ہی چاہنے والوں کی بھری مجلس میں لا جواب ہو کر مبہوت
 لحواس ہو کر رہ گیا لیکن آپ کی ذات ستودہ صفات کی انگلی کے ایک اشارے سے ڈوبا ہوا
 سورج لوٹ آیا گویا وہ آپ کے اشارے پر چلتا ہوا سورج مغرب سے طلوع ہوا۔ چاند
 انگشت مبارک کا اشارہ پا کر دو ٹکڑے ہوا اور قدم بوسی کر کے واپس اپنی جگہ جا پہنچا۔ ان
 حالات میں آپ ان صفات و کمالات سے متصف ہو کر بھی یہ اعلان فرمائیں کہ دیکھو! اے
 دنیائے انسانیت! دیکھو تو جہ کرو میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حکم خداوندی سے ڈوبے
 ہوئے خورشید کو واپس لاسکتا ہوں، درخشندہ و تابندہ چاند کو انگلی کے اشارے سے چیر سکتا
 ہوں، میں پھر بھی اعلان کرتا ہوں کہ میں خدا نہیں، میں معبود نہیں بلکہ معبود برحق کا بندہ
 ہوں۔ وہ ایک ہے، وحدہ لا شریک ہے، اس جیسا کوئی نہیں۔ کوئی اس کی ذات میں شریک
 ہے نہ صفات میں اور دنیا میں جہاں کہیں بھی کسی کے ہونے کا تصور کیا جاسکتا ہے وہ اس کے
 ہونے سے ہے اس کا کوئی ہم پایہ اور ہم پلہ نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی باپ نہیں، اس کا کوئی
 بیٹا نہیں، اس کی کوئی بیٹی نہیں، اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند، دنیا و مافیہا کا بلا شرکت غیرے مالک
 ہے وہی ایک ذات ہے جو عبادت کے لائق ہے سجدوں کی سزاوار ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے محبوب ﷺ! تیرے جیسے عظیم، جس پر ہر قسم کی
 عظمتیں ختم کر دی گئیں ہیں کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سن کر کسی نمرود، کسی ہامان اور کسی
 بھی فرعون کو خدائی کا دعویٰ کرنے کا یارا نہ ہوگا۔

دنیاے دوں میں ”حسن صورت“ بھی ایک ایسا کمال ہے جس سے متصف ہونے
 والے افراد کے غمزوں اور نخروں پر لوگ نقد دل کی بساط نذر کر دیتے ہیں۔ شعراء غزلوں اور
 قصیدوں کے تحفے پیش کرتے ہیں تو وہ حسن کے پیکر اپنے ہی حسن کے حسن میں ڈوب کر ایسا
 ڈوب جاتے ہیں کہ اپنی اصلیت ہی بھول جاتے ہیں۔ ان کے سامنے حسن ظاہر کے پرستار
 اپنی گردنیں خم کر دیتے ہیں تو ان کی گردنیں اور تن جاتی ہیں۔

لیکن اے مملکت حسن اکمل کے تاجدار! اے مسند نشین مملکت خوباں! تجھے ہم نے ایسے

حسن سے نوازا ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں کوئی حسن کی جھلک نظر آتی ہے وہ تیرے ہی حسن کی بھیک ہے۔ خُلِقْتَ مُبْرًا مِنْ كُلِّ عَيْبٍ کے مصداق نہ تیرے حسن صورت میں کوئی نقص نہ حسن سیرت میں، نہ حسن سماعت میں نہ حسن تکلم میں، نہ حسن تدبیر میں نہ حسن تدبیر میں، تیری پیشانی سے بھیک لے کر چاند روشن ہو، تیرے حسن کی مکمل تعریف و توصیف میں قرآن پاک جیسی عظیم الشان اور لازوال کتاب ہے، تجھے تو ہم نے ایسے تخلیق کیا ہے کہ چشم بینا رکھنے والا جب تیری ذات کے حسن میں ڈوب کر تجھے دیکھے گا تو خود بخود تجھے دیکھ کر بے ساختہ پکاراٹھے گا كَانِكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ کہ جیسے تجھے تیرے خالق اور تیرے بنانے والے نے تجھے پوچھ پوچھ بنایا ہے کہ اے محبوب! تو بتا تجھے کیسا بناؤں؟

جب تیرے کمال حسن اور اس کی رعنائیوں سے دنیا مسکور ہوگی، تیرے نام کا نشہ جب دنیا کو برنٹے سے بے نیاز کر دے گا جب سنگریزوں تک کو تیرا کلمہ ازبر ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی تو اپنی بڑائی کی بجائے میرا بندہ بن کر میری وحدانیت کا اعلان فرمائے گا میری ذات کے واحد ہونے کی دلیل میں تو خود اپنے آپ کو پیش کرے گا اور جب اعلان کرے گا
 اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ. اللَّهُ الْبَاقِي. اللَّهُ الْأَكْبَرُ. اللَّهُ السَّمِيعُ. اللَّهُ الْجَمِيلُ
 وَيُحِبُّ الْجَمَالَ تو حسن فانی میں ڈوبے فخر و غرور کے تمام بت خود ہی پاش پاش ہو جائیں گے اور پھر کوئی حسین خدائی دعویٰ نہ کر سکے گا۔

جب حسن علم و فضل کے شملے بڑے ہو جاتے ہیں جب علم، حجاب اکبر بن جاتا ہے جب علم کی مسند پر بیٹھنے والوں کو اپنے سر، اپنے اصلی قد سے بھی بڑے نظر آنے لگتے ہیں، تو سینے فخر سے تن جاتے ہیں۔ علم و فضل کے بھوکے اور لالچی، جب ان اونچے شملوں کے سامنے اپنی دستاریں اتار دیتے ہیں، نقد دل کے نذرانے قدموں پر ڈھیر کرنے لگتے ہیں، ایسے میں کئی عالم، کئی فاضل، علم و فضل کی دنیا کے خدا بن بیٹھتے ہیں۔

لیکن میرے محبوب! رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (ط) کا سبق یاد کرنے والے اَدْبِنِي رَبِّي

فَاَحْسَنَ قَادِيْبِيْ كِي حَسَن تَرْبِيْت پَانِي وَالِي عِلْمِك مَالِم تَكُن تَعَلَّم (النساء: 113)
 كِي سَنَد پَانِي وَالِي عِلْمَتُ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ كَا اِعْلَان كَرْنِي وَالِي اَوْرَسُنْقَرِئُكَ
 فَلَا تَنْتَسِي ① (اعلى) كِي تَسْلِي پَانِي وَالِي مَحْبُوْب سِي جَب كِهَا كِه بَايِي هَمِه صَفْت مَوْصُوْف تَم
 يُوِي اِعْلَان كَرُو كِه رَبِّي وَ رَبُّكُمْ اللّٰه كِه مِيْرَا اَوْر تَمِهَارَا رَب اللّٰه تَعَالٰي هِي جُو عِلِيْم بِي هِي
 خَبِيْر بِي هِي وَوِه دِلُوِي كِي اِن دَهْرُ كَنُوِي تَك كُو جَانْتَا هِي جُو الْفَاظ وَ مَعَانِي كِي تَعْبِيْر كَا جَامِه نِيْسِي پِي هِن
 سَكْتِيْسِي۔ وَ هِي مَعْلَم حَقِيْقِي هِي۔ مِيْرَا مَبْلَغ عِلْم اِس كِي وَسِيْع عِلْم كِي مَقَابِل مِيْن اِيَك قَطْرَه كِي
 حِيْثِيْت بِي هِي نِيْسِي رَكِهْتَا۔ مِيْرَا عِلْم اِسِي كِي كَرَم اَوْر عَطَا كَا نَتِيْجِه هِي۔ مِيْن اِس كِي اِجَازَت كِي بَغِيْر
 لَب كَشَائِي نِيْسِي كَر سَكْتَا۔ عِلْم كِي تَمَام خَزَانِي اِسِي عِلِيْم وَ خَبِيْر كِي پَاْس هِي لِهَذَا اَو تَمِهِيْسِي اِس عِلِيْم وَ
 خَبِيْر كِي حَضُوْر لِي چَلُوِي جَس نِي مَجِه جِيْسَا صَاْحِب عِلْم وَ بَصِيْرَت بِنَايَا۔ يِه اِعْلَان سُنْتِي هِي تَمَام
 عِلْمُوِي اَوْر عَالَمُوِي كِي طَرِي اَوْر اِن كَا كَرُو فَر خَاك مِيْن مِل جَانِي گَا اَوْر اِن كِي خَدَائِي پِنْدَار
 كِي بَت پَاَش پَاَش هُو جَانِيْسِي گِي۔

اے کہ برتخت سیادت زازل جا داری

آنچه خوباں ہمہ دارند تو تنها داری

بَطْحَا كِي سَنَسَان وَادِي اَوْر فَاْرَان كِي چُوْئِيُوِي سِي اِس پِكِيْر عِنَا، مَالِك وَ مَخْتَار، خَدَائِي كِي
 وَاحِد فَر مَانِرُوَا كِي زَبَان فَيِض بَار سِي كِيَا هُو اِعْلَان پُوْرِي دُنْيَا پَر غَالِب آگِيَا۔ جَهُوْئِي خَدَائِي كِي
 خَدَاوُل كِي سَر جَهَك گِي۔

جس کے آگے سر سروراں خم رہیں

اس سرتاج رفعت پہ لاکھوں سلام

سُوْنِي چَانْدِي، مِٹِي، لُو هِي، اَوْر لَكْزِي كِي بَت رِيْزِه رِيْزِه هُو گِي۔ دُنْيَا كَا كُوْئِي خَطِه، كُوْئِي
 وَادِي، كُوْئِي قَرِيْبِي، كُوْئِي شِهْر اَوْر كُوْئِي مَلِك اِيْسَا نِيْسِي، كُوْئِي سَطْح اَرْض اِيْسِي نِيْسِي جِهَاں مِيْرِي مُوْلَا
 كَا اِعْلَان تُو حِيْد گُوْنَج نِه رِهَا هُو۔ اللّٰه اَكْبَر اللّٰه اَكْبَر۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰه اِلَّا اللّٰه كَا نَعْرَه
 نِه گُوْنَجْتَا هُو۔

یہ نغمہ توحید از تخلیق آدم تا عیسیٰ علیہ السلام ہر نبی، ہر پیغمبر اور ہر رسول نے بلند کیا لیکن کسی کی آواز ایک علاقہ تک محدود رہی، کسی کی آواز ایک قریہ اور ایک وادی تک ہی پہنچ سکی بلکہ بعض اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ شخصیات کی آواز اپنے گھر کے افراد تک بھی نہ پہنچ سکی انہوں نے اپنے فرائض میں نہ کوتاہی کی اور نہ تساہل، وہ اپنا اپنا فرض ادا کرنے میں بڑے مخلص ہی نہ تھے بلکہ صحیح معنوں میں باقی مخلوق میں سب سے زیادہ مخلص ہی وہ تھے لیکن ان کے اعلان توحید کی گونج یوں بلند نہ ہوئی جس طرح آمنہ کے لعل، عبد اللہ کے بیٹے، حلیمہ کے دلارے، اللہ تعالیٰ کے محبوب گرامی، مجھ جیسے کروڑوں ناکارہ عصیاں شعاروں کی آخری پناہ گاہ۔ (ﷺ)

گویا اس وقت چار دانگ عالم میں محافل میلاد کی بہار ہے۔ نضاؤں میں درود و سلام کے نغمے بکھرے ہوئے کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت مصطفیٰ ﷺ سے مومنین کے قلوب ضیا پار ہے ہیں۔ ماحول نگہت و نور سے معمور ہے۔ یہ سب اسی دائمی توحید کی آمد آمد کا صدقہ ہے جس نے بھنگی ہوئی انسانیت کو ایک در پر لا جھکایا۔ جس نے انسانیت کو ایک چوکھٹ پہ لا کھڑا کر دیا۔ جس نے آدمی کو عظمت انسانیت سے آگاہ کیا جس نے ہر شخص، ہر فرد اور ہر مرد و زن کو راہ دکھائی کہ اس ایک ذات باری تعالیٰ نے تیرے لئے کیا کچھ پیدا کیا ہے اور تجھے کس لئے پیدا کیا ہے۔

جانور پیدا کئے تری وفا کے واسطے

کھیتیاں سرسبز ہیں تری غذا کے واسطے

چاند سورج اور ستارے تیری ضیاء کے واسطے

سب جہاں تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

اور وہی عظیم شخصیت ہے جس کی وساطت سے تسلیم شدہ توحید ہی قابل اعتبار ہے۔

ساعت ذکر پاک رسول آگئی سارے عالم پر اک کیف چھانے لگا

مطربان ازل زمزمہ سنج ہیں روح کونین کو وجد آنے لگا

ان کی آمد کے پھر تڑ کرے چھڑ گئے ذکر میلاد پھر دل لبھانے لگا
گلستاں گلستاں پھر بہار آگئی پھر چمن کا چمن مسکرانے لگا

سلام ہو اس کی ولادت باسعادت پر اس کی آمد پر درود ہو جس کا نام نامی اسم گرامی ہی
کفر شکن ہے اس کی عظمت کے حضور ذہن و فکر کی پر خلوص عقیدتوں اور بھرپور قلبی کیفیات
کے ساتھ سر جھکانے کو جی چاہتا ہے۔

اے نوائے ساز فطرت رونق بزم جہاں
نغمہ حق سے تیرے گونجے مکان و لامکان
تیری خلقت پر ہے نازاں خود خدائے انس و جاں
تیرے قدموں پر فدا ہے رفعت ہفت آسماں

☆☆☆☆☆☆☆☆

حمد بے حد اس خدائے پاک کو
اور درود اس سید لولاک ﷺ کو
نعت کے شایاں محمد مصطفیٰ ﷺ
جن کے صدقے ہم نے پہچانا خدا
اللہم صل علی محمد بن نبی الامی وسلم تسلیما

نسبت مصطفوی ﷺ

تجربہ شاہد ہے کہ نسبت باعث نجات ہے۔ نسبت باعث جنت ہے۔ نسبت خود سپردگی کا دوسرا نام ہے۔ نسبت جذبات کا تلاطم ہے۔ نسبت سراونچا کرتی ہے۔ نسبت بے بسی اور بے کسی کے گہرے غار سے نکالتی ہے۔ نسبت تنہا نہیں رہنے دیتی۔ خلوتوں میں ہم جلیس ہوتی ہے۔ سفر میں ہم سفر ہوتی ہے۔ حضر میں بھی قریب رگ جاں ہوتی ہے۔ نسبت لطف دیتی ہے قرار دیتی ہے۔ نسبت بے چین رکھتی ہے اور بے قرار بھی۔ نسبت رلائی بھی ہے ہنسائی بھی ہے۔ نسبت اس وقت بھی ساتھ ہوتی ہے جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا بلکہ منسوب خود ایسا وقت تلاش کرتا ہے جب وہ ہو یا اس کا منسوب ایہ۔ اگر وہ نہ ہو تو اس کی یاد ہو۔ وہ پہروں اپنے محبوب سے باتیں کرتا ہے اس سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس کی سنتا ہے اپنی سنانا ہے۔ نسبت حفاظت کرتی ہے نسبت محفوظ رکھتی ہے۔ منسوب ایہ کی نسبت سے منسوب کا درجہ و مرتبہ اور مقام بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔ لوگوں سے قرب اور دوریاں اسی نسبت کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ نفرتیں اور محبتیں جنم لیتی ہیں وقار اور ذلتیں آگے بڑھتی ہیں۔

اور اگر یہ نسبت اس سے ہو جس کی مثال نہیں، نظیر نہیں، ماضی میں، حال میں اور نہ استقبال میں، جس نے وحشیوں کو جینا سکھایا، غلاموں کو زمانے کا آقا بنایا، جس نے خود نہ کھایا بھوکوں کو کھلایا، جس نے خود کچھ نہ رکھا سب کچھ لٹا دیا، جس نے ہماری خاطر، ہماری آسائش کے لئے اپنا آرام ٹھکرا دیا۔ ہاں ہاں! جب زمانہ اسے ٹھکرا رہا تھا تو اس کا مولیٰ اس کو آفتاب عالم تاب بنا رہا تھا جو افق عالم سے گرتی ہوئی قوم کو آن کی آن میں اس بلندی پر لے گیا کہ سارے عالم نے اسے چڑھتے ہوئے دیکھا، سرفراز ہوتے دیکھا اور اس عظمت تک پہنچتے پہنچتے نہ کسی کھائی میں گرانا ڈگمایا۔ ہاں وہی افق عالم پر آفتاب ہدایت بن کر ابھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے سارے عالم پر چھا گیا۔ جو قلب و نظر کا مرکز بننے کے قابل ہے۔ وہی

ایک ہے جو دل میں بسایا جاسکتا ہے بلکہ اس جیسا کوئی ہو تو لاؤ، دکھاؤ، ایسا کبھی نہ کر سکو گے۔

ملی جبریل کو بھی سرفرازی ان کی نسبت سے
 وگرنہ فرق کیا ہے سب فرشتے ایک جیسے ہیں
 جو ان کی یاد میں گزرے وہی پل زندگی ٹھہرے
 بظاہر ساری گھڑیاں سارے لمحے ایک جیسے ہیں

مجازی عاشقوں کا اور معشوقوں کا حال ہم نے دیکھا ہے وہ محبوبوں، معشوقوں پر جان
 چھڑکتے ہیں۔ اشاروں پر ناچتے ہیں۔ جو کہتا ہے کر گزرتے ہیں۔ آسمان کے تارے توڑ
 لاتے ہیں۔ ہمالیہ کی چوٹیاں سر کرتے ہیں۔ خون کے نذرانے پیش کرتے بھی دیکھا ہے۔
 ان کی یاد میں آہیں بھرتے، آنسو بہاتے دیکھا ہے۔ دودھ کی نہریں جاری کرتے ہیں ان کی
 اداؤں پر قربان ہوتے ہیں۔ ان جیسا لباس زیب تن کرتے ہیں نہ جانے کیا کیا کرتے
 ہیں۔ حالانکہ ان کے وہ محبوب بے وفا ہوتے ہیں۔ قدر نہ کرنے والے، وفاؤں کو نظر انداز
 کرنے والے، منہ موڑ لینے والے، طالب کی بے بسی کی تضحیک کرنے والے، مذاق اڑانے
 والے، رقیبوں سے رابطے بڑھا بڑھا کر جلانے والے پھر بعض اوقات ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
 منہ موڑ جانے والے ہوتے ہیں۔

اور اگر ہم اپنی نسبت، اپنی محبت کا مرکز، اپنی طلب کی انتہا، اپنی چاہتوں کا محور اس
 محبوب کو بنا لیں جس کو محبوبیت زیب دیتی ہے، جو دنیا میں چاہے جانے والوں میں سب
 سے زیادہ چاہا جانے والا ہے۔ جسے انسان چاہیں، حیوان قدموں پہ نچھاور ہوں، جانور سجدہ
 کریں، چرند پرند سلامی کو آئیں، فرشتے سلامی اور دزبانی کو آئیں۔ خود خالق اس کو چاہے
 اس کی راہوں کے تقدس کی قسمیں کھائے۔ مولا خود اس کے حسن کی داد دے۔ اس کی
 اداؤں کو تلاوت کا حصہ بنا دے تو اس کی نسبت ہمارے لئے یقیناً باعث عظمت بھی ہو،
 باعث نجات بھی، حضر میں بھی ہماری ساتھی ہو، سفر میں بھی ہم رفیق ہو، دنیا بھی سنوار دے
 آخرت بھی۔

ظفر چشتی دی کیہ اوقات سی دنیا دے وچ آقا
 تیری نسبت تھیں ہوگئی بلے بلے یا رسول اللہ (ﷺ)
 اگر یہ تمنا ہے تو آؤ جمال محمدی ﷺ چہرے پہ سجائیں سنت مصطفیٰ ﷺ کی بہار سے
 چہروں کو چمکائیں۔

تیرے در کے سوا آسودگی اور کہاں ملتی ہے
 تیرے در پر زمانہ ٹھوکریں کھاتا ہوا آیا
 آنکھ ہو یا دل، ہاتھ ہو یا پاؤں، جب اس کا تعلق کسی سے ہو جاتا ہے تو اس کی طرف
 کھنچتا چلا جاتا ہے۔ مقناطیس سے چمٹ کر لوہا خود کب جدا ہو سکتا ہے۔
 چمٹا لیا تصور جاناں کو جان سے
 اللہ رے شعور، دل بے شعور کا

البتہ جن سے نسبت کا مجھے دعویٰ ہے اس نے کہا تھا اپنی ہر چیز اللہ کو سونپ دے اور خود
 اپنے دل کے دروازے پر اس کا دربان بن کر بیٹھ جا۔ وہ جس کو دل میں آنے کی اجازت
 دے اسے آنے دے اور جسے منع کرے اسے روک دے اور ہوائے نفس کو دل کی دنیا سے
 دیس نکالا دے کر دوبارہ ادھر نہ آنے دے لیکن میں دل کے دروازے پر اس کا دربان بن کر
 نہ بیٹھ سکا۔ میری چاہتوں پر غالب آنے والا ہر غیر، میرے دل کے دروازے کی کنڈی خود
 ہی کھولتا ہے اندر آتا ہے اور میری چاہتوں کی ہوس اور تیز کرتا ہوا خود ہی باہر نکل جاتا ہے۔

دل میں اس کی یاد اور فکر جہاں بھی پیارے
 ایک نیام میں ہم نے رکھی ہیں یہ دو تلواریں

سوچ! ایک وقت آنا ہے اور ضرور آنا ہے۔ زمین کے اندھے غار قبر میں، وہاں ان
 سے سامنا ہونا ہے، وہ دیکھیں تو پہچان لیں واہ یہ تو ہمارا ہے، اپنا ہے، اس کی جبین شوق پر
 سجدوں کی چمک ہے، اس کا چہرہ میری سنت کی بہار کی لڑیوں سے سجا ہوا ہے۔ اس کے دل،
 خیال، دماغ میں میری یادوں کا بسیرا ہے۔ یہ تو سارا ہی میری اداؤں سے سجا ہوا ہے۔

آپ کی یہ پہچان، ہاں یہی اپنائیت ابد الابد تک راحتوں کی خیرات سے جھولیاں بھر دے گی اور اگر انہوں نے دیکھ کر پوچھا تو کون ہے؟ تمہارا نام کیا ہے؟ میں کہوں حضور ﷺ آپ کا غلام، مجھے غلام محمد کہتے ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ فرمادیں ہم نے کیا کہا تھا تم کیا بن کر آگئے ہو۔ ایسے ہوتے ہیں محمد ﷺ کے غلام؟

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں افسوس ہے ان پر جو روتے ہیں اس پر جس کا جسم مردہ ہو گیا لیکن اس پر نہیں روتے جس کا دل مردہ ہو گیا۔

”اور مردہ دل وہ ہوتا ہے جو یاد محبوب سے خالی ہو جائے“

میرے دوست گرنا آسان ہے چڑھنا مشکل ہے۔ کنویں میں گرنے کے لئے صرف چھلانگ لگا دینا ہی کافی ہے لیکن چڑھنے کے لئے کئی عوامل رسی، رسی کا پکڑنا، اوپر چڑھنے کے لئے تگ و دو کرنا، رسی پکڑنے کے لئے رسی کا تعاون و مدد حاصل کرنا۔ غرض چڑھنے کے لئے کئی چیزوں کی ضرورت ہے لیکن حضور رحمت عالم ﷺ کا اسم گرامی اتنا عظیم ہے کہ سو سالہ کفر و طغیان میں ڈوبا ہوا شخص بھی یہ نام لے کر ایمان و اتقی کی آخری سرحدوں کو فوراً چھو لیتا ہے۔ یہ اسی عظیم ترین محبوب ﷺ کی نسبت کا رنگ ہے۔ اگر چڑھ جائے تو منسوب اس نسبت کے حوالہ سے ساری دنیا کے لئے محسود بن جائے۔

نظروں میں میری حسن کی جنت بسا گیا

سنے میں میرے ایک شرر سا چھپا گیا

بخشا میرے نیاز کو جب ذوق بندگی

قدموں میں میرے عرش کے تازے گرا گیا

حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ شہر مدینہ کے ایک بازار میں کسی کام سے جا رہے تھے۔ تہ بند ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا تھا جیسے دور جہالت کا دستور تھا اور معمولی بات سمجھی جاتی تھی۔ البتہ یہ حرکت کچھ بڑائی کا احساس دلاتی تھی۔ اچانک پیچھے سے آواز آئی: يَا عَبِيدُ اِرْفَعِ اَزَارَكَ فَاِنَّهُ اَتَقَى وَابْقَى۔ اس آواز میں حکم بھی تھا درس بھی اور حکمتوں

کا سبق بھی کہ عبید اپنا تہبند اونچا کر دے کہ یہ پرہیزگاروں کی علامت ہے اور پائیداری کا نشان بھی۔

عبید نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو شاہکار ربوبیت، حسن و جمال کی زندہ تصویر، خلق و مروت کا اعلیٰ نمونہ، معلم انسانیت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے ملاقات ہو گئی۔ تبسم کناں درس طہارت و تقویٰ دے رہے ہیں۔ غلام نے عرض کیا آقا! اس کا کیا ہے ایک چادر سفید اور کالی دھاری والی ہے اور کیا ہے۔ آپ کا تبسم، جلال رسالت و نبوت میں بدل گیا اور پر جوش لہجہ میں ارشاد فرمایا: اَمَّا لَكَ فِيْ اُسُوَّةٍ۔ کیا تیرے لئے میری ذات ایک نمونہ نہیں؟ فضا میں ایک لرزش سی پیدا ہوئی یہ الفاظ بجلی بن کر کوند بن کر بکھرے اور دنیا بھر میں غلامی کا دم بھرنے والوں، نسبتوں پر فخر کرنے والوں کو ایک پیاری اور لبیلی راہ دکھا گئے۔ نسبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ منسوب الیہ کو یہ نہ کہنا پڑے کہ اَمَّا لَكَ فِيْ اُسُوَّةٍ کہ کیا تیرے لئے میری ذات میں کوئی نمونہ نہیں۔

چوں می گوئم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لالہ را

ماہر رضویات، مسعود ملت اسلامیہ، حضرت پروفیسر محمد مسعود صاحب کی روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ سن 1824ء کی بات ہے کہ ایک ہندوستانی ادیب، مرزا قتیل سے ایک ایرانی ادیب بہت متاثر ہوا۔ ایرانی ادیب مرزا قتیل کی زیارت کا شرف حاصل کرنے ایران سے چلا۔ ہندوستان پہنچا جب ان کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو مرزا قتیل اس وقت داڑھی مونڈ رہے تھے ایرانی ادیب بہت حیران ہوا۔ مرزا قتیل کو دیکھتے ہی کہنے لگا آغا! ریش می تراشی؟ آقا داڑھی چھیل رہے ہیں آپ؟

اس نے جواب دیا۔

بلے! موئے می تراشم۔ ولے دلے کسے نئے خراشم۔ ہاں اپنے بال تراش رہا ہوں کسی کا دل تو نہیں دکھا رہا۔

ایرانی ادیب نے کہا۔

آرے دل رسول اللہ ﷺ می خراشی۔ ہاں تم رسول اللہ ﷺ کا دل تو ضرور دکھا

رہے ہو۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔ یہ فقرہ تیرو سناں کی طرح سیدھا مرزا قاتل کے دل پر جا کر پیوست ہو گیا اور مرزا قاتل واقعی قاتل ہو گئے اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب تھوڑی دیر بعد انہیں ہوش آیا تو وہ واقعی ہوش میں آچکے تھے۔ کہنے لگے آغا

جزاک اللہ چشم باز کردی

مرابا جان جان ہراز کردی

یعنی اللہ آپ کا بھلا کرے۔ آپ نے میری آنکھیں کھول دیں اور میری جان کی جان، میرے محبوب میرے آقا، میرے منسوب الیہ سے آپ نے مجھے ہراز کر دیا ﷺ۔ ہمارے محبوب وہ ہیں جو محبوب ذوالکرم والاحسان بھی ہیں ﷺ۔ ان کے محبت اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کے تمام چاہنے والوں اور آپ سے نسبت رکھنے والوں کو حکم دیا ہے کہ میرے محبوب سے نسبت کا دعویٰ کرنے والو، دعوے کا ثبوت دو۔ وَمَا أَلْسِنَةُ الرُّسُولِ فَعَلُّوْكَ وَمَا نَهَيْكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر: 7) یعنی دعویٰ نسبت و محبت کا تقاضا یہ ہے کہ میرا محبوب تمہیں جو کچھ دے لے لو اور جس سے منع کرے اس سے باز آ جاؤ۔

اور اپنے محبوب سے بھی کہلوا دیا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (آل عمران: 31) یعنی اے میرے محبوب! آپ ان سے فرمادیں اگر تم اللہ تعالیٰ کی محبت کا دم بھرتے ہو تو اس کا ثبوت دینے کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے۔ میرے ہو جاؤ جو میرا ہوا وہ اللہ کا ہوا۔ جو مجھ سے پھر اللہ اس سے پھر گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے فیضان سے بھی آگاہ کر دیا کہ يُحِبُّكُمْ اللّٰهُ (آل عمران: 31) کہ اللہ تعالیٰ خود تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا۔ اس کے محبوب ہونے کی شان شاید ہر کوئی نہ جانتا ہو اس کی شان پھر یہ ہوتی ہے کہ خالق کائنات پھر ساری کائنات کی تقدیر اس کے ہاتھ دیتے ہوئے کہتا ہے پیارے ”یہ

جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں“ اب زمانے کی تقدیر تیرے ہاتھ میں ہے۔

میرے دوست! میرے عزیز! میرے بھائی! جس کی نسبت اس مقام پر پہنچ جائے کہ عزت بھی دے عظمت بھی مالک ارض و سما بھی بنائے اور تقدیر زمانہ کی باگ بھی اس کے ہاتھ میں تھما دے تو اس سے نسبت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف اسی کے ہو جائیں۔

کیا تمازت دھوپ کیسی اور کہاں کی حدتیں

ان کا دامن تھام لو پھر حشر تک سایہ بہت

ذات مصطفوی ﷺ

جب کبھی میں حضور رحمت عالم، معلم کائنات، متمم مکارم اخلاق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر کچھ لکھنے کا ارادہ کرتا ہوں تو میں یوں محسوس کرتا ہوں کہ میں ایک چمن پر بہار کے دروازے پر آکھڑا ہوں اور اس چمن کا ہر پھول، ہر پتہ اور ہر پھول کی پنکھڑی اور پتے کا ریشہ مجھے دعوتِ نظارہ دیتا ہے اور میں ہر پنکھڑی کے حسن میں یوں گم ہو جاتا ہوں کہ اس کی مہک میرے مشامِ جانِ ایمان کو معطر کئے دیتی ہے۔

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھولِ خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

آئیے! آج ہم اپنے آقا و مولا، راحتِ جان و ایماں ﷺ کی سیرتِ طیبہ کے چمن پر بہار کے چند گوشوں کی سیر کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم روفِ الرحیم ﷺ کا بچپن ایسا ہے کہ اس کے حسن میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے۔ آپ کے بچپن میں وہ لڑکپن جو کھلنڈرے لڑکوں میں ہوتا ہے نہیں تھا کہ کھیل کود اور لہو و لعب کے لئے نکلے تو پھر واپسی کا راستہ ہی بھول گئے یا وہ گوئی، بے ہودگی، قہقہے، تمسخر، خود فراموشی اور ناعاقبت اندیشی جیسی بے ہودہ صفات بچپن ہی میں آجاتی ہیں لیکن حضور معلم کائنات ﷺ کے بچپن میں ایسی کسی حرکت کا کہیں دور تک اندیشہ نہیں۔ کھیل کود سے کوسوں دور یا وہ گوئی و بے ہودگی کا کوئی تصور نہیں بلکہ سنجیدگی اور وقار کے پیکر جمیل ﷺ نے قہقہے اور تمسخر کا ناپاک منہ زندگی بھر نہیں دیکھا۔ ناعاقبت اندیشی ایک اندھا پن ہے وہ اس ذات والا صفات میں کیسے آسکتا ہے جس نے ساری انسانیت کو بصارت و بصیرت کی دولت سے مالا مال کرنا ہے۔

آپ نے بچپن میں ہی فکر و تدبیر کے ایسے حسین کارنامے سرانجام دیئے کہ سرگردگان

عرب کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ حجر اسود کی تنصیب کا واقعہ کے یاد نہیں جس پر پورا عرب رَضِينَا هَذَا اَمِين کے نعرے لگانا شروع کر دیتا ہے۔

آپ کا بچپنا جس میں بچوں کو شعور نیک و بد تو کیا اتنا بچپنا کہ کسی کو ابھی پچاننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا نیک و بد کی تمیز کرنے کی اہمیت سے عاری ہوتا ہے یعنی شیر خوارگی کا زمانہ۔ اس میں بھی آپ نے وہ حسن شعور و آگہی کا معجزہ دکھایا کہ کسی اعلیٰ سے اعلیٰ انسان کی زندگی میں ڈھونڈے سے نہ ملے کہ رضاعی والدہ کی چھاتی سے منہ لگاتے ہیں دائیں جانب سے دودھ نوش فرمالینے کے بعد جب حلیمہ نے آپ کو بائیں طرف دودھ پینے کے لئے مائل کیا تو آپ نے دودھ پینے سے انکار کر دیا کہ اگر میں بھی اپنے دودھ شریک بھائی کے حصے کا دودھ پینے لگوں تو مکارم اخلاق کے پہلوؤں میں سے اس پہلو کی تکمیل کون کرے گا۔

گویا آپ کے بچپن کا ہر دن اور ہر لمحہ آپ کی ذات کریمہ کے حسن عمل کی ایسی مہک پیش کرتا ہے کہ کائنات انسانی آج تک اس مہک سے مسحور و مخمور ہو رہی ہے اور قیامت تک اس کی مہک اپنی خوشبو پھیلاتی رہے گی۔

اللہ اللہ وہ بچنے کی بھین

اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

یہ بچنے کے مکارم اخلاق کا ایک حسین پہلو ہے آپ نے اپنی رضاعت کے لئے اس عورت کا، اس خاندان کا انتخاب فرمایا جو اپنی غربت اپنے افلاس اپنی کمزوریوں کی وجہ سے امراء کے بچوں کے حصول میں ناکام ہو کر مزید اپنی بے بسی پر آنسو بہا رہا تھا۔ بے چارگی اور شکستگی کے بھرپور احساس کے بوجھ تلے دبے ہوئے انسانوں کو اپنے فیوض و برکات سے اس قدر مالا مال کر دیا کہ اسے کسی اور کی طرف منہ اٹھا کر دیکھنے کی ضرورت ہی نہ رہی بلکہ دنیا بھر کے امراء، وزراء اور شہنشاہان زمانہ اس کے کچے سے کوٹھے کی عظمت و رفعت اور شان پر رشک کرنے لگے۔ وہ چھوٹی سی کٹیا مرکز انوار الہیہ ہونے کے ساتھ ساتھ مرکز عقیدت و محبت بھی بن گئی۔

دنیا کہتی ہے کہ حلیمہ تو نے نبی کو پالا ہے
میں کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ میرے نبی نے پالا ہے

آپ کی جوانی اتنی پاکیزہ اور مقدس ہے کہ بڑے سے بڑا دشمن اور ناقہ آپ کی جوانی پر کوئی حرف نہ لاسکا۔ عرب کا وہ ماحول جس پر شراب، جوا، قتل و غارت، فخر و غرور، کبر و نخوت، خودنمائی اور جنگ و جدل کے ناپاک اور گہرے بادل چھائے ہوئے تھے کہ کوئی گھر اور گھر کا کوئی فرد ایسا نہیں جو ان ناپاک بادلوں میں گھرا ہوا نہ ہو اور اس پرستم ظریفی کہ کسی کو ان گھمبیر اندھیروں سے خوف نہیں آتا بلکہ کفر و شرک، ضلالت و گمراہی سے یوں چپٹے ہوئے تھے جیسے اس سے جدائی ان کے لئے موت کا پیغام ہو۔

بگڑ بگڑ کر تھا اتنا بگڑا کہ کتنی نسلیں بگاڑ کر بھی

دل یہ چاہے میں اور بگڑوں میں اور بگڑا ہی جا رہا تھا

ایسے میں عبدالمطلب کا پوتا، عبد اللہ کا بیٹا اور آمنہ کا لعل ﷺ یوں نکھر کر سامنے آتا ہے کہ دنیا کی آنکھیں حیرت و استعجاب کی تصویر بن جاتی ہیں۔ اس ہاشمی و مطلبی جوان کی بے داغ جوانی معاشرے کو حیرت زدہ کر دیتی ہے۔ اس عمر میں جب کہ نگاہ نیک بھی بدنام ہوتی ہے میرے ہادی، میرے راہبر ﷺ کا شباب ایک مثالی نمونہ ہے۔ اتنا خوبصورت اور اتنا پاکیزہ ہے کہ اس کے تقدس کی گرد راہ کو بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے باوصف جو آپ کے اس عالم شباب کی سیرت و کردار کو دیکھ لیتا ہے اس کا اسی حسن میں ڈوب جانے کو جی چاہتا ہے اس کی تمنا ہوتی ہے کہ کم از کم میری نسل ضرور اس سانچے میں ڈھل جائے۔

کیا کوئی نشاندہی کر سکتا ہے کہ عرب و عجم کے نو جوانوں کے دلوں کی دھڑکنوں میں بسنے والے اس عرب نو جوان کی آنکھ نے کہیں خیانت کی ہو۔ اس کی خلوت نے کوئی ایسا قدم اٹھا ہو جو وجہ انگشت نمائی بن سکتا ہو۔ اس کی جلوت پر کسی نے حرف رکھا ہو۔ اخلاق جمیلہ کے ہر پہلو کی تکمیل کرنے والے معلم اخلاق ﷺ کی جوانی دیکھو! یہاں جوانی دیوانگی نہیں فرزا گی ہے، عقل و شعور ہے، فہم و فراست ہے بلکہ ان کے ہاں جوانی تقدس، پاکیزگی اور

شیوہ پیغمبری بن جاتی ہے۔ غرض آپ کی جوانی اور عالم شباب کی سیرت کے جملہ ابواب ایسے روشن ہیں کہ پوری دنیائے انسانیت اپنے آپ کو اس سانچے میں ڈھالنے کے لئے بے چین و بے قرار ہے۔

مجھ سے تو ہونہ سکے پیکر دلبر کا بیاں
یہ الگ بات ہے دیتا رہوں اظہار کو طول

حضور رحمت عالم ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی حیات طیبہ کے لاکھوں پہلو ایسے ہیں جن پر گفتگو قلم، قراطس جاں پر موتی بکھیرتا ہے۔ قلب و زبان کو لذت ملتی ہے۔ اس دنیا نے دوستی کے پیکر جمیل اور دوستی کے عجیب انداز دیکھے ہوں گے لیکن قریش عرب کے ایک سلجھے ہوئے شخص ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھے کہ آپ کے دوست حضرت محمد بن عبد اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں تو کیا وہ بے ساختہ نہ کہتے ہوں گے کہ میری ترجمانی تو حسان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نے ثابت کر دی ہے۔

وَاجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرْقُطْ عَيْنِي ☆ وَ اكْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

آپ فرماتے ہیں میں نے ان سے ان کی نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے دعوے کی کوئی دلیل نہیں مانگی۔ آپ کی صداقت، امانت، دیانت اور دوستی پر مجھے ناز ہے۔ میرا تن من دھن ایسے دوست پر قربان۔ جی تو یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دے کہ میری زندگی کے تمام اثاثے اس دوست پر نذر ہو جائیں اور میری نظریں ہوں اور آپ کا چہرہ انور ہو اور میں اسے دیکھتا ہی رہ جاؤں۔

چن جی نون ویکھنے دی اکھیاں نو بھکھ اے

تے بھکھ لتھی کدی وی نہ ایہو مینوں دکھ اے

خالق کائنات نے اپنی تخلیق کی تمام رعنائیاں جس شخصیت میں سمو کر رکھ دیں اس ذات ستودہ صفات کو اس کے ایک اور نازک پہلو سے دیکھتے ہیں جس پہلو سے شاید ہی دنیا کا کوئی عظیم الشان حسن مجسم کا پیکر نظر آتا ہو اور وہ ہے ایک عورت کا شوہر ہونے کی حیثیت۔

ہم نے دیکھا ہے کہ وہ شخص جس کے نام پر دنیا میں ہزاروں اور لاکھوں افراد اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں ضروری نہیں کہ اس رعبیرو قاعد کے لئے اس کی بیوی کے دل میں بھی اسی طرح کے جذبات ہوں اور وہ رعبیرو قاعد اپنی زوجہ کے لئے بھی اسی طرح دل کی دھڑکتوں کا باہی ہو لیکن جس ذات ستورہ صفات کا ذکر اس وقت جاری نظروں، ذہنوں اور دماغوں کے لئے عطر بنیایا کر کے ہمیں مسح کر رہا ہے اس کی ایک دو بیویاں نہیں گیا۔ بیویوں میں سے کوئی ایک بھی لسی نہیں جو آپ کو اس طرح نہ چاہتی ہو جس طرح انیس ہرنگہ پڑھنے والا چاہتا ہے بلکہ ان سے بھی کہیں زیادہ حتیٰ کہ یہ کمال اس عروج اور یونگ تک پہنچتا ہے کہ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد اعلان ہوتے ہی سب سے پہلے جو شہ دل کا تذرانہ پیش کرتا ہے وہ آپ کی بیوی ہے جو دنیا بھر کی جہاں دیدہ، طاہرہ، عظیمہ اور دولت مند بھی ہے اور زندگی میں آپ کی شریک حیات ہو کر چند سال کا طویل عرصہ آپ کی خوبت و خوبت کی رشتہ رہی ہے۔ وہی بیوی نہ صرف آپ کا کمر پڑھتی ہے بلکہ زندگی بھر کا سرمایہ قدموں پر ڈھیر کر دیتی ہے کہ اے میرے آقا اے میرے مولا تم پہ لاکھوں سلام ہوں۔

خَلِيفَتٌ مُّبْرَأَةٌ مِنْ كُلِّ غَيْبٍ
كَذَلِكَ قَدْ خَلِيفَتُ كَمَا تَشَاءُ

دنیا میں جتنے بھی رعبیرو قاعد اس نظامِ سیٹھ میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی منہجی منہجی گفتگو کی گولیاں کھا کر لوگ ان پر فدا ہوا ہو جاتے ہیں۔ پروانوں کی طرح جانس نچھاور کرتے ہیں لیکن عمل کی دنیا میں وہ رعبیرو قاعدین خود اپنے بتائے ہوئے رولوں کے معیار پر پورے نہیں اترتے جس کا نظرت ان سے قہنسا کرتی ہے وہ لوگوں کو عمل کی رہت و چھتے ہیں لیکن خود اس دلتے پر چھتا ان کے لئے بہت ہی دشوار ہوتا ہے۔

رہو صحرا تو دکھائی اس نے ملل شوق کو
تو خود بیٹھا رہا محفل میں فرزند نے

لیکن عمل کے اس آئینے میں بھی کوئی میرے ہادی و رہبر ﷺ کو دیکھے۔ سبحان اللہ اور عمل کی کسی راہ پر بھی اس کو دیکھنا چاہے تو اس کو نظر آئے گا کہ وہ عظیم انسان، عظمت انسانیت کا علم بردار اس راہ پر بہت آگے نکل گیا ہے۔ دنیا کا کوئی رہبر، کوئی قائد، کوئی ہادی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اگر کوئی میرے آقا ﷺ کو عبادت و ریاضت، سجدہ ریزی و آہ وزاری، شب بیداری و آہ سحرگاہی، تدبر و تفکر اور ذکر و فکر میں ڈوبے ہوئے دیکھے تو وہ ان کو اتنا آگے بڑھا ہوا پائے گا کہ خود خالق حقیقی، معبود برحق، جل و علیٰ اسے کہہ رہا ہوگا کہ اے کالی کملی اوڑھنے والے محبوب ﷺ! قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا (منزل) راتوں کو قیام کرو اور ضرور کرو لیکن تھوڑا رات کا نصف حصہ یا اس سے کم و بیش۔

اور اگر کوئی اسے مسند انصاف پر بیٹھا ہوا پائے تو اپنی عینک پر لاکھ غیریت کے غبار ڈال لے پھر بھی اسے اس جیسا کوئی منصف نہ مل سکے گا کہ وہ کہہ رہا ہو کہ مجھے اس ذات باری تعالیٰ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے الفا الفا۔ اگر بنی تمیم کی عورت کی جگہ میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرنے والی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

سائنس چاہے کتنے ہی مہتاب طے کرے

لیکن پہنچ سکے گی نہ گرد رسول ﷺ کو

اگر کوئی میرے سر پر اپنی رحمتوں کی چادر کا سایہ ہمیشہ رکھنے والے کو بحیثیت امین اور امانت وارد دیکھنا چاہے تو دیکھے وہ ایسا امین ہے کہ امانت رکھی ہوئی چیز کی نوعیت بدلنا بھی پسند نہیں کرتا۔ وہ یہ سبق دیتا ہے کہ اگر کسی چیز کی حیثیت ایک جیسی ہو اور نمبر مختلف ہوں اور سوائے نمبر کی تبدیلی کے اس کی حیثیت میں ایک شے بھی فرق نہ ہو پھر بھی امانت رکھنے والے نے اس کو جیسا تمہارے پاس رکھا ہے عرصہ دراز کے بعد بھی آپ سے طلب کرے تو بعینہ اسی طرح اس کو لوٹانا ضروری ہے۔ امانت رکھنے والے کے ساتھ ممکن ہے تعلقات اس طویل عرصہ میں بہتر نہ رہے ہوں پھر بھی تمہیں اختیار نہیں ہے کہ اس کی امانت میں خیانت

کرو اور اس حکم کے پس منظر میں اس کا اپنا کردار اس حکم سے بھی بہت آگے ہے۔ اس کی جان کے دشمن راہ میں کانٹے بچھانے والے، اس کے جاں نثاروں کو دہکتے انگاروں پر لٹانے والے، گلے میں رسی ڈال کر گلیوں، بازاروں میں گھسیٹنے والے بھی اس کے پاس اپنی امانتیں رکھتے ہیں اس لئے کہ انہیں یقین ہے کہ ہزار مخالفت کے باوجود، ہماری امانتوں میں خیانت نہیں کریں گے۔ چرخ نیلاؤں کے چمکتے ستاروں نے ایسا منظر کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ سنگی تمواریں جو اس کے خون کی پیاسی گھر سے باہر صرف ان لمحات کے انتظار میں ہیں کہ جو نبی باہر نکلے اور اس کے خون کا خراج وصول کر کے اپنی پیاس بجھالیں لیکن میرا عظیم تر پیغمبر ﷺ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اپنے گھر سے نکلنے سے پہلے ان کی امانتیں اپنے چچا زاد بھائی، اپنے جاں نثار علی رضی اللہ عنہ کو سونپ دیتا ہے کہ ان نادانوں کی امانتیں ان کے سپرد کر دی جائیں۔ یہ تو مجھے نہیں جانتے، میں تو اپنی حیثیت اپنے مقام، اپنے مرتبے اور اپنے منصب اور اس منصب کے تقاضوں کو خوب سمجھتا ہوں۔

قرآن کے لفظ لفظ کی سچی دلیل ہیں

میرے حضور میرے خدا کی دلیل ہیں

تہذیب کوئی نہ کر سکے جس کو مسترد

انسان کے عروج کی ایسی دلیل ہیں

اگر کوئی سکول و کالج اور یونیورسٹی کا استاد اپنے لئے کسی عظمت کے مینار کو سامنے رکھ کر اپنے راہ عمل کا بہترین انتخاب مقرر کرنا چاہے تو اسے آپ جیسا کوئی معلم نہیں مل سکے گا۔ اس کا تو منصب ہی معلم ہونا ہے۔ اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا اور وہ ایسا معلم ثابت ہوا کہ اس کے مدرسہ، اس کی یونیورسٹی، صفہ سے پڑھے لکھے لوگ دنیا کے عظیم مقنن، عظیم سپہ سالار، عظیم قائد، عظیم منتظم اور انسانیت کے درد آشنا بن کر دنیا کے سامنے آئے کہ چودہ صدیاں بیت گئیں، پندرہویں صدی کے سفر کا آغاز ہو چکا اور اگر ایسی اور بھی ہزار صدیاں آ کر گزر جائیں ترقی و عروج کی تھکلی پھینکنے والے اوج ثریا سے گزر جائیں پھر بھی اس کے پڑھائے

لوگوں کی گرو راہ کو نہیں پہنچ پائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

جو قدریں، حسن، حیات کا ہیں

عکس آپ کی تعلیمات کا ہیں

جتنے بھی علوم ہیں دنیا میں

سب ترجمہ آپ کی ذات کا ہیں

حرص و آرز کی اور چاہتوں کی بڑی بڑی کرسیوں تک رسائی کے لئے ساری کائنات

میدان کارزار بنی ہوئی ہے۔ قتل و غارت، حسد و بغض اور کینہ پروری کی غلاظتوں کے ڈھیر

سے زمین فکر میں نفرتوں کے کانٹے بوئے ہوئے ہیں۔ حل و حرمت کی تمیز کا شیرازہ بکھرا ہوا

ہے۔ سیم و زر جمع کرنے اور کرسی اقتدار تک پہنچنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا جا رہا ہے۔

انسان درندے بن گئے ہیں۔ ایسے عالم میں اگر کہیں کسی جگہ فتح مل گئی تو نصیم کو تاخت و

تاراج، تباہ و برباد اور تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ بچے، بوڑھے، جوان اور عورتوں کے خون کی

ندیاں بہا دی گئیں، شہر برباد کر دیئے گئے، بستیاں اجاڑ دی گئیں، درخت کاٹ دیئے گئے،

پانی کے ذخائر میں زہر ملا دیئے گئے، انتقام کی آگ اور فتح کے نشے میں انسان دیواروں

میں چن دیئے گئے۔ نیزوں کی انیوں پر اچھال دیئے گئے۔ غرض ہر طرف موت و قیامت

کی قیامت خیزیاں اور ویرانیاں چھائی ہوئی ہیں۔

ان کے مقابلے میں اگر شاہکار ربوبیت رحمۃ للعالمین ﷺ یعنی ذات مصطفیٰ ﷺ

کی عظمت کا جائزہ لینا ہو تو اس سے یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ حرص و آرز اور کرسی اقتدار اور تاج

شہنشاہی کے حصول کے لیے جو کردار دنیا ادا کر رہی ہے ان کو دشمن کی طرف سے یقیناً اتنی

تکالیف، دکھ، اذیتیں اور کرب نہیں ملے ہوں گے جتنے محسن انسانیت، حبیب کبریا ﷺ کی

ذات ستودہ صفات کو اٹھانے پڑے۔ لیکن یہی عظمتوں کا تاج پہننے والا جب ان ظالموں پر

فتح پاتا ہے تو ۱۳ سالہ مشرکین مکہ کا دور ظلم و بربریت اس کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے

اس کی راہ میں کانٹے بچھانے والے، پتھر مار مار کر لہو لہان کر دینے والے، کوڑا کرکٹ سر پر

پھینکنے والے، غلاظت بھری اوجھ عین سجدے کی حالت میں ڈالنے والے، تمسخر اور طنز کے زہر میں بچھے ہوئے تیر ہر وقت برسانے والے، اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے چاہنے والوں کے گلے میں رسی ڈال کر بازاروں اور گلیوں میں گھسیٹنے والے، حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان کو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے تسلیم کرنے کے جرم میں انتہائی سفاکی اور بربریت سے ذبح کر دینے والے، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی دونوں ٹانگوں کو مختلف اونٹوں کے ساتھ سمت مخالف اونٹوں کو بھگا کر درمیان سے چیر دینے والے، آپ کے شفیق چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ناک، کان اور ہونٹ کاٹ کر شکل بگاڑ دینے والے حتیٰ کہ آپ کا کلیجہ نکال کر چبانے والے، شہر مقدس مکہ مکرمہ کی پاکیزہ سرزمین سے ہجرت پر مجبور کرنے والے سب اس کے حضور میں ایک مجرم و بے بس کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ کوئی ایسا فاتح لا کر دکھاؤ جس نے دکھ سہے ہوں، اتنی اذیتیں برداشت کی ہوں، اتنے کرب برداشت کئے ہوں اور ان پر فتح حاصل ہونے کے وقت ان سے انتقام لینے میں کچھ مانع بھی نہ ہو ایسے میں وہ آمنہ کا لعل، امن کا داعی، حلیمہ کا دلارا، حلم و بردباری کا پیکر، قبیلہ سعد سے دودھ پینے والا، سعادتوں کی تقسیم کنندہ ذات مصطفیٰ ﷺ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور فاتح مکہ فرماتا ہے کہ آج میرے چچا جان سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرا کے کلیجہ چبانے والی ہندہ کے خاوند کے لئے حکم نافذ کرتا ہوں کہ آج نہ صرف یہ کہ اسے عام معافی دی جاتی ہے بلکہ آج جو اس کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امان ہے کہ ہم نے اس گھر کو بھی دارالامان بنا دیا ہے۔

حکم ہوتا ہے جو اپنے گھر کے دروازے بند کر لے اسے کچھ نہ کہا جائے گا۔ جو صلح کی پیشکش کرے اس سے صلح کی جائے گی وہ نہ ان پر پانی بند کرتا ہے نہ ان کو غلام بناتا ہے نہ ان کی عورتوں پر غاصبانہ قبضہ کرتا ہے بلکہ وہ پوچھتا ہے اے شہر مکہ والو بتاؤ تم سے آج کیا سلوک کیا جائے؟ ایک طرف سے آواز آتی ہے آپ بھی کریم ہیں آپ کا باپ بھی کریم تھا اور آج۔

تیرے کرم سے ہماری سلامت ہے زندگی
تیرا کرم نہ ہو تو قیامت ہے زندگی

ارشاد: دوتا ہے کہ آج میں وہی اعلان کرتا ہوں جو میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو دیا تھا۔ لَا تَتَّوْبُ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ (یوسف: 92) جاؤ آج تم پر کوئی گرفت نہیں۔

سلیمان ندوی خطبات مدارس میں میرے کریم آقا ﷺ کی ذات کے حوالہ سے مختصر اور جامع نقشہ پیش کرتے ہیں۔

”ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو وہ صرف حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات کی سیرت ہے۔ اگر تم دولت مند ہو تو مکے کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو ﷺ۔ اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب میں محصور اور مدینے کے مہمان کی کیفیت سنو ﷺ۔ اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو ﷺ۔ اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر ایک نظر ڈالو۔ اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفحہ کی درسگاہ کے معلم قدس کو دیکھو ﷺ۔ اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو ﷺ۔ اگر تنہائی اور بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکے کے صادق و امین کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے ﷺ۔ اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو ﷺ۔ اگر یتیم ہو تو عبد اللہ و آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو ﷺ۔ اگر عدالت کے قاضی اور پنچائیت کے ثالث ہو تو کعبے میں طلوع آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبے کے ایک گوشے میں کھڑا کر رہا ہے ﷺ۔ مدینے کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے ﷺ۔ اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ و عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مقدس شوہر کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرو

ﷺ۔ اگر اولاد والے ہو تو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد اور حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نانا کا حال پوچھو ﷺ۔ غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لئے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کے لئے ہدایت کا چراغ اور راہنمائی کا نور، محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔ (مرقع اردو اشاعت دوم ص ۲، ۳)

ان کی عظمت کی جھلک دیکھ کے معراج کی رات
تب سے جبرئیل کی خواہش ہے بشر ہو جائے

میرے کریم گلیوں بازاروں میں چلیں تو ساری دنیا کو حسن کی دولت بکھیرنے والا اس کے راہ گزاروں کی قسمیں کھائے۔ وہ سفر پہ نکلے تو اس کے سفر معراج کی روداد، سفر کرانے والا پروردگار خود لکھے اور بیان کرے، اس کے بچے وصال فرما جائیں تو خود تسلیاں دے، کپڑوں میں کالی کملی اوڑھ لے تو وہ اس کے کالے کمل میں اوڑھے ہوئے انداز کو منزل کہہ کر ساری کائنات کے لئے ایک لازوال ادا بنائے۔ وہ سفید چادر اوڑھ لے تو مدثر کے لقب سے نوازا جائے۔ کوئی دشمن بکو اس کرے اور آپ کے ید اللہی ہاتھوں کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کرے تو وہ ذات باری تعالیٰ اس کے ہاتھ خود آپ توڑے اور اپنی لازوال کتاب میں اس کی اس خباثت کا یوں تذکرہ کرے کہ جب کوئی قاری قرآن پڑھے تو اس کے محبوب کے گستاخ کے ہاتھ توڑنے اور اس کو تباہ و برباد ہونے کا تذکرہ کرے۔ کوئی اس کی ذات ستودہ صفات کی شان میں بکو اس کرے تو وہ اپنے کلام ازلی میں اس کے عیب گنوا گنوا کر اس کے بداصل ہونے کا بھانڈا پھوڑ دے۔ کہیں اس کی مبارک زندگی کی قسمیں کھائے کہیں اس کے چہرہ انور اور ضیاء بار کی تعریفیں کرے غرض۔

کوئی کیا تعریف اسم محمد کرے

حمد کی حمد ہے، نعت کی نعت ہے

اے ناظر! جس ذات مصطفیٰ ﷺ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل کیا ہو اس

ذات والاصفات کی تعریف ایک ظفر چستی کیا کر سکتا ہے۔ لاکھوں صدیوں کی عمریں بھی مل جائیں اور ان میں مجھے صرف تعریف سرکار ﷺ ہی لکھنا ہو اور میری اس سعادت میں لاکھوں کروڑوں انسان، فرشتے اور ہمہ قسم کی مخلوق شامل ہو جائے پھر بھی ان کی مقدس زندگی کے کسی ایک پہلو کی کما حقہ تعریف ناممکن ہوگی۔

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

☆☆☆☆☆

لَا يُمَكِّنُ الشَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

☆☆☆☆☆

مجھ سے تو ہو نہ سکے پیکر دلبر کا بیاں
یہ الگ بات ہے دیتا رہوں اظہار کو طول

نور انیت مصطفوی ﷺ

میرے نزدیک یہ سوال ہی جہالت کی پیداوار ہے کہ حضور ﷺ نور ہیں یا بشر؟ کیونکہ نور کی ضد بشر نہیں اور نہ بشر کی ضد نور ہے یہ تو ایسے ہی ہوا جیسے کوئی پوچھے بتاؤ وہ فلاں شخص کالا تھا یا ٹھنکنا؟ اسے کہا جائے گا کہ بھی کالے کا متضاد ٹھنکنا نہیں سفید ہے اور ٹھنکنے کی ضد کالا نہیں لبا ترنگا ہے یا اگر کوئی پوچھے کہ جی فلاں صاحب پڑھے لکھے ہیں یا اپاج؟ تو اس سے کہا جائے گا ارے نادان! پڑھے لکھے کا متضاد جاہل ہے اور اپاج کا متضاد تندرست و توانا ہے۔ بعینہ اگر حضور رحمت عالم ﷺ کے بارے میں کوئی سوال کرے کہ بتاؤ حضور ﷺ نور ہیں یا بشر؟ تو ہم کہیں گے کہ تمہارا یہ سوال ہی غلط ہے کیونکہ نور کی ضد بشر نہیں ظلمت ہے اور بشر کی ضد نور نہیں بلکہ جن یا فرشتہ ہے۔ اس وضاحت کے بعد اس سے کہو کہ اب سوال کرو کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ نور ہیں یا ظلمت؟ یا حضور ﷺ بشر ہیں یا جن یا فرشتہ۔

میرے خیال میں احمق سے احمق ترین شخص بھی یہ سوال لب پر نہ لاسکے گا وہ اپنی تمام تر خباث نفسی و باطنی کے باوجود یہ سوال کر ہی نہیں سکے گا۔

تو نتیجہ یہ ہوا کہ حضور ﷺ ظلمت نہیں نور ہیں۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ فرشتے یا جن نہیں بلکہ بشر اور انسان ہیں گویا حضور نبی رحمت ﷺ نور بھی ہیں بشر بھی ہیں یعنی آپ بے مثل اور بے مثال نوری بشر ہیں۔

ہمارے نزدیک حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کے بارے میں نور ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ حضور سرور کائنات ﷺ نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا ہیں اور نہ ہی ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضور نبی الانبیاء ﷺ کی ذات کے نور کا مادہ اللہ تعالیٰ کا نور ہے العیاذ باللہ۔ اور اس کا یہ مفہوم بھی ہرگز نہیں کہ حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور کی طرح ازلی وابدی ہے اور اس کا یہ مفہوم بھی نہ سمجھا جائے کہ

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ فداہ امی و ابی الفالفا کی ذات میں سرایت کر گیا ہے۔

یہ جملہ امور غلط فہمی کی پیداوار ہیں۔ جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ حضور نبی کریم روف رحیم ﷺ کی ذات کے نور ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ حضور پر نور ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات سے بلا واسطہ فیض لینے والے ہیں جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلا کر پھر اس چراغ سے آگے ہزاروں لاکھوں چراغ جلائے جائیں یا ایک آئینہ سورج سے بلا واسطہ چمک حاصل کرتا ہے اس کا دوسرا رخ اندھیرے کمرے میں پڑے ہزاروں آئینوں کی طرف بھی ہو تو وہ اس سورج سے بلا واسطہ نور لے کر روشن ہو جائیں گے۔

اب ظاہر ہے کہ پہلے آئینے میں سورج نے نہ تو سرایت کیا ہے اور نہ حلول کیا ہے اس کے باوجود اگر یہ آئینہ درمیان میں سے ہٹا دیا جائے تو باقی آئینے پھر اندھے کے اندھے ہو کر رہ جائیں۔ اگر پوری کائنات میں بے حد و عدد علم و فضل کے چراغ روشن ہیں تو صرف یہ اسی آئینہ حق نما ﷺ کی موجودگی کا احساس دلاتے ہیں۔ وہ آئینہ آج بھی اسی طرح ذات باری تعالیٰ سے فیض یاب ہو کر پوری کائنات کو منور کر رہا ہے ﷺ۔

نور کو دو طرح سے سمجھا جاسکتا ہے ایک نور حسی جسے آنکھوں سے محسوس کیا جاسکتا ہے جیسے دھوپ، چاندنی، روشنی، بجلی اور چمک وغیرہ۔ یہ اجالا بھی نور ہی کہلاتا ہے اور اسے ہر آنکھ والا اور چشم بینا والا محسوس کرتا ہے۔ دوسرا نور عقلی ہے جسے آنکھ سے محسوس تو نہ کیا جاسکے البتہ عقل تسلیم کرتی ہے کہ یہ نور ہے جیسے علم و فن، ہدایت و رہنمائی، حقیقت و معرفت کی پہچان، دین اسلام، کتاب ہدایت، تجربات، فہم و بصیرت، یہ ایسا نور ہے جو صرف دل بینا کو نظر آتا ہے اور اس نور کو صرف صاحب بصیرت ہی دیکھ سکتا ہے۔ جاہل و عالم میں کیا وجہ امتیاز ہے۔ تجربہ اور نا تجربہ کاری میں کیا فرق ہے۔ دین دار اور بے دین میں کیا وجہ امتیاز ہے۔ یہ فرق کر سکتا بھی نور ہے۔ آنکھ کو تو بظاہر ان میں کوئی وجہ امتیاز اور کوئی فرق نظر نہیں آتا دونوں کے اعضاء جسمانی ایک سے ہیں۔ دونوں کا انداز گفتگو و رفتار ایک سی ہے۔ اس لئے ایک جاہل مطلق شخص ان ہر دو حقائق میں فرق نہیں کر سکے گا اس نور کو تو صرف کوئی نور والا ہی

پہچان سکتا ہے۔

نور کی ایک صفت یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ خود بھی ظاہر ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ یہ صفت نورِ حسی، عقلم، دونوں کی ہے۔ سورج، چاند، ستارے، بجلی، چراغ، شمع خود بھی منور ہیں اور دوسروں کو بھی منور کرتے ہیں۔ اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، ظلمتیں کافور ہو جاتی ہیں، یہ نورِ حسی ہے۔ یہ نور بھی صرف دیدہ بینا والے کو نظر آتا ہے۔

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

دوسرا نورِ عقلی، عالمِ فاضل، صاحبِ فن، صاحبِ تقویٰ یا دنیاوی اعتبار سے تجربہ کار خود بھی آگاہ ہوتا ہے اور وہ اس آگاہی کے نور کو آگے بھی پھیلاتا چلا جاتا ہے اور چراغ سے چراغ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کیا اس ہدایت و رہنمائی کو نور نہیں کہا جاسکتا اور اس نور کو بھی وہی دیکھ سکتا ہے جو اس وادی میں قدم رکھنے والا ہو۔ ایک جاہل مطلق کے لئے اس مینارہ نور میں اور ایک عام انسان میں کوئی وجہ امتیاز نظر ہی نہیں آئے گی۔

یہ نور ابو جہل کو، ابولہب کو، عتبہ و عتیبہ کو نظر نہیں آیا۔ یہ نور صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نظر آیا انہوں نے دیکھا، جانا، پہچانا اور پسند کیا۔ پھر اسی نور سے ان کی راہیں منور ہوئیں۔ ذرا آئیے دیکھیں وہ کس طرح اس نور کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں۔

وَأَنْتَ لَمَّا وَلَدَتْ أَشْرَاقَتِ

الْأَرْضُ وَضَاعَتْ بُنُورِكَ الْآفَاقِ

فَنَحْنُ فِي ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّورِ

سَبِيلُ الرِّشَادِ نَحْتَرِقُ

یعنی آپ جب پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین و آسمان کے کنارے چمک اٹھے تو ہم اسی نور سے منور، روشنی میں بستے ہیں اور اسی نور سے ہدایت کے راستے تلاش کرتے ہیں۔ کیا زمین و آسمان کے کنارے آپ کی ولادت باسعادت سے روشن و منور ہوتے ہوئے عرب کے ان ہزاروں انسانوں کو نظر آئے؟ جن کو آپ کی ہدایت نصیب نہیں ہوئی۔

نہیں ہرگز نہیں ایسے لوگوں کو نہ جب نظر آئے تھے اور نہ آج نظر آرہے ہیں حالانکہ دیکھنے والے جب بھی دیکھتے تھے اور آج بھی دیکھ رہے ہیں کہ آپ کی ولادت باسعادت سے پوری کائنات منور ہوئی تھی اور آج بھی منور ہے اور تاقیامت رہے گی۔ آپ نے اپنے پروردگار عالم کے فیض نور سے فیض یاب ہو کر نور بصیرت حاصل کیا پھر جو آپ کے قریب آیا وہ خود بھی روشنی کا مینار بنا چلا گیا وہ نور آج بھی چار دانگ عالم میں اپنے نور کا اجالا پھیلاتا ہوا نظر آتا ہے اس نور کو دیکھنے کے لئے ابو جہل، ابولہب، عبد اللہ ابن ابی کی آنکھ نہیں، بلال حبشی، صہیب رومی، سعد بن ابی وقاص اور آل یاسر کی آنکھ کی ضرورت ہے رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اس آنکھ سے دیکھنے والا اگر آج کوئی پیدا ہو جائے تو فوراً پکاراٹھے گا۔

ساعت ذکر پاک رسول آگئی سارے عالم پہ اک کیف چھانے لگا
مطربان ازل زمزمہ سنج ہیں روح کونین کو وجد آنے لگا
ان کی آمد کے پھرتز کرے چھڑ گئے ذکر میلاد پھر دل بھانے لگا
گلستاں گلستاں پھر بہار آگئی پھر چمن کا چمن مسکرانے لگا

ان کیفیات میں ڈوب کر دیکھنے والوں میں سے چند ایک اور عظیم شخصیات کے احساسات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور میں نور جیسی چمک تھی۔ حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا ﷺ۔ حضرت ربیع ابن معوذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم آپ ﷺ کو دیکھتے تو ایسا محسوس کرتے کہ گویا سورج نکل آیا ہے ﷺ۔ حضرت عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”وچوں آں حضرت عین نور باشد۔ نور را سایہ نمی باشد“ یعنی چونکہ آپ عین نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا ﷺ۔ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نور فرمایا ہے۔ حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریفہ میں اپنے کریم آقا ﷺ کے

حضور میں اپنی عقیدتوں کے پھول یوں پیش کرنے کا اعزاز حاصل کرتے ہیں۔

فَانْكَ شَمْسٌ فَضَلِ هُمْ كَوَاكِبُهَا

يُظْهِرُونَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

یعنی اے اللہ کے پیارے رسول ﷺ آپ فضل و کرامت کے سورج ہیں اور جملہ انبیاء کرام آپ کے ستارے ہیں جو آپ ہی کا نور لوگوں کے لئے اندھیروں میں پھیلا رہے ہیں۔ حضرت علامہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں نورانیت مصطفوی ﷺ یوں بیان کرتے ہیں۔

عکس نور حق ہمہ نوری بود

عکس دور از حق ہمہ دوری بود

یعنی اللہ تعالیٰ کے نور کا سایہ بھی نور ہوتا ہے جو خدا سے دور ہو جائے ان سے اس کا سایہ بھی دور ہوتا ہے۔

ایں خورد گرد و پلیدی زیں جدا

آں خورد گرد و ہمہ نور خدا

یہ جو کچھ کھاتے ہیں اس سے ناپاکی ظاہر ہوتی ہے اور وہ جو کچھ کھاتے ہیں وہ سب نور بن جاتا ہے۔

حضرت امام احمد بن محمد عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نورانیت مصطفوی ﷺ کو بیان کرتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم اپنا سراونچا اٹھا انہوں نے اپنا سراو پر اٹھایا تو عرش کے پردوں میں ایک نور دیکھا۔ عرض کیا اے مولا! یہ نور کیسا ہے؟ فرمایا یہ ایک نبی کا نور ہے جو تمہاری اولاد میں سے ہوں گے ان کا اسم گرامی آسمانوں پر احمد ﷺ ہے اور زمین پر محمد ﷺ ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو ہم نہ آپ کو پیدا کرتے اور نہ آسمان کو اور نہ زمین کو۔“

مولانا شرف علی تھانوی نثر الطیب میں اپنے جذبات کا اظہار یوں کرتے ہیں۔
”پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں۔“

اس فصل میں نورانیت مصطفوی ﷺ سے متعلق تمام احادیث تحریر کرتے ہیں جو اہل سنت اکثر و بیشتر بیان کرتے رہتے ہیں مثلاً

۱۔ پہلی روایت: عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنی کہ نور الہی اس کا مادہ تھا بلکہ نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ بہشت اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتے تھے اور نہ آسمان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار برابر حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش، آگے طویل حدیث ہے۔ (نشر الطیب ذکر النبی الحبيب تاج کمپنی لاہور کراچی ۲۵۲، ۲۵۳)۔

حوالہ بالا میں دونوں قوسوں کے درمیان جو عبارت ہے۔ (نہ بایں معنی کہ نور الہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) بالکل یہی تصور عقیدہ اہل سنت و جماعت کے طور پر ہم سابقہ سطور میں بیان کر آئے ہیں۔

۲۔ پانچویں روایت: احکام ابن القطان میں منجملہ ان روایات کے جو ابن مرزوق نے ذکر کی ہیں۔ حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین) رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ اپنے باپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور وہ ان کے جد امجد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔ صفحہ ۸، ۹۔

مزید آگے چل کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عم رسول ﷺ کا قصیدہ تحریر کیا ہے جس کا ایک شعر ہم گزشتہ سطور میں بیان کر آئے ہیں اور قصیدہ بردہ شریف کے اشعار بھی نقل کئے ہیں جن کا ذکر گزشتہ سطور میں مادہ تھا بلکہ نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ قدرت الہیہ

سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم اور نہ بہشت اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتے اور نہ آسمان تھا اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش آگے طویل حدیث ہے۔

(نشر الطیب ذکر النبی الجبیب تاج کمپنی لاہور، کراچی ۲۵۲، ۵۳)

چوتھی فصل: آپ کے نور مبارک کے بعض آثار کے ظاہر ہونے میں آپ کے والد ماجد جدا مجد ہیں۔ اس فصل میں پہلی حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی روایت حافظ ابو سعید نیشاپوری ابی بکر بن ابی مریم اور انہوں نے سعید بن عمرو انصاری سے اور انہوں نے اپنے باپ سے اور انہوں نے کعب احبار سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نور مبارک جب عبدالمطلب میں منتقل ہوا اور وہ کچھ جوان ہو گئے تو ایک دن حطیم میں سو گئے۔ جب آنکھ کھلی تو دیکھا آنکھ میں سرمہ لگا ہوا ہے، سر میں تیل پڑا ہے اور حسن و جمال کا لباس زیب تن ہے ان کو سخت حیرت ہوئی کہ کچھ معلوم نہیں یہ کس نے کیا ہے۔ ان کے والد ان کا ہاتھ پکڑ کر کاہنان قریش کے پاس لئے گئے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ معلوم کر لو کہ رب السموات نے اس نو جوان کو نکاح کا حکم فرمایا ہے۔ چنانچہ انہوں نے فاطمہ سے نکاح کیا اور وہ عبد اللہ آپ کے والد ماجد کے ساتھ حاملہ ہو گئیں اور عبدالمطلب کے بدن سے خوشبو آتی تھی اور رسول اللہ ﷺ کا نور ان کی پیشانی میں چمکتا تھا اور جب قریش میں قحط ہوتا تھا تو عبدالمطلب کا ہاتھ پکڑ کر جبل شبیر کی طرف لے جاتے تھے اور ان کے ذریعے سے حق تعالیٰ کے ساتھ تقرب ڈھونڈتے اور بارش کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ بہ برکت نور محمدی ﷺ کے باران عظیم رحمت فرماتے۔ الخ کذانی المواہب صفحہ ۲۰۔

اس عبارت میں غور فرمائیں یہ ہیں وہ مبارک الفاظ جن کی ادائیگی کے ”جرم“ میں اہل سنت و جماعت مورد الزام ہیں۔

تیری زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہ تیرگی جو میرے نامہ سیاہ میں ہے
مولانا شرف علی تھانوی صاحب اپنی کتاب تلح الصدور میں لکھتے ہیں۔

در شعاع بے نظیرم لاشوید

ورنہ پیش نور من اسوا شوید

اپنی اس کتاب کے ایک اور مقام پر لکھتے ہیں۔

نبی خود نور اور قرآن ملا نور

نہ ہو پھر مل کے کیوں نور علی نور

حضرت شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد
”انفاس رحیمیہ“ میں تحریر فرماتے ہیں۔

”فرش سے عرش تک اور اعلیٰ فرشتے اسفل کی جنس سب کے سب حقیقت محمدیہ سے پیدا
ہوئے ہیں۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔
اگر آپ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نہ آسمانوں کو پیدا کرتا اور نہ ہی اپنی ربوبیت کو ظاہر کرتا۔“

مولانا حسین احمد صاحب ”الشہاب الثاقب“ میں لکھتے ہیں۔

”ہمارے حضرات اکابر کے اقوال و عقائد کو ملاحظہ فرمائیے۔ یہ جملہ حضرات حضور پر نور
علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الہیہ و سراب رحمت غیر متناہیہ اعتقاد لئے
بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے ابد تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں
گی۔ عام ہے وہ نعمت و جود کی ہو یا کسی اور قسم کی ان سب میں آپ کی ذات پاک اسی طرح
واقع ہوئی ہے کہ آفتاب سے چاند و جود میں آیا اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ غرض
کہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیان ہیں۔ یہ ہی معنی لولاک لما خلقت
الافلاک اور اول ما خلق اللہ نوری و انانی الانبیاء کے ہیں۔“

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب ”امداد السلوک“ میں لکھتے ہیں۔ اس سبب سے اللہ

تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین آئے۔ نور سے مراد حبیب خدا ﷺ کی ذات پاک ہے۔ نیز حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو گواہ اور بشیر و نذیر اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے والا اور چمکانے والا سورج بنا کر بھیجا۔ منیر روشن کرنے اور نور دینے والے کو کہتے ہیں۔“

ایک اور مقام پر اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں۔

”حضور ﷺ بھی حضرت آدم کی اولاد ہیں مگر نبی ﷺ کو اس طرح پاک فرمایا کہ آپ خالص نور ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نور فرمایا۔ یہ حدیث تو اتر سے ثابت ہو چکی ہے کہ حضور ﷺ سایہ نہ رکھتے تھے اور ظاہر ہے نور کے سوا تمام جسم سایہ رکھتے ہیں۔“

گویا ہم ان بزرگان دین کے عقائد اور نظریات سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ نور وہ نور ہے جو خود بھی ظاہر ہو اور دوسروں کو بھی ظاہر کرے۔ حضور نبی کریم ﷺ خود ایسے ظاہر کہ انہیں بحر و بر، خشک و تر، شجر و حجر، آسمان کا ہر ستارہ، زمین کا ہر ذرہ پہچانتا ہے۔ انسان انہیں جانیں، جانور انہیں پہچانیں، کنکروں کو ان کا کلمہ ازبر ہو، پتھر ان کی گواہی دیں۔ غرض کہ حضور ﷺ خود ایسے چمکے کہ کسی سے چھپے نہ رہے اور دوسروں کو ایسا چمکا دیا کہ جس جس کو ان سے نسبت ہو گئی وہ بھی چمک چمک اٹھے۔ مدینہ منورہ کی گلیاں حضور ﷺ سے چمکیں، مکہ مکرمہ کے کوچہ و بازار آپ سے چمکے، خانہ کعبہ کے در و دیوار، نقش و نگار آپ ہی سے جگمگائے۔ آپ ہی کے وسیلہ سے آپ ہی کی نسبت سے بلکہ آپ ہی کی وجہ سے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے نصیب چمکے کہ دنیا ان کی عظمت کے گیت گار ہی ہے۔

بڑی تو نے تو قیر پائی حلیمہ

کہ ہے تو محمد ﷺ کی دائی حلیمہ

اندھا راستہ دکھا نہیں سکتا کہ وہ خود اندھا ہے اور راستے سے بے خبر ہے۔ غافل کسی کا راہبر نہیں بن سکتا کہ غافل جو ٹھہرا۔ جاہل علم کی روشنی نہیں بانٹ سکتا کہ وہ خود اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہے۔ خود سونے والا دوسروں کو کیسے جگا سکتا ہے۔ بلاشبہ ساری کائنات انسانی از

آدم تا ایں دم فطرتاً روشنی کی متلاشی ہے۔ اس روشنی کے بانٹنے کا فرض اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کے سپرد کیا اور یہ انبیاء کرام خود اس منصب پر فائز نہیں ہوئے اور نہ کوئی اپنی کسب و ہمت سے اس منصب پر فائز ہو سکتا ہے بلکہ خود خالق کائنات، خالق انسانیت نے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لانے، پھر اس سے انہیں روشن کرنے اور ان کو روشنی کا مینار بنانے کے لئے انبیاء کرام کو اس مرتبہ جلیلہ پر فائز کیا۔ لہذا ان انبیاء کرام کو اس عظیم منصب کے حوالہ سے جس جس جبلت کی ان کے دور میں ضرورت تھی وہ بدرجہ اتم خود ان میں پیدا کر دی۔ انہیں عام انسانوں سے ہر اعتبار سے ممتاز کیا۔ ان کی سیرت، ان کا کردار، ان کی صورت، ان کی نشست و برخاست، خورد و نوش، آمد و رفت غرض کہ ہر نبی ہر اعتبار سے انوکھا اور نرالا ہے۔ یہ صفات بھی خود ان کی اپنی ذات میں اپنی پیدا کردہ نہیں ہیں بلکہ خود خالق ارض و سما نے ان میں پیدا کی ہیں۔ یہ کفر و ضلالت، جہالت و گمراہی میں بھٹکنے والوں کو مین الظلمت الی النور لانے والے کیا خود بے نور تھے؟ نعوذ باللہ ہرگز نہیں وہ نور تھے۔ سراپا نور تھے اور ہونا بھی چاہئے تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو فطرت کے بالکل خلاف ہوتا۔

یہی وجہ ہے کہ سب اہل علم سب اہل سنت نبی آخر الزمان، رحمت کائنات، معلم علم و حکمت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عقیدۂ نور سمجھتے ہیں اور اگر خدا نخواستہ وہ نور نہیں تھے تو کیا ظلمت تھے؟ نعوذ باللہ عن ہذہ الخرافات۔ آپ کے بشر ہونے میں تو کسی کو اختلاف ہے ہی نہیں۔ اگر اختلاف ہے تو اتنا ہے کہ آپ ﷺ بشر تو تھے لیکن ایسے بشر نہیں جیسے کافر لوگ ان کو بشر سمجھتے تھے کہ ان میں اور ہم میں کیا فرق ہے۔ اگر صورت اور اعضاء جسمانی کے اعتبار سے تمام انسان ایک جیسے ہوتے تو ایک عورت کے سامنے باپ اور بیٹا، خاوند و بھائی میں کیا وجہ امتیاز رہتی۔ یا ابو جہل اور ابولہب اور حضور ﷺ میں کیا فرق رہ جاتا۔

گر بصورت آدمی یکساں بدے

احمد و ابو جہل ہم یکساں بدے

اگرچہ آپ سراپا نور ہیں کہ آپ کا سراپا نور ہونا فطرت کے عین مطابق ہے اور ارشادات

نبوی اس پر گواہ ہیں کہ آپ نے اپنی ذات کی طرف نور ہونے کی نسبت کو بیان فرمایا۔ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِي جیسی بے شمار احادیث موجود ہیں۔ اس کے باوصف وہ مستجاب الدعوات شخصیت جو دعا مانگ رہی ہے وہ بھی تو ملاحظہ فرمائیں۔ آپ دعا فرماتے ہیں:

اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي فَوْقِي نُورًا وَفِي تَحْتِي نُورًا وَفِي أَمَامِي نُورًا وَفِي خَلْفِي نُورًا وَاجْعَلْنِي نُورًا فِي نُورٍ۔

”یعنی اے اللہ میرے کریم اللہ! تو میرے دل میں نور بھر دے، تو میرے آنکھ میں نور بھر دے، تو میرے کانوں میں نور سدا دے، میرے اوپر بھی نور ہو، میرے نیچے بھی نور ہو، میرے دائیں بھی نور ہو، میرے بائیں بھی نور ہو، میرے سامنے بھی نور اور میرے پیچھے بھی نور ہو بلکہ تو مجھے نور ہی نور بنا دے۔“

ان دعائیہ کلمات کے بعد اگر کوئی یہ کہے کہ ہو سکتا ہے آپ کی یہ دعا منظور ہی نہ ہوئی ہو تو ایسی فکر رکھنے والا احمقوں کی دنیا میں بستا ہے۔ قرآن گواہ ہے وَ لَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى اور فَلَنُؤَلِّيَنَّكَ قَبْلَةً تَرْضَاهَا۔ یعنی ذات باری تو یہ چاہتی ہے کہ میرا محبوب کچھ طلب کرے اور میں اس کی چاہتوں، خواہشوں اور رضا کو پورا کروں اور کوئی یہ کہے کہ ممکن ہے یہ دعا پوری ہی نہ ہوئی ہو تو ایسا شخص حقیقتاً ادائے محبوبی سے واقف نہیں بلکہ احمق و اجہل ہے۔ لہذا یہ دعا یقیناً پوری ہوئی اس لئے آپ نور ہیں بلکہ نور علی نور ہیں اور جو بھی آپ کے قرب کی لذتوں سے آشنا ہوتا گیا وہ بھی منور ہوتا چلا گیا روشنی کا مینارہ بنتا گیا۔

راقم الحروف جب یہ مضمون تحریر کرنے لگا تو اس موضوع پر کتب جنی کرتے رسائل نعیمیہ بھی نظر نواز ہوئے۔ ان میں ایک ”رسالہ نور“ بھی ہے۔ اس رسالہ کے ابتدا یہ میں شیخ الاسلام والسلمین، عشق مصطفوی سے سرشار، صاحب چشم بصارت و بصیرت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ بہت پسند آیا اور اسی فقرے نے مجھے یہ چند۔ بطور لکھنے پر مزید ابھارا۔ وہ فقرہ پڑھے اور لطف لیجئے۔

میں نے حضور ﷺ کا نمک کھایا ہے ان کے نام پر پلا ہوں۔ ان کے دروازے کے

ٹکڑوں پر گزارا کر رہا ہوں۔ ان کی غلامی سے عزت ملی ہے۔ نمک حلال نوکر کو اپنے آقا کی توہین یا اس کے کمال کا انکار برداشت نہیں ہوتا۔ مجھے اس سے دکھ ہوتا ہے۔ صرف چوب قلم ہاتھ میں ہے یہ تو میسر نہ ہوا کہ بدر و حنین کا میدان ہوتا اور ان پر جان نچھاور کرتے ہوئے کفار کے تیر و تلوار اپنے اوپر لیتے۔

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کے قدموں کی لیتے اترن

مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

اگر وہ نصیب نہ ہوا تو کم از کم چوب قلم سے بدگویوں کا مقابلہ کریں اور دشمنوں کے لسان قلم کو اپنے اوپر جھیلیں۔ شاید اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور غازیان کے غلاموں میں حشر نصیب ہو جائے اور حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حاشیہ برداروں میں قیامت کے دن اٹھائے۔

یہ مد نظر رکھتے ہوئے فقیر نے اس ”رسالہ نور“ کے لکھنے کی ہمت کی ہے جس میں ثابت

کیا ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور ہیں اور سارے عالم کا ظہور حضور ﷺ کے نور سے ہے۔

محسن و مربی من حضرت قبلہ حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خصوصاً ارشاد فرمایا کہ نجات اخروی کی امید کی نیت سے کچھ لکھوں تو میں نے یہ چند سطور لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرما کر میرے پیرو مرشد حضرت قبلہ شیخ القرآن ابوالحقائق خواجہ محمد عبدالغفور ہزاروی چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے والدین کریمین کی نجات اخروی کا سامان فرمائے۔ آمین

سیرت مصطفوی ﷺ کے دو پہلو

سیرت دو قسم کی ہے۔ ایک سیرت محمد بن عبد اللہ کی ہے جس کی جھلک یوں بیان کی جاتی ہے ”حضرت محمد ﷺ صادق تھے۔ آپ نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ آپ نے کبھی کسی کی امانت میں خیانت نہیں کی۔ حتیٰ کہ آپ کے جانی دشمن بھی اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھتے تھے۔ جب اہل مکہ کے ظلم و ستم انتہا کو پہنچے اور حضور ﷺ اہل مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر ہجرت پر مجبور ہوئے تو آپ نے اس وقت بھی امانتوں کو ان کے اہلوں تک پہنچانے کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذمہ داری سونپی۔ اعلان نبوت کے وقت آپ نے سب سے پہلے اہل مکہ مشرکین سے جس بات کی تصدیق چاہی وہ صداقت و امانت کی تھی۔ سب نے برملا اس بات کی تصدیق کی کہ واقعتاً آپ صادق بھی ہیں اور امین بھی۔

حضرت محمد ﷺ بہت نیک نفس تھے۔ غریب پرور بھی تھے اور خلیق بھی تھے۔ آپ کے دروازے پر جو بھی آیا آپ نے اس کو اس کے سوال کے مطابق عطا کیا۔ غریبوں، یتیموں، بے کسوں اور بیوہ عورتوں کا ہمیشہ خیال رکھا۔ آپ پوری زندگی کسی ابو ولعب کا شکار نہیں ہوئے۔ کھیل کود سے کوسوں دور رہے۔ آپ کے بچوں اور ہم عصروں میں سے کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے فلاں وقت میرے ساتھ فلاں فضول سے کھیل میں حصہ لیا تھا۔ آپ نے کبھی ہنسی مذاق میں بھی حد سے تجاوز نہیں کیا۔

آپ کو جنگ سے نفرت تھی۔ بے گناہ انسانیت کے قتل سے آپ محزون و مغموم ہو جاتے تھے۔ اس لئے اعلان نبوت سے پہلے حلف الفضول کے اہم ترین رکن تھے۔ آپ چوری اور راہزنی کو ناپسند کرتے تھے بلکہ اس کی روک تھام کے لئے ایک انجمن تشکیل دی اور زندگی بھر اس انجمن ”حلف الفضول“ کے حوالے کا احترام کرتے رہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے اگر آج بھی کوئی مجھے اس انجمن کے نام سے آواز دے تو میں آج بھی اس کی مدد کے

لئے حاضر ہوں۔

آپ کھانے پینے میں زیادہ دلچسپی نہ رکھتے تھے کہ اعلیٰ خوراک پر انحصار ہو بلکہ آپ ہمیشہ سادہ اور حسب ضرورت غذا استعمال فرماتے۔ آپ نے زندگی بھر شراب اور تخر اشیاء سے مکمل پرہیز کیا۔ آپ نے اعلان نبوت سے پہلے بھی کبھی بت پرستی نہیں کی بلکہ بحیرہ راہب نے آپ سے جب لات وعزئی کے نام سے قسم دینے کو کہا تو آپ نے فرمایا میں نے کبھی ان کی قسم نہیں کھائی بلکہ مجھے تو ان سے نفرت ہے۔

آپ کے حلقہ یاراں میں کسی ایسے شخص کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی جس کا کردار مشتبہ ہو جس پر کوئی انگشت نمائی کر سکے۔ آپ کے حلقہ یاراں میں کون ہے جس نے آپ کے اخلاق کریمانہ سے تاثر نہ لیا ہو بلکہ اعلان نبوت ہوتے ہی سب سے پہلے آپ کے ارباب محبت نے اسلام قبول کیا وہ آپ کے اخلاق سے اس قدر متاثر تھے کہ فریفتہ ہو گئے۔

آپ کی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا آپ کے حسن سلوک سے بہت متاثر تھیں۔ آپ کی امانت و دیانت کی وجہ سے دل فریفتہ تھیں۔ آپ کی خدمت خلق کی فطرت پر اس قدر گرویدہ تھیں کہ اپنی ساری دولت آپ کے سامنے ڈھیر کر دی کہ آپ جہاں چاہیں خرچ کر دیں۔ پھر آپ نے اس دولت سے غرباء و فقراء کے گھر بھر دیئے لیکن اس میں بھی اسراف و تبذیر سے کام نہیں لیا کہ مال مفت دل بے رحم کا معاملہ ہو۔

ایک شخص اپنے کردار کی وجہ سے کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو اور لوگ اس کو قائد تسلیم کرتے ہوں اس کے اشارہ ابرو پر جانیں نچھاور کرتے ہوں لیکن ضروری نہیں کہ اس عظیم قائد کے حضور اس کے اہل خانہ اس کی بیوی بھی اتنا ہی خراج عقیدت و محبت پیش کرتی ہو۔ انسان اہل خانہ کے ساتھ دوہرا خول نہیں چڑھا سکتا۔ دنیا کے سامنے کردار کی ایک جھلک ہوتی ہے جو صرف باہر کی دنیا سے متعلق ہوتی ہے۔ لیکن گھر کی دنیا میں ان کا رنگ اور ہوتا ہے۔ ضروری نہیں کہ گھر کی دنیا کا رنگ بھی ان کا اتنا ہی دل فریب ہو، خوبصورت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قائدین اور راہنماؤں میں اکثریت کی گھر میں وہ قدر نہیں ہوتی جو عوام الناس کے

سامنے ہوتی ہے۔ لیکن دنیا میں یہ عجوبہ رونما ہو چکا ہے اور تاریخ اس کو اپنے اوراق میں سنہری حروف سے محفوظ کر چکی ہے کہ حضرت محمد بن عبد اللہ ﷺ نے جب اعلان نبوت فرمایا بلکہ سب سے پہلی وحی جس روز نازل ہوئی سب سے پہلے آپ کی عظمت کا اعتراف کرنے والی آپ کی بیوی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تھیں۔

سیرت مصطفیٰ ﷺ کا یہ پہلو وہ ہے جس پر کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ ابو جہل ہو یا ابو لہب۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہوں یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہر شخص آپ کو صداقت کا پیکر، حسن اخلاق کا مجسمہ، متانت و سنجیدگی کا نمونہ، غریب پرور اور ہمدرد انسانیت کا پیکر جمیل سمجھتا تھا، مانتا تھا، تسلیم کرتا تھا اور اب بھی یہی کیفیت ہے۔ سردار مہندر سنگھ بیدی ہو یا مہاتما گاندھی، پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ہوں یا پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی سیرت و کردار پر آپ کے بیٹھنے کی ادائیں، کھانے پینے کے انداز، آپ کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، آپ کا انداز گفتگو، آپ کی معاملہ فہمی، دور اندیشی، قوت فیصلہ اور حسن اخلاق کے جلوؤں کی تاب کون لا سکتا ہے۔ کوئی اپنا ہو یا بیگانہ، ہر کوئی اس حسین شاہکار ربوبیت پر جان فدا کرتا ہے اور کرنی چاہئے کہ اس انداز سے بھی آپ کا کوئی مثل نہیں، مثیل نہیں۔

لیکن بھائی اختلاف اس وقت شروع ہوا یا ہوگا جب کوئی سیرت محمد بن عبد اللہ کے ساتھ ساتھ سید الکونین، راحت قلب و جاں، سکون قلب و تسکین جاں، منبع جود و سخا، رحمت عالم، بشیر، نذیر، مالک و مختار کل، عالم ماکان و مایکون، مطاع الی اللہ باذن اللہ، سراج منیر، شفیع، نبی، کریم، رؤف، رحیم، قاسم انعامات باری تعالیٰ، خاتم الانبیاء والمرسلین، امام الانبیاء والمرسلین، مخبر صادق، خبیر ہر دو عالم، سیدنا و سیدی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت بیان کی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کہا تو کچھ بھنویں تن گئیں۔ کسی نے کہہ دیا کہ آپ نے انگلی سے چاند چیر دیا تو پیشانی پہ بل۔ کسی نے کہا انگلی کے اشارے سے ڈوبا ہوا سورج موڑ دیا تو طبع نازک پہ بارگراں ثابت ہوا۔ اگر کہا کہ سنگریزوں کو آپ کا کلمہ زبانی یاد ہو گیا تو

کبیدہ خاطر ہو گئے۔ کسی نے کہا یہ سب جادو ہے، آنکھوں کو دھوکا دیا گیا ہے۔ کسی نے کہا نہیں روایات ہی درست نہیں۔ راوی ضعیف ہے۔ بات مستند نہیں۔ حدیث کے فلاں راوی پر شبہ ہے۔ بس اختلاف شروع ہو گیا اور یہی اختلاف کا پہلو ہے جہاں سے اختلافات کا آغاز ہوتا ہے۔ جب بھی تھا اب بھی ہے اور قیامت تک جاری رہے گا اور رہنا چاہئے کہ ذریت ابو جہل و ابولہب جاری ہے جاری رہنی چاہئے اور مسلک صدیق و فاروق جاری ہے اور جاری رہنا چاہئے۔ کاروان عشق و مستی جاری ہے اور جاری رہنا چاہئے۔ روشنی اندھیرا، علم اور جہالت کا ٹکراؤ جاری ہے اور جاری رہنا چاہئے۔ یہ ایمان و کفر کی کسوٹی ہے کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہے۔

یک رخا آدمی کہاں تک ہمہ جہت شخصیت کو اپنے دامن فکر و خیال میں سمو سکتا ہے۔ اس کے ذہن میں صرف ایک پہلو ہے وہ ہشت پہلو ہیرا نہیں دیکھ سکتا جو سورج کی روشنی میں رکھا جائے تو اس کے ہر کونے سے ایک نیا زالا اور خوبصورت رنگ نظر آئے گا۔ کسی سمت سنہری کسی طرف سے سرخ، کسی پہلو سے سبز، کسی زاویے سے نارنجی اور کسی گوشے سے آسمانی رنگ جھلکتا نظر آئے گا جو اس شخصیت کو ہشت پہلو ہیرا تسلیم ہی نہیں کرتا وہ اسے صرف اور صرف ایک صاف شفاف آئینہ تسلیم کرتا ہے جب کہ صاف و شفاف آئینے کو دیکھنے سے صرف ایک ہی جھلک نظر آتی ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے آئینہ دیکھنے سے صرف اس کا ظاہر نظر آتا ہے اس کے پس منظر میں چھپے حسین مناظر تو نظر نہیں آتے نہ دیکھنے والے کی ذات سے اور نہ آئینے کی ذات سے حالانکہ دیکھنے والے کے چہرے کے خدو خال کے رنگ کے علاوہ اس کے اور بھی بی شمار رنگ ہیں جن کو صرف سامنے سے دیکھنے سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اس طرح آئینے کے بھی کئی رنگ ہیں جن کو صرف سامنے سے دیکھنے سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

اگر اتفاق سے آئینے کی حیثیت سے آئینے کو دیکھنے والا اور دوسرا ہشت پہلو ہیرے کی حیثیت سے دیکھنے والا ایک جگہ جمع ہو جائیں اور دوسرا کہے واہ سبحان اللہ! اس کا سبز رنگ کیا

خوبصورت ہے، دلفریب ہے؛ کیف آور ہے تو پہلا اختلاف کرے گا بھی نہیں یہ تو صرف صاف و شفاف سفید رنگ ہے۔ وہ کہے گا واہ کیا بات ہے کتنا خوبصورت نیلا ہٹ بھرارنگ ہے وہ کہے گا بھی حد سے نہ بڑھو ایسی کوئی بات نہیں۔

یہی اختلاف ہے، رہا ہے، رہے گا لیکن میں کیا کروں۔ میں تو جب بھی دیکھتا ہوں وہ مجھے ہر انداز سے انوکھا اور نرالا نظر آتا ہے۔ اس کی ولادت باسعادت یا رضاعت مبارکہ، اس کا بچپن ہو یا لڑکپن، اس کی پاکیزہ جوانی ہو یا شباب بے داغ، وہ مکہ و مدینہ میں چلتی پھرتی شخصیت تاجر ہو یا جرنیل، وہ عابد ہو یا زاہد، وہ باپ ہو یا بیٹا، وہ خاوند ہو یا آقا، وہ عرش نشین ہو یا بوریا نشین، اس کا بچپن ہو تو رشک آئے جوانی ایسی کہ کوئی حرف نہ آئے، بڑھاپا ایسا کہ اس کے حسن میں ڈوب جانے کو ہر کسی کا جی چاہے۔ حسین و جمیل ایسا کہ اس کی پیشانی سے بھیک لے کر چاند روشن ہو۔ کریم و شفیق ایسا کہ خون کے پیاسوں کو لَاتِ تُرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ (یوسف: 92) کا جاں بخش مژدہ سنائے۔ منصف ایسا کہ تاریخ عالم میں اس کی مثال نہ ہو۔ عالم ایسا کہ ماکان و مایکون کی خبر رکھے۔ قاسم ایسا کہ گھر میں دو دو ماہ چولہا نہ جلے لیکن دروازے سے کوئی خالی نہ جائے۔ مخبر و خیر ایسا کہ وحدہ لا شریک کی ذات کی بھی خبر رکھے اور مجھ جیسے ذرہ حقیر کو بھی نگاہ میں رکھے۔

میرے دوستو! میں نے تو اس کو وحدہ لا شریک کا شاہکار تسلیم کر لیا ہے۔ مجھے تو وہ جب بھی نظر آئے گا وہ ایسا ہی نظر آئے گا۔ تو میں بیان کروں گا سمجھانے والا لاکھ سمجھائے کہ نہیں وہ کچھ بھی نہیں وہ ایک عام سا ہی انسان تھا۔ وہ ہماری ہی طرح کا بشر تھا۔ ہماری طرح کھاتا پیتا، چلتا پھرتا، شادی بیاہ کرتا انسان تھا۔ بڑی حد ہے اسے بڑے بھائی کا درجہ دے لو۔ جیسے تم کہتے ہو ایسا علم تو اس کے پاس نہیں تھا بلکہ وہ تو دیوار کے پیچھے کا کچھ نہیں جانتا نہ اسے کوئی اختیار تھا نہ اسے کوئی خبر تھی۔ بھلا میں اس کی باتوں میں کیسے آسکتا ہوں مجھے اس کے وعظ و نصیحت پر کیسے یقین آئے۔ میں کیسے مان لوں۔ ہاں اسے اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ابو جہل نے ایک روز ایک دیوانہ رسول سے کہا دیکھو ذرا غور سے میری بات سنو! ایک شخص کہتا ہے کل کی بات ہے میں یہاں مکہ سے رات ہی رات میں بیت المقدس گیا تھا اور رات ہی رات میں واپس آ گیا ہوں بتاؤ بھلا ایسا ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا نہیں ایسا ممکن نہیں اور واقعی اس دور میں ممکن نہیں تھا نہ گاڑی تھی نہ بس نہ کار تھی نہ ہوائی جہاز۔ یہی ظاہری اسباب ہوتے ہیں جلدی جانے اور جلدی واپس آنے کے۔ یہ بات کوئی آج کہے تو مانی جا سکتی ہے کہ وسائل اتنے زیادہ ہیں کہ سب کچھ ممکن ہے لیکن اس دور میں ممکن نہ تھا۔ اس لئے اس دیوانہ رسول نے ظاہری اسباب کو سامنے رکھتے ہوئے کہا نہیں یہ ممکن نہیں۔

ابو جہل نے سوچا شکار اپنے جال میں پھنس گیا ہے یہ سوچ کر کہنے لگا پھر یہ بات تمہارے رفیق محمد بن عبد اللہ ﷺ نے کہی ہے تو اس دیوانہ محبوب خدا مصدق رسالت محمد بن عبد اللہ و محمد رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ اگر واقعی یہ بات کسی فلاں ابن فلاں نے کہی ہوتی تو ممکن نہیں تھا۔ ارے بے خبر! یہ بات فلاں ابن فلاں کی نہیں بلکہ یہ بات محمد رسول اللہ ﷺ نے کہی ہے اگر انہوں نے کہی ہے تو پھر سب کچھ ممکن ہے۔ تم انہیں محمد بن عبد اللہ ہی نہ سمجھو وہ اس کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ بھی ہیں۔ جن کے دروازے کے دربان حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک لمحے میں سدرہ سے یہاں اور یہاں سے وہاں سدرہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ محمد رسول اللہ ﷺ ایک رات کے مختصر حصہ میں مکے سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے مکہ میں کیوں نہیں پہنچ سکتے۔

لیکن ابو جہل نہ مانا اس کا اختلاف جاری رہا اس لئے کہ وہ آپ کو صرف محمد بن عبد اللہ ہی کی حیثیت سے ماننے پر مصر تھا اور ابو بکر آپ کو محمد بن عبد اللہ کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ بھی تسلیم کرتے تھے۔ یہ اختلاف اس وقت بھی تھا آج بھی ہے۔ آپ کی معراج کو نہ ماننے والے اس وقت بھی تھے آج بھی ہیں۔ وہ آج بھی کہتے ہیں ممکن نہیں ایک بشر کیسے اوپر جا سکتا ہے اور اتنے قلیل وقت میں واپس کیسے آ سکتا ہے؟

جو مذہب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا تھا میرا بھی وہی مذہب ہے کہ وہ آن کی آن

میں عرش معلیٰ سے ورا آء الوریٰ جا بھی سکتے ہیں آ بھی سکتے ہیں۔ کنڈی ہلتی رہی، بستر گرم رہا، اللہ تعالیٰ مجھے تادم واپس ابو جہل کے مذہب سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین

حیرت ہے نہ ماننے والا روس کے اپالو 11 کو مانتا ہے اس کی پرواز کو مانتا ہے اس میں بیٹھنے والی کتیا کے چاند پر جانے کو تسلیم کرتا ہے اس کی آواز چاند سے زمین پر سنے جانے کو بھی مانتا ہے لیکن اگر کوئی یہ کہہ دے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے سفر میں چاند بھی تھا آپ کی سواری میں اپالو 11 سے کہیں زیادہ طاقت والی سواری براق بھی تھی تو وہ کہتا ہے کہ ایک بشر وہاں تک کیسے جاسکتا ہے ممکن ہی نہیں وہ صرف خواب تھا خواب۔ لیکن میں کہتا ہوں۔

صاحب اسرئ دنیٰ کی سیر فرمانے گئے

عرش حق پر پرچم اعزاز لہرانے گئے

آئیے آپ کو صرف محمد بن عبد اللہ ہی تسلیم نہ کریں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ بھی تسلیم کریں۔ آپ بہر اعتبار سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہیں۔ دونوں پہلوؤں کی سیرت ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ نہ اختلاف نہ جھگڑا۔ جب وہ سورج کو موڑ سکتا ہے چاند کو توڑ سکتا ہے، انگلیوں سے چشمے جاری کر سکتا ہے، لرزتے احد پہاڑ کو پاؤں کی ٹھوک سے سکون سے رہنے کا حکم دے سکتا ہے، جانوروں کی بولیاں سن سکتا ہے، سمجھ سکتا ہے، ان کی فریاد کو پہنچ سکتا ہے، دور و نزدیک سے سن سکتا ہے، ہفت آسمان کی بلندیاں قدموں تلے روند سکتا ہے، ایک پیالے دودھ سے ستر افراد کا پیٹ بھر سکتا ہے، وہ استن حنانہ کو جنت الفردوس میں اپنے قریب جگہ دے سکتا ہے، وہ مکہ معظمہ کی طرح مدینہ منورہ کو حرم بنا سکتا ہے، وہ خشک کجھوریں ہری کر سکتا ہے تو میرے اور تیرے دکھوں کی خشک کھیتی کیوں ہری نہیں کر سکتا۔ اس کا لعاب دہن سارے زمانے کے لئے مرض کی شفاء بن سکتا ہے تو میرے اور تیرے امراض کا علاج کیوں نہیں کر سکتا؟۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت ایک ابن مریم کی ہے۔ یہ بھی کچھ کم حیثیت نہیں لیکن وہ رسول اللہ اور روح اللہ بھی تو ہیں اور وہ صرف بنی اسرائیل کی بھیڑ بکریوں کے رکھوالے

بن کر آئے۔ اگر صرف بنی اسرائیل کی بکریوں کا رکھوالا بن کر آنے والا مردے زندہ کر سکتا ہے، مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کر سکتا ہے، وہ جو چیز لوگ گھر سے کھا کر آتے ہیں وہ بتا سکتا ہے اور جو چیز گھر میں چھوڑ کر آئیں ان کے بارے میں بتا سکتا ہے وہ اگر خود کہے کہ میرے بعد آنے والے کی جوتیوں کے تسمے باندھنے میں فخر محسوس کرتا ہوں تو اس کی حیثیت کیا ان سے کم ہوگی، وہ مردوں کو زندہ ہی نہیں کر سکتا وہ تو پتھروں سے کلمہ پڑھوا لیتا ہے، وہ مادرزاد اندھوں کو ٹھیک ہی نہیں کر سکتا بلکہ وہ تو آنکھوں کو ایسی روشنی عطا فرما سکتا ہے کہ سینکڑوں میل کی مسافت پر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو پہاڑ کے دامن میں دشمن کے زرخے میں پھنسنے سے بچا سکتا ہے۔ ساری دنیا کی اسکرین اس کی آنکھوں کے سامنے پھیل جاتی ہے وہ اسے پکار کر دشمن کے حملے سے بچا سکتا ہے۔ یہ بینائی کس نے دی؟ یہ بینائی اس نے عطا فرمائی جس کی آمد کی خوشخبری مسیح ابن مریم عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے دی۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی ایک حیثیت بنی اسرائیل کے عظیم فرزند کی بھی ہے اور ایک حیثیت کلیم اللہ اور رسول اللہ اور صاحب کتاب کی بھی ہے۔ اگر وہ کلیم اللہ کی حیثیت سے عصا مار کر پتھر سے چشمے جاری کر سکتے ہیں تو ہمارے آقا کی شان تو ان سے کہیں بلند ہے۔ اس لئے آپ نے پتھروں سے چشمے جاری نہیں کئے کہ ہمیشہ پتھروں سے چشمے جاری ہوتے ہیں بلکہ آپ نے انگلیوں سے نہریں جاری کر دیں جو کبھی نہیں ہوتیں۔

اس حیثیت سے ان کی شان کا اعتراف ہی ایمان کی دلیل ہے۔ اگرچہ محمد بن عبد اللہ کی حیثیت بھی بہت بلند ہے لیکن اس حیثیت سے ماننے والا دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی حیثیت سے ماننے والا ہی صاحب ایمان ہے۔

اے کہ نوح کو تھا طوفاں میں سہارا تیرا
 اور ابراہیم کو آتش میں بھروسا تیرا
 اے کہ پر تو ہے تیرے حسن کا مہتاب کا نور
 چاند بھی چاند بنا پا کے اشارہ تیرا

گرچہ پوشیدہ رہا حسن تیرا پردوں میں
ہے عیاں معنی لولاک سے پایہ تیرا
ناز تھا حضرت موسیٰ کو ید بیضا پر
سو تجلی کا محل نقش کف پا تیرا
چشم ہستی صفت دیدہ اعمیٰ ہوتی
دیدہ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا

آداب معاشرت اور سنت مصطفیٰ ﷺ

اس طرح مشت خاک کی وقعت بڑھائیے

نام نبی سے دل کا آئینہ سجائیے

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے۔ اگر بے مقصد زندگی گزارنے کے لئے زندہ ہے تو حیوان ہے اگر بامقصد زندگی گزارے تو انسان ہے۔ کیا ہر قسم کی پابندیوں سے آزاد ہو کر زندہ رہنا زندگی ہے، کیا بھوک لگتے ہی فوراً پیٹ بھر لینا، نیند آتے ہی فوراً سو جانا زندگی ہے۔ کیا اعلیٰ سے اعلیٰ سہولتوں کا حصول ہی زندگی کی معراج ہے۔ ہاں یہ زندگی تو ہے لیکن صرف ایک حیوان کی زندگی۔

انسان کی زندگی عقل و شعور، فکر و نظر، دل و دماغ، عزائم و صمیم، علم و عمل اور جہد مسلسل کی زندگی ہے جو عقل و شعور کو عشق و محبت کے نور سے منور کر دے۔ فکر و نظر کو بصیرت بخشنے۔ دل و دماغ کو جاں نواز اور حیات افروز کر دے۔ علم و عرفان کی عین الیقین اور حق الیقین کی منزل سے آشنا کر دے۔ عزم و صمیم کو جرأت اور استقامت کا کوہ گراں بنا دے اور وہ صرف بندہ مومن کی زندگی ہے۔ یہ ساری خوبیاں، یہ سارے اوصاف، یہ ساری حیات، ایک انسان کامل و اکمل، نبی محتشم، رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پھوار ہے۔ انہی کے نقوش قدم کو جادہ حیات بنا کر انسان معراج زندگی و معاشرت پاتے ہیں۔

چاہتے ہو تم اگر نکھرا ہوا فردا کا رنگ

سارے عالم پر چھڑک دو گنبد خضریٰ کا رنگ

انسوس! مسلمان رنگ چڑھانا بھول گیا اور غیروں کے رنگ میں خود کو رنگنا سیکھ گیا۔ اغیار کی پھل جھڑی کی چکا چوند میں کھو گیا۔ چند لہجوں کی مہمان جو بچوں کو خوش رنگ مناظر دکھا کر پھر اندھیروں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ جاتی ہے۔ دیکھنے والے کیوں غور نہیں کرتے کہ

آگ سرخ ضرور ہوتی ہے لیکن وہ ہر چیز کو جلا کر خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ اگر ہم سنت نبوی ﷺ کی حسین و جمیل راہوں کے راہی ہوتے تو ہمارے معاشرے کا ہر فرد مغربی تہذیب کی رتھ کھینچنے والے قلیوں میں شریک ہونے کی بجائے بھرپور اعتماد کے ساتھ دنیا کے سامنے آداب معاشرت سنت نبوی ﷺ کا علم لہراتا نظر آتا۔

مانگتے پھرتے ہیں اغیار سے مٹی کے چراغ

گھر کے خورشید پہ ڈال دیئے سائے ہم نے

وہ عظیم ہستیاں جنہوں نے آپ کی دانائی کا دودھ پیا ہے وہ قانون خداوندی اور منشاء فطرت خداوندی کے پیکر جمیل کے حسن میں ڈوب ڈوب گئے۔ انہوں نے نبی رحمت ﷺ کے قدموں کی دھول کی قیمتی پوشاک پہنی۔ انہوں نے روح کی خوراک کے لئے شہ ارض و سما ﷺ کی فاقہ کشی کو سامنے رکھا۔ وہ دہلیز شہ لولاک ﷺ کو تخت سکندری سے فزوں تر سمجھا۔ خوشادہ دل۔ جو عشق نبی ﷺ کا نشیمن ہو۔

برف رت میں بھی سورج کی طرح جلتا رہا

آپ کے لفظوں کے سائے میں ملی ٹھنڈک مجھے

جذب ہو جاؤں وہیں میں آنسوؤں کے ساتھ

لے چل اری قسمت شہ کونین کے در تک مجھے

یہ دنیا راہبروں، قائدوں اور ریفا مروں سے بھری ہوئی نظر آتی ہے۔ دنیا کا کوئی کونہ ایسا نظر نہیں آتا جس کو کسی دانشور نے رہبری کے پھولوں سے نہ مہر کایا ہو۔ ان تمام راہبروں میں ایک ایک راہبر کو اٹھا کر دیکھ لو اور اسے اپنے آقا، اپنے ہادی، اپنے راہبر، محبوب رب کائنات ﷺ کی سنت مبارکہ کے آئینے کے سامنے کھڑا کرتے جاؤ کہیں قیادت ملے گی تو عبادت نہیں ملے گی، ریاضت ملے گی تو خوئے دلنوازی نہیں ملے گی، امامت ملے گی تو دیانت سے محروم ہوگی، محبت ملے گی لیکن امتیاز رنگ و نسل کا غازہ چپکا ہوا ملے گا۔ کبر و نخوت کے پہاڑ نظر آئیں گے۔ عجز و انکساری کی دولت کہاں ملے گی۔ ظلم و بربریت کے اور روحوں

کو تڑپا دینے والے منظر ہوں گے۔ لیکن جان کے دشمنوں کو لَا تَقْرَبُ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ
(یوسف: 92) کا مژدہ جاں بخش سنانے والا کہاں ملے گا۔

اندھی راہوں کی مسافت کو بصارت مل گئی
ایسی مشعل دے گیا سرکار کا مسلک مجھے

خشکی پر ہزاروں رنگ سہی لیکن مچھلیوں کو نہیں بھاتے۔ ان کے لئے چین، قرار، سکون،
زندگی صرف پانی کی اتھاہ گہرائیوں میں ہے۔ اے بندۂ مومن! تیرے لئے بھی چین و
سکون کا بہتا ہوا دھارا موجود ہے۔ منافق نہ بن ان پر ایمان لانے والا بن۔ منافق کا لفظ
اگر دوزخ سے نہیں نکلا تو اس میں دوزخ کی آگ کا ذائقہ کیوں ہے۔ بندۂ مومن کے لئے
آداب معاشرت کا صرف یہی ایک راستہ ہے کہ وہ اپنے پیارے نبی، اللہ تعالیٰ کے محبوب،
اسوہ کامل کے حسین و جمیل مرقع حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ زندگی کو مشعل راہ بنالے۔

کیا تمازت، دھوپ کیسی اور کہاں کی حدتیں

ان کا دامن تھام لو پھر حشر تک سایہ بہت

حسن عمل کی پھوار سے پوری کائنات کو بھگو دینے والے محبوب، محبوب رب کائنات
ﷺ کے حسن عمل پر نظر جما کر تو دیکھو۔ تجھے وہ کچھ ملے گا کہ پھر اس کے بعد کسی اور کی
طرف دیکھنے کی حاجت ہی نہیں رہے گی۔ اس کے نام کا نشہ تجھے دنیا کے ہر نشے سے بے
نیاز کر دے گا۔ لیکن حسن نسوانیت کے حسن و جمال میں گم رہنے والے اور خورد و نوش اور فکر
معاش کے چکروں میں پھنسے ہوؤں کو شاہکار ربوبیت ﷺ کو دیکھنے کی توفیق کہاں ملتی
ہے۔ تم قدرت کاملہ کی تخلیق میں سے کسی ادنیٰ اور چھوٹی سی چیز پر نظر جما کر دیکھو تمہیں کوئی
عیب نظر نہیں آئے گا۔ ثُمَّ اِنْ جِئِمْ بِالْبَصْمَا كَرَّتَيْنِ (الملک: 4) کا چیلنج آج بھی موجود
ہے۔ تمہاری آنکھیں خائب و خاسر لوٹ آئیں گی اگر قدرت کے عظیم شاہکار کی طرف
دیکھو۔ ہاں جو برہان ہے یعنی جو اللہ تعالیٰ کی ذات کی دلیل ہے جس کی تخلیق پر اسے بھی ناز
ہے۔ جس کو اس نے ارادۂ خود اپنی دلیل و برہان بنا کر بھیجا ہو۔ ذرا اس کی سنت مبارکہ پر

نظر ڈال کر دیکھ اگر کوئی بھوک رہ جائے تو تیری نفرتوں کی پھٹکار کے لئے فقیر حاضر ہے۔
 انسان کتنا بد نصیب ہے کہ تن پروری کے شوق میں اپنی روح بھی فنا کر لیتا ہے۔ ہاں
 اگر یہی انسان مظالم سے پاک ہو جائے تو آسمان سے زیادہ حسین و جمیل ہو جائے۔ اللہ
 تعالیٰ نے حضرت انسان کو مظالم سے پاک کرنے کا صرف ایک ہی تریاق پیدا کیا ہے وَ لَوْ
 أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ (النساء: 64) عرب کے سفاک، ظالم و جابر معاشرہ،
 معصوم بیٹیوں کو زندہ درگور کر کے پدری شفقت سے محرومی کی دلدل میں گرے ہوؤں کو جس
 نے نکال باہر کیا اور انہیں دھو کر دودھ کی مانند کر دیا۔ ذرا ذرا سی بات پر صدیوں تک تلواروں
 کو گرم خون کا نذرانہ پیش کرنا جن کے لئے باعث فخر تھا انہی کے دلوں میں ایسے چاند طلوع
 کر دیئے کہ خود جاں بلب ہیں شدت پیاس سے تڑپ رہے ہیں، زخموں سے چور ہیں لیکن
 اگر ایسے میں انہیں کہیں سے العطش العطش کی آواز آتی ہے تو اپنی ٹیسیں، اپنی تکلیف، اپنا
 کرب اور اپنا دکھ بھول جاتے ہیں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کرنا پسند کر لیتے ہیں لیکن
 دوسرے بھائی کی پیاس کی شدت کی تلخی برداشت نہیں کر سکتے۔ عاشق صادق، معشوق کے
 دل میں گھر کر لیتا ہے اس طرح خود عاشق بھی معشوق بن جاتا ہے۔ موم آنسوؤں کی طرح
 پگھلتا ہے تو شمع اور تیز ہو جاتی ہے۔ یہ سنت محبوب الہی ﷺ کے دھارے ہیں جن کی
 سنت سے آج ہم محروم ہو کر اغیار کی چکا چوند میں کھو گئے۔

اے نادانی اور شک و ریب کی قبر میں اترے ہوئے انسان! تو کب تک اس دنیا کے
 فریب کے دھوکے میں رہے گا۔ دیکھ! غور کر! دنیا کی تکالیف اور مصائب برداشت کرنا
 آسان ہے کہ وہ تو اس دنیا کے ساتھ ہی ختم ہو جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب
 ﷺ سے دوری کا عذاب تو دائمی ہے۔

اس ساری گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ گریباں میں ڈالنے
 سے چمکتا تھا جس سے ان کو دکھانا اور باور کرنا یہ مقصود تھا کہ اے موسیٰ! جس نور کی تلاش
 میں آپ طور پر تشریف لاتے ہیں وہ نور تو خود آپ کے گریباں کے اندر موجود ہے۔ ذرا

جھانک کر تو دیکھیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے کلیم کو اپنے گریباں اور گھر کی طرف دیکھنے کا اشارہ فرماتا ہے تو اے مسلمان! اے بندۂ مومن کیا تجھے فطرت پکار پکار کر نہیں کہہ رہی اِنَّ تَبْصُرُوْنَ كُدْهْرًا دیکھ رہے ہو۔ تم کونسا تماشا دیکھنے جا رہے ہو۔ آؤ اپنے پیارے، سوہنے من موہنے نبی ﷺ کا بچپن دیکھو۔ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں۔ وہ ماں کی گود میں بھی دودھ شریک بھائی کا حق نہیں مارتے۔

تو آداب معاشرت کہاں سے سیکھ رہا ہے۔ آداب معاشرت کا درس تو اس نے مکمل کر دیا جس نے خود فرمایا اِنَّمَا بُعِثْتُ لِأَتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ یعنی میں تو بھیجا ہی اس لئے گیا ہوں کہ معاشرتی، تہذیبی، تمدنی، اخلاقی اور اصلاحی امور کا ہر وہ حسن جسے دیکھنے کے بعد کسی اور حسن کو دیکھنے کی تمنا ہی نہ رہے۔ میں اس کی خامیوں کو دور کر کے بام عروج تک پہنچانے آیا ہوں۔

ہماری بھوکی اور تشنہ تصویریں اس شیریں سمندر کی سطح پر یوں دوڑ رہی ہیں جیسے خالی پیالہ سطح آب پر دوڑتا ہے۔ جب تک بھرے گا نہیں تیرتا رہے گا بھر جائے گا تو ڈوب جائے گا۔ تیری پیاس بھی اسی چشمہ صافی سے ہی بجھے گی۔ تیرا خالی دامن تیرا کشلول بھرنے کے لئے اسی سمندر کی گہرائی ہے آئیے سنت نبوی ﷺ کے گہرے سمندر میں ڈوب جائیں۔ تو اس بات پر فریفتہ ہے کہ دنیا مرتخ و ثریا پر کمندیں ڈالنے لگی ہے۔ سمندروں کی گہرائیوں سے خزانے لوٹ کر جمولیاں بھرنے لگی ہے۔ دنیا چاند پر پہنچ گئی اور وہ چودہ صدیوں سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ادھر آؤ میرے پاس، کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔ چاند پر پہنچنا اتنی بڑی حقیقت نہیں۔ چاند قدموں میں لانا بڑی بات ہے۔ میرے پاس آؤ، چاند، مرتخ، ثریا تمہارے قدموں کے بو سے لیں۔ خشک دریا تیرے حکم کو تسلیم کر کے ہمیشہ کے لئے چلنے پر مجبور ہو جائیں۔ جنگل میں بسنے والے حشرات الارض اور موذی جانور تیری خاطر جنگل خالی کر دیں۔ دریاؤں سمندروں کی سطح آب تیرے گھوڑوں کی ٹاپوں کے لئے پایاب بن جائیں۔ میری سنت میرے طریقے اور میرے طرز زندگی میں سب کچھ ہے

دنیا بھی آخرت بھی۔

از آدم تا آخر کتنے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے۔ ان سب کی زندگیوں میں بھی محمد و احمد ﷺ کا نام مبارک نقش ہے۔ وہ سارے اسی نور کے پرتو ہیں کیونکہ جب سوکا ہندسہ آئے گا تو اس میں ننانوے ضرور آئیں گے۔ ان تمام ننانوے روشنی کے میناروں، مینارہ ہائے نور کی روشنیوں کو استعمال کیا کہ جس وقت آپ کے قدموں میں سیم وزر کے ڈھیر لگ رہے تھے آپ نے اس وقت بھی فقر و سادگی کو اپنایا۔ تمام چاہنے والوں کے گھروں کے چولہے کے لئے تیل فراہم کیا۔ غلاموں اور کنیزوں کو لوگوں میں بانٹنے والا اپنے جگر کے ٹکڑے فاطمہ بَضْعَةُ مَيْمَنِي (میرے جگر کا ٹکڑا) کی شان والی بیٹی کو ایک کنیز کی ضرورت سے بھی بے نیاز کر کے اسے اللہ تعالیٰ کی تکبیر و تحمید اور اس کی عظمت کے گن گانے کا سبق دے رہا ہے اور مستقبل میں خلیفہ بننے والے اور تینتیس لاکھ مربع میل پر حکومت کا بوجھ اٹھانے والے کی ذہنی فکری اور عملی تربیت یوں کر رہا ہے کہ اے عمر! تم میری کھر دری چٹائی کے میرے جسم پر نشان دیکھ کر رو رہے ہو کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ قیصر و کسریٰ کے شہنشاہ محض دنیا کے مزے لوٹیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ لازوال اور ابدی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

حاکموں کے لئے ایسے اصول و ضوابط، ایسے علوم و معارف، ایسے نشان ہائے منزل اس آمنہ کے لعل، عبد اللہ کے لخت جگر، اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ اور میرے دتیرے کریم آقا کے سوا کہاں مل سکتے ہیں۔

ساری دنیا کے شعراء و ادیب، واعظ، اپنے خطبے ایک بار پھر پڑھیں۔ اس کے بعد غزوہ تبوک پر روانگی سے پہلے مدینہ منورہ سے روانہ ہونے والے مجاہدین کو دینے والے ایک امی کا خطاب پڑھیں۔ خطبہ حجۃ الوداع کا مطالعہ کریں اور دیکھیں مختصر الفاظ میں معانی و مطالب کے دریا کس طرح موجزن نظر آتے ہیں۔

جو لوگ معاشرے کی اصلاح اور قلوب انسانی کا تزکیہ چاہتے ہیں وہ مزکی اعظم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے طریق اصلاح و ترتیب پر نظر رکھیں۔ جنگی قیادت، سیادت اور

امامت کا سکہ بے حد و عد انسانوں کے ظاہر و باطن پر حاوی ہے اور بے شمار انسانوں کے دل و دماغ، قلب و نظر، فکر و نگاہ کی کایا پلٹ دینے والا ہے۔ ان سے بڑھ کر کوئی مصلح اخلاقیات کا معلم مرشد و راہبر و راہنما کہاں ملے گا۔ یہ کان تو حجاز مقدس میں صرف مدینہ منورہ میں احد پہاڑ کے دامن میں رہنے والے ایک کثیا نشین کے حجرے میں ملے گی۔

بلاشبہ تمام مشاہیر عالم میں حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہی نظر آتی ہے۔ جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ، زبان سے نکلا ہوا ایک ایک حرف، آپ کا ہر اشارہ، آپ کا ہر حکم، آپ کا ہر فعل آج بھی پوری دنیا کے لئے سرچشمہ علوم و معارف ہے آپ کی مبارک زندگی کا ریکارڈ ایک صاف و شفاف آئینے کی صورت میں ہر گھر کی ہر دیوار پر آویزاں نظر آتا ہے اور پوری کائنات میں بکھرے اربوں انسانوں کے چہروں پر سجا ہوا ملتا ہے۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا
نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا
تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم الفأ الفأ بعد الف

سرچشمہ علوم ہے میرے آقا ﷺ کی ذات

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے، نقش روئے محمد ﷺ بنایا گیا
پھر اسی نور سے روشنی مانگ کر، بزم کون و مکاں کو سجایا گیا
وہ محمد بھی، احمد بھی، محمود بھی، حسن مطلق کے شاہد بھی، مشہود بھی
علم و حکمت میں وہ غیر محدود بھی، ظاہراً امیوں میں اٹھایا گیا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ساری کائنات کے علوم و معارف کا خالق واحد و یکتا پروردگار عالم ہے۔ ہمہ جہت علم و حکمت کا منبع وہ خالق اکبر ہے جس کے ارادہ کن کی ہر چیز مرہون منت ہے۔ جو کچھ ہمارے اذہان میں ہمہ قسم معلومات حواس خمسہ کی وساطت سے درآتی ہیں یا ساری کائنات ارضی و سماوی کے اذہان میں فراہم ہوتی رہیں گی ان تمام علوم و حکمت کو اس کے ذاتی مبلغ علم سے وہ نسبت بھی نہیں جو ایک شبنم کے قطرے کو بحر بیکراں کے ساتھ ہو سکتی ہے اور اگر وہی ذات بے ہمتا خود اپنے محبوب کریم رسول اللہ ﷺ کو رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (طہ) کی دعایا دکرائے۔ الرَّحْمَنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۖ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (الرحمن) کی مسند پر بٹھائے اور عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ (النساء: 113) کی مسند عطا فرمائے۔ سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَى (اعلیٰ: 6) کی یقین دہانی کرائے۔ بار بار اَلَمْ تَرَ كَيْفَ (فیل: 1) اَلَمْ تَعْلَمْ (البقرہ: 106) وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ (مریم: 41) فلاں فلاں کے الفاظ سے واقعات ماضیہ پر گواہ بنائے۔ اس سے بڑھ کر سرچشمہ علوم کون سی ذات ہو سکتی ہے۔

دور جدید ہے۔ جدید ٹیکنالوجی کا کون سا شعبہ تشنہ تکمیل ہے۔ وہ کون سی مسند ہے جس پر علم و فضل کے ماہرین حضرات لے لے شملوں کے ساتھ علوم و معارف کے دھنی نہیں بیٹھے ہوئے۔ ایم اے، ایم او ایل، پی ایچ ڈی، ایل ایل بی، ایم بی بی ایس، بار ایٹ لاء، بی بی

اے، بی ڈی اے، پھر ان علوم جدید و قدیمہ میں سپیشلائزیشن کرنے والے بے حد و بے شمار ہیں لیکن ان جملہ غواصان بحر علوم و معارف میں کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ فلاں موضوع کے حوالہ سے میری ذات حرف آخر ہے ”مستند ہے میرا فرمایا ہوا“۔ اس کے دروازے پر چٹھنیاں چڑھادی گئی ہیں اب کوئی مائی کا لعل علم کے ایسے موتی تلاش کر کے نہیں لاسکتا جو علم کے موتی اس سمندر میں سے میں تلاش کر کے لے آیا ہوں۔ پھر ایسا بھی کوئی شخص نہ ہوگا جو ایک شعبہ علم سے بھرپور آگاہ و حاصل بھی کر لے اور اس موضوع پر مستند ہو اس کا فرمایا ہوا تو ضروری نہیں کہ وہ دیگر بے حد و شمار علوم پر بھی اتنی ہی دسترس رکھتا ہو۔ کچھ علوم ایسے ضرور ہوں گے جن کے حروف ابجد سے بھی اس کو شناسائی نہ ہو لیکن میرے آقا، میرے مولا، میرے ہادی، میرے مرشد، معلم علم و حکمت، علوم بحر و بر اور فنون خشک و تر سے آگاہ میرے آقا و مولا ﷺ۔

بار الہ میری زباں پہ یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لئے

آپ نے جو فرمایا وہ حرف آخر ہے۔ وہ قانون لازوال ہے۔ وہ اصول غیر متبدل ہے۔ وہ بات ہیروں اور لعل و جواہر کی کان ہے۔ وہ بات نہ صرف کانوں میں رس گھولتی ہے بلکہ مشام جان ایمان کو معطر کرتی ہے۔ وہ اپنوں اور بیگانوں کے لئے ایک مثال ہے۔ اپنوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک، غیروں کے لئے مشعل راہ۔ چودہ صدیوں سے نشتر تحقیق نے جو تحقیق کیا کوئی اس کی گرد راہ کو نہ پہنچ سکے۔ عقل و خرد از ازل تا بہ ابد اپنی گتھیوں کے سلجھانے میں ابھی ہوئی ہے۔ فلسفی دم بخود ہیں۔ دانشوروں کی دانش اس کا پانی بھرتی ہے۔ سائنس دانوں کے لئے وہ مینارہ نور۔ حاکموں کے لئے تمثیل۔ مفکر اپنی فکر میں متفکر کہنے والے نے کیا کہہ دیا۔ فصاحت و بلاغت کے امام اس کے حضور دے بے لچے۔ جیسے منہ میں زبان نہ ہو بلکہ جسم میں جاں نہ ہو۔ مقنن اس سے قانون سیکھیں۔ حاکم اس سے حکم لیں۔ ہادی اس سے ہدایت مانگیں۔ وہ راہبروں کے لئے انمٹ قانون چھوڑ گیا کہ اس کے منہ سے نکلے لفظ، غربت و افلاس کے ماروں کی ڈھارس، امراء و وزراء کے لئے انگیخت، دنیا کی ہر ماں کے لئے

ممتا کے جذبات کا مخزن، کائنات میں ہر باپ کے لئے شفقتوں کا گہرا سمندر، وہ بولے تو قرآن کے پارے، آیات، صفحات، سورتیں بنیں، وہ سوچے تو ساری دنیا کے قبلے درست ہو جائیں، وہ سوئے تو دل جاگا کرے، وہ جاگے تو جہاں جاگے، حکم دے تو درخت اپنے قدم و قامت کے ساتھ جڑوں سے اکھڑیں اور حکم کی تعمیل میں بھاگ کھڑے ہوں یعنی نباتات کے دل میں اس کی زبان کی تاثیر، اس کی باتوں میں اتنی مٹھاس، اتنی ڈھارس کہ وحوش و طیور اور بہائم آ کر اپنی پتاسنائیں اور وہ ان کی پتاسنے اور فریاد کو پہنچے۔ منصف کے لئے اس کے ارشاد لازوال اور غیر متبدل مثالی قوانین، فاتح اس کے قدم قدم چلے تو امن کا پیغام بر بنے، تاجر اس کے تاجرانہ اصول اپنائے تو روز محشر تک اس کو اتنا سر بلند کر دے کہ خود اس کو اپنے ساتھ انگلی انگلی کھڑا کرے۔ غرض کہ ہر تنفس کے لئے اس کی زباں سے نکلے حروف، سرچشمہ علوم و معارف ہوں۔ حق کے داعیوں کے لئے ارشادات داعی اسلام، مینار ہدایت ہیں جنہوں نے قریش مکہ کے مال و دولت، عزت و امارت کی ہر پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا اور داعیان حق و صداقت کے لئے عزم و استقلال، حلم و بردباری اور ہمہ جہت اپنے مشن کی صداقت پر یقین کے ایسے تحفے دیئے کہ کوئی اور ایسا تحفہ نہ دے سکے۔

مزدور و محنت کش، حالات کی ستم ظریفی اور محنت کسی کی چکی میں پسے والوں کے لئے، خندقیں کھودنے، کدال چلانے، مسجد قبا، مسجد نبوی کے لئے گارا اور مٹی چننے والا، اپنے عزم راسخ کی منزل، کسی بھی قیمت پر دھندلا ہونے سے بچانے والا مینارۃ نور ہے۔ وہ کدال کی ہر چوٹ پر ہر محنت کش کو باور کراتا ہے اگر تجھے اپنے مشن سے عشق ہے تو کدال کی ہر چوٹ کے پیچھے قیصر و کسریٰ کے محلات تک پہنچنے اور فاتح حالات و ممکنات ہونے کی چمک تجھے ضرور نظر آئے گی۔

دنیا کے حکمرانوں! تم نے جو نظام سلطنت قائم کیا ہے۔ ممکن ہے وہ ہزار بہتر ہو لیکن ایسا تو ہرگز نہ ہو سکے گا کہ امراء اپنی بھری جھولیوں میں دولت سیم و زر، درہم و دینار لئے پھرتے ہوں لیکن پورے شہر میں اس سے دولت کی بھیک قبول کرنے والا کہیں نہ ملے۔ یہ بھی ممکن

ہے کہ جو نظام نظم و نسق تم نے قائم کیا ہے وہ حفاظت و امن میں بہت ہی بہتر ہو لیکن ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ایک حسین و جمیل عورت، تمام ممکنہ زیورات و آرائش کے سامان سے آراستہ و پیراستہ تنہا صنعا کی وادی سے اونٹ پر سوار ہو اور سینکڑوں میل کی مسافت اکیلی ایک اونٹنی پر بیٹھ کر طے کرے اور اسے راستے میں کوئی راہزن نہ ملے، کوئی قزاق نہ لوٹے، کوئی ڈاکو اس کے لئے خطرہ نہ بنے اور کوئی غیر مرد اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ یہ بات بھی حد امکان میں ہے کہ جو بادشاہی نظام تم نے قائم کیا ہے اس میں عدل و انصاف کے بڑے شہرے ہوں لیکن شاید تمہاری سلطنتوں میں ایسا کبھی نہ ہو کہ خود حاکم اپنی ہی بیٹی کے لئے اعلان کرتا ہو انظر آئے کہ اگر فاطمہ تمیمی کی جگہ فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا بھی چوری کے الزام میں ملوث ہوتی تو میں اس کے ہاتھ بھی کاٹ کر رکھ دیتا۔ وہ اپنے انتہائی پیارے منہ بولے بیٹے متنبی زید کے بیٹے یعنی پوتے اسامہ کی جرأت سفارش ناحق پر تمام محبتوں شفقتوں چاہتوں کے بت توڑتاڑ پھینکے اور انصاف و عدل کی ایک لازوال مثال قائم کر دے۔ ایسا صرف میرا آقا ہی قانون عدالت دے سکتا ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے غیر متبدل ہے اور وہی میرا آقا سرچشمہ علوم ہے۔

حکام و سلاطین کے سامنے وہ نشان منزل بھی تو رہے کہ شہہ عرب و عجم رضی اللہ عنہما نے کس طرح عدل و انصاف کے باب رقم کئے۔ کس بے غرضی، بے نفسی سے اپنے اختیارات اپنی جھولی میں ڈالے۔ گنبد خضریٰ کے مکین رضی اللہ عنہم تیرے انتظار میں کھڑے ہیں۔ کمان میں رکھا ہوا تیر سیدھا ہی رکھا جائے تو چلتا ہے تیرے تو سارے تیر ہی ٹیڑھے ہیں۔ اپنی نگاہ میں رکھا ہوا نظر عقیدت کا تیر سیدھا گنبد خضریٰ کے مکین رضی اللہ عنہم کی طرف پھینک کر دیکھ اگر سارا جہاں تیرا شکار نہ ہو جائے تو کہنا۔

چند سال پیشتر میں کراچی گیا میرے ایک عزیز محترم شاہد صاحب جو ایک کونلے نکالنے والی فرم میں کسی اچھے عہدے پر فائز ہیں ان کے دفتر میں ان سے ملاقات ہوئی تو گفتگو کے دوران کہنے لگے چشتی صاحب حیرت ہے کہ کونسل کے پہاڑوں میں ہماری فرم کونلے کی کان

کی تلاش میں تھی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ انجینئر صاحب کی خدمات حاصل کی گئیں۔ انہوں نے پہاڑوں کا دورہ کیا اور ایک مقام پر ٹھہر گئے کہنے لگے اگر اس مقام پر اتنے فٹ گہری کھدائی کی جائے اور اس زاویہ سے کھدائی کی جائے تو پاکستان کو بہترین کونلے کی کان ہاتھ آجائے۔ ہم نے ان کے مشورے پر بھاری بھر کم مشینری کھدائی کے لئے نصب کر دی اور کھدائی کا کام شروع ہو گیا کافی گہرائی میں جا کر بھی کونلہ نہ نکلا تو ہم نے ان انجینئر صاحب سے دوبارہ رابطہ قائم کیا انہوں نے دیکھا تو کہا کہ جس زاویے سے کھدائی کے لئے کہا گیا تھا وہ زاویہ ہی غلط ہو گیا اب دوبارہ میرے بتائے ہوئے زاویے سے کھدائی کریں۔ پھر از سر نو ان کی تجویز کے مطابق کھدائی شروع کی تو واقعی اتنا بہترین کونلہ نکلا کہ ہم حیران رہ گئے۔ لیکن سب سے بڑی حیرت کی بات تو یہ تھی کہ ان کو پہاڑ میں ہزاروں فٹ نیچے چھپے کونلے کی کان کی خبر کیسے ہو گئی؟

میں نے عرض کیا شاہد صاحب میں اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات بتاتا ہوں کہ یہ شخص دنیا کے کسی بڑے کالج یا کسی بڑی یونیورسٹی سے پڑھ کر آئے تو اسے پہاڑ میں ہزار فٹ گہرائی میں کونلہ نظر آ جاتا ہے اور جس زاویے سے کہتا ہے اس زاویے پر کونلہ نکلتا ہے لیکن جس کو خود اللہ تعالیٰ نے عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ (النساء: 113) کہ آپ کو وہ کچھ سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے کاسرٹیفکیٹ دے دیا ہو اس کے متعلق لوگ یہ کہیں کہ اس کو تو دیوار پیچھے کا بھی علم نہیں۔ حیرت تو ایسوں کے ایمان کے دعوے پر ہونی چاہئے کہ آکسفورڈ یونیورسٹی کے پڑھے لکھے کی ہر بات پر یقین کر لیں، تجربہ سے اس کی بات پر یقین کر لیں لیکن اللہ تعالیٰ کے پڑھائے ہوئے کو سرچشمہ علوم ماننے پر کفر و شرک کے فتوے شروع کر دیں۔

سوچ تو لقب، ساتی کا ہے زیبا تجھے

انجمن پیاسی ہے اور پیانہ بے صہبا تیرا

اگر ہم بھی آپ کے بتائے ہوئے اصولوں کے زاویوں کو پیش نظر رکھ کر اپنے کردار و عمل کی کھدائی شروع کر دیں اور یقین کر لیں کہ گنبد خضریٰ کے مکین کی طرف اپنے سارے

زاویے درست کر لیں تو بالآخر یقین آجائے گا کہ دین و دنیا کے سارے علوم و فنون، فقہ و حدیث، اصول ہائے معاشرت و معیشت، قانون تمدن کی ایسی کانیں ہمارے سامنے آئیں کہ چشم حیرت کھلی کی کھلی رہ جائے لیکن اگر کھدائی کرنے کے قابل نہ ہو تو کم از کم جس طرح آکسفورڈ یونیورسٹی کے پڑھے لکھے انجینئر کی بصیرت پر یقین کرتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ جل و علیٰ نے جس کو خود پڑھایا ہو اس کی بصارت و بصیرت پر اس کی گہرائی پر اس کے علوم و معارف پر یقین کر لینے میں کیا حرج ہے کہ وہی ذات سرچشمہ علوم ہے ﷺ۔

کسی چیز کا آغاز اس کے انجام کی خبر دیتا ہے جس کے تقوے کا آغاز یہ ہے کہ ماں کی گود میں شیر خوارگی کے عالم میں رمضان المبارک میں صبح صادق سے غروب آفتاب تک دودھ نہیں پیتا کہ نانا جان کی شریعت کا اہتمام رہے بتائیے بچے کے تقوے کی انتہا کیا ہوگی؟ انہیں بوقت پیدائش اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم تھا۔ اس کی توحید پر یقین کامل تھا۔ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی رسالت کا بھی علم تھا۔ ان کی رسالت پر ایمان بھی تھا۔ چاند کے طلوع و غروب کے اوقات کی بھی خبر تھی۔ مہینے کے آغاز و اختتام کو بھی جانتے تھے۔ روزے کی فرضیت کی اہمیت سے بھی واقف تھے۔ وہ مکلف بھی نہیں تھے لیکن اس پر عمل کر کے دکھایا اور بتایا کہ لوگو تم تو بالغ و عاقل ہو کر عمل کرتے ہو جن پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہو وہ پیدا ہوتے ہی عمل کر کے دکھا دیتے ہیں۔ ایک نبی کے خون سے چار سو اہتر سال بعد پیدا ہونے والے بچے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے علم کا یہ حال ہے تو اس کے نانا جان نبی عالم ﷺ کے علم کا کیا عالم ہوگا۔ کوئی کتنا بڑا ولی ہو، غوث ہو، قطب ہو، ابدال ہو، اس کی دوسری تیسری پشت میں جا کر فرق پڑ ہی جاتا ہے لیکن پشت نبی ﷺ کا یہ عالم ہے کہ پانچویں صدی ختم ہونے کو آئی اور خون نبی کے اثرات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

یہ شان ہے خدمت گاروں کے سردار کا عالم کیا ہوگا
صلی اللہ علیٰ صاحب العلم ما کان و ما یکون
و علی آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

شان حبیب الرحمن ﷺ من آیات القرآن

ہمارے پیارے آقا و مولیٰ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نہایت عظیم و بلند مرتبہ و مقام پر فائز ہیں کہ مخلوق میں کوئی بھی ایسا نہیں جو اس درجہ مقام کو کما حقہ جان سکے یا بیان کر سکے۔ البتہ خالق کائنات جل و علا جو حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے مراتب و درجات علیا کو پیدا فرمانے والا ہے وہ جس قدر حقیقت مصطفیٰ ﷺ کو جاننے والا اور جس قدر اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ اوصاف نبی ﷺ بیان کر سکتا ہے یہ کسی اور کے بس کی بات نہیں اس لئے،

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد ﷺ است

یعنی صفت و ثناء مصطفوی ﷺ غالب نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر چھوڑ دی کہ وہی ان کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے والا ہے اور وہی ان کی شان کے مطابق ان کی صحیح توصیف کر سکتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے عظمت محبوب خدا ﷺ و جل و علا کی نعت آیات پروردگار عالم جل شانہ کے حوالہ سے عظمت والے پاک کلام قرآن مجید سے بطور نمونہ پیش کی جاتی ہے۔

قرآن پاک۔ کلام پروردگار عالم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: 21)

”بے شک تمہاری رہنمائی کیلئے اللہ کے رسول (کی زندگی) میں بہترین نمونہ ہے۔“

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ

(آل عمران: 164)

”بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ انہیں میں سے ایک رسول بھیجا۔“

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء)

”اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہاں کے لئے۔“

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴿٢٨﴾

”جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے، مسلمانوں پر کمال مہربان“۔ (التوبہ)

وَإِنَّكَ لَعَلَّ خُلِقَ عَظِيمٌ ﴿٢٩﴾ (القلم)

”اور بے شک تمہاری خوبو (خلق) بڑی شان کی ہے“۔

إِنَّا آعْطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ ﴿٣٠﴾ (الکوثر)

”اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بیشمار خوبیاں عطا فرمائیں“۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ (الانفال: 33)

”اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب آپ ان میں تشریف فرما ہوں“۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ﴿٣١﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴿٣٢﴾ (النجم)

”اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگرو جی جو انہیں کی جاتی ہے“۔

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى

الْمَسْجِدِ الْأَقْصَا الَّذِي بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْإِيْتِنَا (اسراء: 1)

”پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ

تک جس کے گرد اگر وہم نے برکت رکھی کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں“۔

فَلتَوَلَّيْنَاكَ قِبَلَهُ تَرْضَاهَا (البقرہ: 144)

”پس ہم ضرور آپ کو پھیر دیتے ہیں اس قبلہ کی طرف جسے آپ چاہتے ہیں“۔

لَمْ أَنْزَلِ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ (التوبہ: 26)

”پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر“۔

وَمَا كَانَ لِيُؤْمِنُوا وَلَا مُؤْمِنَةً إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ

يَكُونُ لَهُمُ الْخَيْرَ مِنْ أَمْرِهِمْ (احزاب: 36)

”اور کسی مسلمان مرد اور مسلمان عورت کو حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ ورسول کچھ حکم فرمادیں تو انہیں اپنے معاملے کا کچھ اختیار رہے۔“

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (الاحزاب: 6)

”یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔“

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ (الفتح: 29)

”محمد اللہ کے رسول ہیں۔“

عَلَيْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (النساء: 113)

”آپ کو سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے۔“

أَلَمْ نُشْرِكْ لَكَ صَدْرًا ۖ (نشر: 1)

”کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا۔“

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۖ (نشر: 1)

”اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارا ذکر بلند کر دیا۔“

وَأَسْوَفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ ۖ (الضحى)

”اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔“

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۖ (الفتح)

”بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی۔“

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ (الانفال: 17)

”اور اے محبوب جو خاک تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔“

وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۖ (البقرہ: 151)

”اور (رسول کریم ﷺ) تمہیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمہیں علم نہ تھا۔“

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (بقرہ: 151)

”اور (وہ نبی) تمہیں کتاب اور پختہ علم سکھاتا ہے۔“

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سباء: 28)

”اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے کہ تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔“

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

”وہ جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔“ (فتح: 10)

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٧﴾ (الانبیاء: 107)

”اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔“

عظمت و شان مصطفیٰ ﷺ بزبان مصطفیٰ ﷺ

خالق کائنات علام الغیوب نے اپنی کائنات میں سب سے زیادہ علم و فضل اپنے محبوب اعظم ہمارے آقا و مولیٰ نبی کریم ﷺ کو عطا فرمایا۔ آپ ﷺ کا علم عطائی نہایت عظیم اور یقینی ہے۔ مزید برآں فرمان باری تعالیٰ کے مطابق حضور علیہ السلام رب کریم جل شانہ کے اذن اور وحی کے بغیر کلام نہیں فرماتے۔ لہذا جو آپ علیہ السلام کے ارشادات ہیں وہ رب تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے اجازت و حکم سے ہیں اور نہایت ثقہ اور یقینی ہیں۔ حضور ﷺ نے متعدد مقامات پر اپنی عظمت و شان کا نہایت انکساری کے ساتھ بھی اظہار فرمایا۔ آپ ﷺ کے بہت سے خواص و فضائل حدیث پاک سے ہی معلوم ہوئے جو قرآن شریف کے بعد نعت شریف کی بنیاد اور منبع ہیں۔ لہذا ارشادات مصطفیٰ ﷺ میں سے کچھ نمونہ کے طور پر پیش کیے جا رہے ہیں۔

احادیث نبوی ﷺ

قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا حَبِيبُ اللَّهِ
وَلَا فَخْرَ - (مشکوٰۃ ص 513)

”میں اللہ کا محبوب ہوں اور فخر سے نہیں کہتا۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا حَامِلُ لِيَوَاءِ
الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَهُ آدَمُ وَدُونَهُ وَلَا فَخْرَ -

”میں ہی قیامت کے دن حمد کا جھنڈا اٹھانے والا ہوں جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کے علاوہ (ساری مخلوق) ہوگی، اور فخر نہیں۔“ (مشکوٰۃ ص 513)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَكْرَمُ الْأَوْلِيَيْنِ
وَالْآخِرِينَ عَلَى اللَّهِ وَلَا فَخْرَ - (مشکوٰۃ ص 513)

”میں ہی اگلوں پچھلوں میں سب سے زیادہ اللہ کے ہاں عزت والا ہوں فخر نہیں ہے۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ وَلَا
فَخْرَ - (مشکوٰۃ شریف)

”میں آخری نبی ہوں، فخر یہ نہیں کہہ رہا۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا
نَبِيٌّ بَعْدِي - (مشکوٰۃ، ترمذی)

”میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا دَعْوَةُ إِبْرَاهِيمَ وَ
بَشَارَةُ عِيسَى -

”میں ہی ہوں جس کے لئے ابراہیم علیہ السلام دعائیں کرتے رہے اور جس کی
خوشخبریاں عیسیٰ علیہ السلام سناتے رہے۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَ
أَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ -

”میں ہی قیامت کے دن پہلا شفاعت کرنے والا ہوں اور میری ہی شفاعت
سب سے پہلے قبول کی جائے گی، فخر یہ نہیں کہتا۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ - (ترمذی)

”میں ہی قیامت کے دن اولادِ آدم کا سردار ہوں گا، فخر نہیں ہے۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ
تَبَعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ - (مسلم شریف)

”آپ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تمام انبیاء کی امتوں سے بڑی میری

امت ہوگی۔ (ترمذی)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَ
خَيْرُهُمْ بَيْتًا۔ (رواه الترمذی)

”میں ہی ان سب میں اچھی ذات والا اور اچھے گھر والا ہوں۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ
وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ۔ (شمائل ترمذی)

”میں ہی رحمت کا نبی اور توبہ کا نبی ہوں۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ
يُعْطِي۔ (متفق علیہ)

”میں بانٹنے والا ہوں اور اللہ عطا فرماتا ہے۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا مَوْلَى مَنْ لَأَ
مَوْلَى لَهُ۔ (ابوداؤد)

”میں ہی اس کا والی ہوں جس کا کوئی والی نہیں۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا شَهِيدٌ عَلَيْكُمْ۔

”میں ہی تم پر گواہ ہوں۔“ (بخاری شریف)

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ قَالَ بَلَى
فِي الْمِيثَاقِ۔ (شرح شفا: ملا علی قاری)

”میں ہی سب سے پہلا ہوں جس نے میثاق کے دن بلی کہا تھا۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ
الْجَنَّةَ وَمَعِيَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا وَمَعَ كُلِّ أَلْفٍ سَبْعُونَ
أَلْفًا لَيْسَ عَلَيْهِمْ حِسَابٌ۔ (شفاء شریف)

”میں سب سے پہلے جنت میں جاؤں گا اور میرے ساتھ میرے ستر ہزار امتی

ہوں گے اور ان ستر ہزار میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہوں گے ان پر کوئی حساب نہیں ہوگا۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ
الصَّادِقُ الزَّكِيُّ۔ (طبقات ابن سعد 1، 334)

”میں اللہ کا سچا نبی، امی، پاکیزگی والا ہوں۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا رَسُولُ الرَّحْمَةِ
وَرَسُولُ الرَّاحَةِ وَرَسُولُ الْمَلَا حِم۔ (الشفاء 1، 231)

”میں رحمت و راحت کا رسول ہوں اور میں لڑائیوں کا رسول ہوں۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ
بَابُهَا۔ (کنز العمال، المعجم الكبير للطبرانی، البداية والنهاية لابن كثير)

”میں علم کا شہر ہوں اور علی المرتضیٰ اس کا دروازہ ہیں۔“

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا مِنْ نُورِ اللَّهِ
وَالْخَلْقُ كُلُّهُمْ مِنْ نُورِي۔ (مدارج النبوة)

”میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری مخلوق میرے نور سے ہے۔“

سپاس عقیدت بحضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

آیات قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے بعد اب ملت اسلامیہ کی عظیم شخصیات بالخصوص خلفائے راشدین، دیگر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ حدیث، ائمہ مجتہدین و دیگر اکابر علمائے ملت اولیائے امت کے ارشادات میں سے نظم اور نثر کی صورت میں مدحت و نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں۔ اس سے یہ بات کھل کر واضح ہو جاتی ہے کہ نعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی ثقافت کا نمائندہ اصول ہے۔

نعت: حمد خدائے محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم کہ توصیف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا کی ثنا بھی ہے۔

نعت: اظہار یقین وجود باری تعالیٰ ہے۔ کہ حضور برہان رب العلمین ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

نعت: اظہار جذبات تشکر رب العلمین ہے کہ ہمارے لئے سب سے بڑی نعمت اس

کے محبوب رحمۃ للمومنین ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

نعت: اعتراف احسانات کبریا ہے کہ آپ معطی من اللہ اور قاسم عطایا خلق اللہ ہیں۔

نعت: جذبات کے اظہار کا ذریعہ ہے کہ بنتی نہیں ہے طیبہ بطحی کہے بغیر۔

نعت: شکر نعم محسن کائنات ہے صلی اللہ علیہ وسلم کہ شکر باعث اضافہ احسانات محسن ہے۔

نعت: انعامات خالق کے لوٹنے کا ایک راستہ ہے کہ تعریف محبوب محبت کی عنایات کا

سبب ہے۔

نعت: جذبہ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے کہ جذب و شوق کے

دریاؤں کا بند باندھنا مشکل ہے۔

نعت اسلامی ثقافت کا نمائندہ اصول

نعت کے ہر لفظ پہ ہوتا ہے رحمت کا نزول

نعت کہنے کے لئے دل پاک ہونا چاہئے

غرق الفت دیدہء نمناک ہونا چاہئے

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نعت

محبوب رب العالمین حضور مطلع انوار و تجلیات ﷺ کے وصال پر طلال پر صبر و استقلال کا کوہ گراں حضرت سیدنا عبد اللہ عتیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجر و فراق محبوب کی آگ میں جھلتے ہوئے آنسوؤں کا سیلاب بہاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

يَا عَيْنُ فَايَكِي وَلَا تَسَامِي

وَ حَقِّ الْبُكَاءِ عَلَي السَّيِّدِ

اے آنکھ اب خوب رو اور یہ آنسو تھمنے نہیں چاہئیں اور قسم ہے ذات برحق کی کہ رونا تو اسی سردار (کے فراق) میں (برحق) ہے۔

عَلَى خَيْرِ خُنْدَفٍ عِنْدَ الْبَلَاءِ

أَمْسَى يُغَيَّبُ فِي الْمَلْعَدِ

خندق کے بہترین اور اعلیٰ ترین فرزند پر آنسو بہا جو غم و الم کے ہجوم میں سرشام ہی گوشہ قبر میں چھپا دیا گیا۔

فَصَلِّ الْمَلِيكَ وَلِيَّ الْعِبَادِ

وَ رَبِّ الْعِبَادِ عَلَي أَحْمَدِ

اے مالک الملک، بادشاہ عالم، بندوں کے والی اور پروردگار عزوجل، احمد مجتبیٰ ﷺ پر سلام و رحمت بھیجے۔

فَكَيْفَ الْحَيَاةُ لِفَقْدِ الْحَبِيبِ

وَزَيْنِ الْمَعَاشِرِ فِي الْمَشْهَدِ

اب کیسی زندگی جب حبیب ہی چھڑ گیا اور وہ نہ رہا جو زینت کائنات تھا ﷺ۔

فَلَيْتَ الْمَمَاتَ لَنَا كُلَّنَا

فَكُنَّا جَمِيعًا مَعَ الْمُهْتَدِي

اے کاش موت آتی تھی تو ہم سب کو ایک ساتھ ہی آجاتی آخر ہم زندگی میں بھی تو ہمیشہ

ساتھ ہی رہے ہیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نعت

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَظْهَرَ دِينَهُ

عَلَى كُلِّ دِينٍ قَبْلَ ذَلِكَ خَائِدٌ

کیا تم لوگوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو سابقہ تمام دینوں پر غالب

کر دیا ہے۔

وَأَسْلَبَهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ بَعْدَ مَا

تَدَا عَوَا إِلَى أَمْرِ مِنَ الْغَيِّ فَاسِدٌ

جب اہل مکہ نے حضور ﷺ کے قتل کے خیال فاسد کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان

سے کام کی قوت ہی سلب کر لی۔

غَدَاةَ أَجَاةِ الْخَيْلِ فِي عَرَصَاتِهَا

مُسَوَّمَةً بَيْنَ الزُّبَيْرِ وَخَالِدٍ

اور پھر وہ صبح جب گھوڑے اس میدان میں جو لائیاں دکھانے لگے جن کی باگیں زبیر

اور خالد کے درمیان چھوٹی ہوئی تھیں۔

فَأَمْسَى رَسُولُ اللَّهِ قَدْ عَزَزَ نَصْرَهُ

وَأَمْسَى عَدَاةُ مِنْ قَيْلٍ وَ شَارِدٍ

پس اللہ تعالیٰ نے کی نصرت و مدد نے رسول اللہ ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا اور ان کے دشمن

مقتول ہوئے اور شکست کھا کر بھاگ گئے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نعت

وَحَقُّ الْبُكَاءِ عَلَي السَّيِّدِ

فِيَا عَيْنِي ابْنِي وَلَا تَسَامِي

اپنے سردار پر آنسو بہانا تو لازم آچکا تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور تھک نہ جانا۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نعت

إِن بَعْدَ تَكْفِينِ النَّبِيِّ وَدَفْنِهِ

بِأَثْوَابِهِ أَسَى عَلَي هَالِكِ ثَوَى

نبی رحمت ﷺ کو پیکڑوں میں کفن دینے اور دفن کے بعد میں اس وصال فرمانے والے کے غم میں غمزہ ہوں جو زیر خاک آرام فرما ہو گئے ﷺ۔

زَارَنَا رَسُولُ اللَّهِ فِينَا فَلَن نَرَى

بِذَاكَ عَدِيلاً مَا حَيَّنَا مِنَ الدُّوَى

رسول اللہ ﷺ کے وصال کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی اور اب جب تک ہم زندہ ہیں ان جیسا حبیب مہربان برزخہ نہ دیکھ سکیں گے۔

وَكَانَ لَنَا كَالْحِصْنِ مِنْ دُونِ أَهْلِهِ

لَهُ مَغْفَلٌ حُرُزٌ حَرِيزٌ مِنَ الدُّوَى

رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے ایک مضبوط قلعہ تھے کہ ہر دشمن سے پناہ اور حفاظت حاصل ہوتی ہے۔

وَ كُنَّا بِمَرَاهِ نَرَى النُّورَ وَالْهُدَى

صَبَاخًا مَسَاءً رَاحَ فِينَا أَوَاغْتَدَى

ہم جب ان کو دیکھتے تھے تو سر اپا نور و ہدایت دیکھتے تھے، صبح بھی اور شام بھی یعنی جب بھی ہم میں وہ چلتے پھرتے یا صبح کو گھر سے نکلتے ہم ان کے فیض بے پایاں سے

مستفید ہوتے۔

لَقَدْ غَشْنَا ظُلْمَةً بَعْدَ مَوْتِهِ

نَهَارًا فَقَدْ زَادَتْ عَلَيَّ ظُلْمَةَ الدُّجَى

آپ کے وصال فرما ہونے کے بعد ہم پر ایسی تاریکی چھا گئی جس میں دن کالی رات

سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا۔

فَيَا خَيْرَ مَنْ ضَمَّ الْجَوَاعِغَ وَالْحَشَا

وَيَا خَيْرَ مَنِ ابْتِغَى التُّرَابَ وَالشَّرَى

انسانی بدن جتنی شخصیتوں کو بھی اپنے پہلو میں چھپائے بیٹھے ہیں ان میں سب سے بہتر

آپ ہیں اور آپ ان تمام مرنے والوں میں جن کو خاک نے اپنے دامن میں چھپایا سب

سے بہتر ہیں۔

كَأَنَّ أُمُورَ النَّاسِ بَعْدَكَ ضَمَنْتُ

سَفِينَةً مَوْجِ جَيْنَ فِي الْبَحْرِ قَدْ سَمَا

گویا یوں لگتا ہے اے میرے آقا جیسے انسانی معاملہ آپ کے وصال فرما ہونے کے

بعد ایک ایسی کشتی میں پڑ گیا ہے جو سمندر کی اونچی موجوں میں گھری ہوئی ہے۔

فَضَاقَ فِضَاءُ الْأَرْضِ عَنْهُمْ بِرَحْبَةٍ

لِفَقْدِ رَسُولِ اللَّهِ إِذْ قِيلَ قَدْ مَضَى

جب یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اس دنیا، فانی سے رخصت ہو گئے ہیں تو

زمین کی فضا اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو جاتی ہے۔

فَقَدْ نَزَلَتْ لِلْمُسْلِمِينَ مُصِيبَةٌ

كَضَدِّعِ الصَّفَا لَا لِلصَّدْعِ فِي الصَّفَا

مسلمانوں پر ایک ایسی مصیبت آن پڑی ہے جیسے ایک بہت بڑی چٹان میں شکاف پڑ

گیا ہو، کیا پتھر کی چٹان کے شکاف کی بھی اصلاح ممکن ہے؟

فَلَنْ يَسْتَقِلَّ النَّاسُ تِلْكَ مُصِيبَةً

وَلَنْ يَجْبِرَ الْعَظْمُ الَّذِي مِنْهُمْ وَهِيَ

اس مصیبت کو لوگ برداشت نہیں کر سکیں گے اور وہ کمزوری پیدا ہو گئی ہے جس کا مداوا ممکن نہیں۔

وَ فِي كُلِّ وَقْتٍ لِلصَّلَاةِ يَهِيْجُهُ

بِلَالٌ وَ يَدْعُوْا بِاسْمِهِ كُلَّمَا دَعَا

اور ہر نماز کے وقت بلال رضی اللہ عنہ ایک بیجان پیدا کر دیتا ہے جب وہ (اذان میں) ان کا نام لے کر پکارتا ہے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کی نعت

مِنْ قَبْلِهَا طُبْتُ فِي الظَّلَالِ وَ فِي

مَسْتَوْدِعٍ حَيْثُ يُخَصَفُ الْوَرَقُ

اے کریم ابن کریم! آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو، آپ اس سے پہلے سایہ خاص میں زندگی بسر کرتے تھے اور اس منزل میں محفوظ تھے جہاں پتوں سے بدن ڈھانپا گیا یعنی جنت میں۔

ثُمَّ حَبَطْتُ الْبِلَادَ وَ لَا بَشْرٌ

اَنْتَ وَ لَا مُضَغَّةٌ وَ لَا عَلَقٌ

پھر آپ بستی میں اترے مگر اس طرح کہ اس وقت نہ تو آپ ابھی بشر تھے نہ گوشت پوست اور نہ لہو کی پھسکی۔

بَلْ نُطْفَةٌ يُرْكَبُ السَّفِينِ وَقَدْ

الْجَمُّ نَسْرًا وَ أَهْلُهُ الْفَرَقُ

بلکہ آپ تو وہ آب صافی ہیں جو کشتیوں پر سوار تھا جب سیلاب کی موجیں چوٹی کو چھو رہی تھیں اور لوگ ڈوب رہے تھے۔

اس شعر میں آپ کو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف تشبیہ دی گئی جو کشتی میں سوار تھے اور حضور علیہ السلام کا جو ہر نوح علیہ السلام کی پشت میں تھا یعنی پاک و صاف مز کی و منقی آب صافی اور ناپاک لوگ سیلاب کے پانی میں ڈوب رہے تھے۔

حضرت مولانا عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

اگر نام محمد را نیاوردی شفیع آدم

نہ آدم یافتی توبہ نہ نوح از غرق نجینا

اگر حضرت آدم علیہ السلام نام محمد ﷺ کو شفیع نہ بناتے تو نہ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوتی اور نہ نوح علیہ السلام کی کشتی نجات پاتی۔

تُنْقَلُ مِنْ صُلْبِ اِلٰی رَحْمِ

اِذَا مَضَىٰ عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

پھر ایک زمانہ بیت گیا مرتبہ حال کا ظہور ہوا اور وہ آب صافی صلب سے رحم کی طرف

منتقل ہوتا رہا۔

وَرَدَّتْ نَارَ الْخَلِيلِ مُكْتَمًا

فِي صُلْبِهِ اَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

پھر آپ چپکے چپکے چھپے چھپے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی صلب پاک میں ان

کے ساتھ آگ میں اتر گئے۔ آتش نمرود ان کو کیسے جلا سکتی تھی۔

حَتَّىٰ اِحتَوٰی بَيْتَكَ الْمُهَيَّمِ مِنْ

خِنْدِفٍ عَلِيَاءَ تَحْتَهَا النُّطْقُ

حتیٰ کہ آپ کا محافظ وہ صاحب شان و شوکت گھرانہ ہوا جو خندف جیسی رفیع الشان و

مرتبہ خاتون کا ہے۔ جس کا دامن زمین پر لوٹتا تھا یعنی انتہائی پردہ دار تھیں۔

وَاَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقَتْ الْاَرْضُ

وَضَاءُكَ بِنُورِكَ الْاَلْفُ

اور جب آپ ولادت فرما ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور آفاق سماویں آپ کے نور سے روشن ہو گئے۔

فَنَحْنُ فِي ذَلِكَ الضِّيَاءِ وَ فِي النُّورِ
وَسُبُلِ الرِّشَادِ نَخْتَرِقُ

اور اب ہم اسی نور اور روشنی میں ہیں اور ہدایت و استقامت کی راہیں نکال رہے ہیں۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہما کی نعت

حَمِدْتُ اللَّهَ حِينَ فُوَادِي

إِلَى الْإِسْلَامِ وَالَّذِينَ الْمُئِيْفِ

میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے اس کا شکر بجالاتا ہوں جب اس نے مجھے اسلام اور بلند مرتبہ دین قبول کرنے کی توفیق دی۔

لَدَيْنِ جَاءَ مِنْ رَبِّ عَزِيزِ

خَبِيرِ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيفِ

اپنے رب عظمت و عزت والے کی طرف سے دین لے کر آئے جو اپنے بندوں کے تمام حسابات سے باخبر ہے اور وہ اس پر بڑا مہربان ہے۔

إِذَا تَلَيْتُ رَسَائِلُهُ عَلَيْنَا

تَحْذُرُ مَعَ ذِي اللَّبِّ الْحَصِيفِ

جب اس کے پیغامات کی ہم پر تلاوت کی جاتی ہے تو ہر صاحب عقل اور صاحب الرائے کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔

رَسَائِلُ جَاءَ أَحْمَدُ مِنْ هَذَاهَا

بِأَيَاتِ مُبَيِّنَةٍ الْحُرُوفِ

وہ پیغامات جن کو احمد مجتبیٰ ﷺ لے کر تشریف لائے وہ واضح الفاظ اور واضح حروف

والے ہیں۔

وَاحْمَدُ مُصْطَفَىٰ فِينَا مَطَاعًا

فَلَا تَفْشُوهُ بِالْقَوْلِ الْعَنِيفِ

اور احمد ﷺ ہم سب میں سے چنے ہوئے ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے لہذا تم ان کے سامنے ذرا نا ملائم الفاظ بھی منہ سے نہ نکالنا۔

فَلَا وَاللَّهِ نُسَلِمُهُ لِقَوْمِ

وَلَمَّا نَقَضَ فِيهِمْ بِالسُّيُوفِ

تو اللہ کی قسم ہم ان کے حوالے کبھی نہ کریں گے جن کے بارے میں ہم نے ابھی تلواروں سے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی نعت

أَعْرَأَ عَلَيْهِ لِنُبُوَّةِ خَانِمِ

مِنَ اللَّهِ مَشْهُودٌ يَلُوحٌ وَ يُشْهَدُ

آپ سرکار وہ ہیں جن پر مہر نبوت چمک رہی ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے عادت ہے جو چمکتی بھی ہے اور دیکھی بھی جاتی ہے ﷺ۔

وَضَمَّ الْإِلَٰهَ اسْمَ النَّبِيِّ إِلَىٰ اسْمِهِ

إِذْ قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُرَوِّدُنْ أَشْهَدُ

اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ نبی کریم ﷺ کا نام ملا رکھا ہے جب کہ مؤذن پانچ وقت اشہد کہتا ہے یعنی اشہد ان محمد رسول اللہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

نَبِيُّنَا بَعْدَ بَاسٍ وَ فِتْرَةٍ

مِنَ الرُّسُلِ وَلَا وَثَانَ فِي الْأَرْضِ تُعْبَدُ

یہ ایسے نبی محترم ہیں ﷺ جو ایک طویل وقفہ اور ایک طویل خوف کے بعد تشریف لائے اور حال یہ تھا کہ ساری روئے زمین پر بت پوجے جا رہے تھے۔

فَأَمْسَى سِرَاجًا مُسْتَبِيرًا وَهَادِيًا
يَلُوحُ كَمَا لَاحَ الصَّقِيلُ الْمُهْنَدُ

یہ ایسے نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور روشنی و چراغ والے اور راہنما ہو گئے اور اس طرح سارے زمانے پہ چمکنے لگے جیسے صیقل کی ہوئی ہندی تلووار چمکتی ہے۔

وَأَنْذَرْنَا نَارًا وَبَشِّرَ جَنَّةً
وَعَلَّمَنَا الْإِسْلَامَ فَأَللَّهُ نَحْمَدُ

آپ نے ہمیں دوزخ کی آگ سے ڈرایا اور آپ نے ہمیں جنت کی بشارت دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں۔

وَأَنْتَ إِلَهَ الْخَلْقِ وَ خَالِقِي
بِذَلِكَ مَا عَمَرْتُ فِي النَّاسِ أَشْهَدُ

اے میرے اللہ! تو ساری کائنات کا معبود ہے اور میرا خالق بھی۔ میں جب تک لوگوں میں زندہ رہوں گا اس کی شہادت دیتا رہوں گا۔ آمین

وَأَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرْقُطْ عَيْنِي
وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ الْبِئْسَاءُ

(اے ہمارے محبوب ﷺ) آپ ﷺ سے زیادہ حسین تر چہرہ آج تک کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں اور آپ سے زیادہ خوبصورت شخص کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔

خُلِقْتَ مُبْرَأً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَانَكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

آپ ﷺ (جسمانی و روحانی) ہر اعتبار سے کلی طور پر پاک اور مبرا پیدا کئے گئے ہیں اس طرح لگتا ہے کہ آپ ﷺ ایسے تخلیق فرمائے گئے ہیں جیسے آپ خود پیدا ہونا

چاہتے تھے۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی نعت

امام ابو نعیم نے بیان کیا کہ حضرت ام سماع بنت ابی رہم اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ وہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے وقت ان کے پاس تھیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ بڑی معصومیت کے ساتھ اپنی والدہ کی وفات کے وقت ان کے سرہانے کھڑے ہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آخری وقت بڑی حسرت کے ساتھ حضور ﷺ کے چہرہ اقدس پر پیار بھری نگاہ ڈالی اور یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

بَارَكَ فِيكَ اللَّهُ مِنْ غُلَامٍ

يَا ابْنَ الذِّي مِنْ حَوْمَةِ الْحَمَامِ

نَجَابِعُونَ الْمَلِكُ الْمَنَعَامُ

قُودِي غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسَّهَامِ

اے میرے دل نواز و جاں نواز بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے اے اس عظیم باپ کے جگر بند اور فرزند ولید جس نے بادشاہ حقیقی اور منعم کائنات کی عنایت و مہربانی سے زبردست موت کے آہنی شکنجے اور چنگل سے نجات حاصل کی پس جن دن قرعہ اندازی ہوئی۔

بِمَاءٍ مِنْ إِبْلِ سَوَامٍ

إِنْ صَحَّ مَا أَبْصَرْتُ فِي الْمَنَامِ

فَأَنْتَ مَبْعُوثٌ إِلَى الْأَنَامِ

مِنْ عِنْدِي ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

تو ان کے بدلے سوچنے والے اونٹ قربان کئے گئے میرے پیارے لخت جگر! جو خواب میں نے دیکھے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں تو جلیل و کریم رب کی طرف سے نبی بن کر تمام مخلوق کی طرف مبعوث ہونے والا ہے۔

تُبْعَتْ فِي الْحَلِّ وَ فِي الْحَرَامِ
تُبْعَتْ بِالتَّحْقِيقِ وَ الْإِسْلَامِ
دِينُ أَبِيكَ الْبِرِّ إِبْرَاهِيمَ
فَاللَّهُ أَنهَاكَ عَنِ الْأَضْمَامِ
إِنْ لَاتُوا لِيَهَا مَعَ الْأَقْوَامِ

تو حق و صداقت اور اپنے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین اور اسلام کی روشنی کے ساتھ حرم اور حرم کے تمام علاقوں کی طرف مبعوث ہوگا۔ پوری قوم بتوں کی پرستش اور ان کی محبت میں گرفتار ہے لیکن اللہ پاک نے تجھے ان خرافات سے روک دیا ہے کہ آپ ان بت پرستوں سے دوستی نہ کریں۔

ان اشعار کے بعد آپ نے یہ کلمات کہے:

كُلُّ حَيٍّ مَيِّتَةٌ وَ كُلُّ جَدِيدٍ بَالٍ وَ كُلُّ كَبِيرٍ يَفْنَى وَ اَنَا مَيِّتَةٌ وَ ذِكْرِي بَاقِيٌّ
وَلَدْتُ طَهْرًا وَ قَدْ تَرَكَتُ خَيْرًا۔

یعنی ہر زندہ کو موت آئے گی۔ ہر نیا پرانا ہوگا۔ ہر بڑا فنا ہوگا۔ میں تو اب مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر دنیا میں باقی رہے گا کیونکہ میں ایک ایسے بچے کو جنم دے چلی ہوں جو سراپا طہارت ہے اور اس خیر و برکت کو چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ (الخصائص الکبریٰ ج 1 ص 79)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا نغمہ فراق

فَبِكَيْ رَسُولٍ يَا عَيْنُ عِبْرَةٍ
وَلَا عَرَفْنَاكَ الدَّهْرَ دَمْعَكَ يَجْمَدُ

اے چشم پر نغم! رسول اللہ ﷺ پر خوب آنسو بہا اور عمر بھر میں تیرے آنسوؤں کو خشک ہوتے نہ دیکھوں۔

وَمَا لَكَ لَا تَبْكِينَ ذَا النِّعْمَةِ الَّتِي
عَلَى النَّاسِ مِنْهَا سَابِغٌ يَتَغَمَّدُ۔

اور (اے آنکھ) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم لوگوں پر احسان کرنے والے پر نہیں روتیں جن میں سے کچھ احسانات ایسے ہیں جنہوں نے لوگوں کو ڈھانپ لیا ہے۔

فَجُودِي عَلَيْهِ بِالذَّمِّوعِ وَاعْوَلِي
لَفَقَدَ الَّذِي لَا مِثْلَهُ الدَّهْرَ يُوجَدُ

اے آنکھ! خوب رو اور اس ہستی کے کھوجانے پر شور کر جس کی مثل زمانے میں نہیں پائی جاتی۔

وَمَا فَقَدَ الْمَاضُونَ مِثْلَ مُحَمَّدٍ
وَلَا مِثْلَهُ حَتَّى الْقِيَامَةِ يَفْقَدُ

گزشتہ لوگوں نے محمد ﷺ کی مثل آدمی کو نہیں کھویا اور نہ قیامت تک آپ جیسا آدمی کھویا جائے گا۔ ﷺ

أَقُولُ وَلَا يَلْفِي لِمَا قُلْتَ غَائِبٌ
مِنَ النَّاسِ إِلَّا عَازِبُ الْقَوْلِ مَبْعُدُ

میرے اس قول کی کوئی تکذیب کرنے والا نہیں سوائے اس شخص کے جو دور کی بات کہنے والا ہے۔

وَلَيْسَ هَوَانِي نَارِعًا عَنْ ثَنَانِهِ
لَعَلِّي بِهِ فِي جَنَّةِ الْخُلْدِ أَخْلُدُ

اور میرا عشق آپ کی ثناء سے باز آنے والا نہیں۔ شاید میں اس کی وجہ سے جنت اخلد میں ہمیشہ جاؤں۔

مَعَ الْمُصْطَفَى أَرْجُوا بِذَلِكَ جَوَارُهُ
وَفِي نَيْلِ ذَاكَ الْيَوْمِ أَسْعَى وَأَجْهَدُ

میں محمد ﷺ کا قرب چاہتا ہوں اور میں اس دن کے حصول کے لئے کوشاں ہوں۔

حضرت ورقہ بن نوفل کی نعت

لَجِبْتُ وَ كُنْتُ فِي الذِّكْرِى لَجُوجًا
لَهُمْ طَالَمَا بَعْتُ النَّهْبَجَا

میں طیش میں آ گیا (اور) یہ تو میری پرانی عادت ہے کہ جب مجھے یادیں ستاتی ہیں تو سراپا اشتعال بن جاتا ہوں یعنی وہ یادیں میرے قلب و روح پر اس طرح ستون ہو جاتی ہیں کہ مجھے ہمیشہ یاد رہیں۔

وَ وَصِفِ مِنْ خَدِيجَةِ بَعْدَ وَصْفِ
فَتَذُ طَالَ اِنْتِظَارِى يَا خَدِيجَا

میرى طبیعت و تندى اور رونا اس وجہ سے ہے کہ مجھ سے خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بہت تعریف اور توصیف بیان کی ہے اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی نشانیاں بیان کی ہیں اور اب میں ان کے دیکھنے کی تمنا رکھتا ہوں۔ اے خدیجہ (رضی اللہ عنہا)! تو نے بہت لمبی انتظار دکھائی ہے ان کا دور رسالت کب آئے گا اس وقت کے لئے میرا اشتیاق برستا ہی جاتا ہے۔

بِطْنِ الْمَكْتَنِ عَلَى رَجَائِى
حَدِيثِكَ اَنْ اُرَى مِنْهُ خُرُوجًا
بِمَا خَبَرْتَنَا مِنْ قَوْلِ قَسِ
مِنَ الرَّهْبَانِ اَكْرَهُ اَنْ يَّعُوجَا

اے خدیجہ! مجھے ان باتوں سے جو تم نے اپنے مشاہدات کے طور پر بیان کی ہیں، میسرہ کے دیکھے حالات سنائے ہیں اور راہب کی گفتگو سے آگاہ کیا ہے تو اندازہ ہوا کہ محمد ﷺ پیغمبر ہوں گے اور مکہ میں اعلان نبوت کر کے مخلوق کو راہ حق دکھائیں گے اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو اس دین کی اعانت و نصرت میں جان دینے سے دریغ نہیں کروں گا۔

بَانَ مُحَمَّدًا سَيَسُودُ فِينَا
وَيُنْخِصِمُ مَنْ يَكُونُ لَهُ حَجِيبًا
وَيُظْهِرُ فِي الْبِلَادِ ضِيَاءَ نُورٍ
يُقِيمُ بِهِ الْبَرِيَّةَ أَنْ تَمُوجَا

اے خدیجہ! آپ کو مبارک ہو آپ کو بشارت ہو کہ محمد ﷺ قوم قریش کے بہترین افراد میں سے ہوں گے اور تمام عرب ان کے حلقہء اطاعت میں ہوگا اور جو کوئی ان کا دشمن ہوگا وہ مقہور ہوگا اور جو ان کا مخالف ہوگا وہ مغلوب ہوگا۔ وہ تمام ملکوں میں نور حق کی روشنی کو پھیلائیں گے اور اس دین کے سب لوگوں کو گمراہیوں سے نکالیں گے۔

فَيَلْقَى مَنْ يُحَارِبُهُ خَسَارًا
وَيَلْقَى مَنْ يُسَالِمُهُ فُلُوجًا
فَيَأْتِي إِذَا مَا كَانَ ذَاكُمْ
شَهِدَتْ فَكُنْتُ أَوْلَهُمْ وَأُلُوجًا
وَأُلُوجًا فِي الدِّي كَرِهَتْ قُرَيْشُ
وَأُلُوجًا عَجَّتْ بِمَكْنَتِنَا عَجِيبًا

اور جو کوئی محمد ﷺ سے جنگ کرے گا وہ ظالم ہوگا اور ذلت کا شکار ہوگا اور جو کوئی ان کے ساتھ موافقت کرے گا وہ دو جہان کی سعادت پائے گا اور نجات اخروی حاصل کرے گا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ وہ کافروں سے جنگ کریں گے تو سب سے پہلے جو کافروں سے مقابلے کے لئے نکلتا وہ میری ذات ہوتی اگرچہ یہ بات کافروں پر شاق ہوتی لیکن جب تک جسم میں جان باقی رہتی میں محمد ﷺ کی معاونت سے باز نہ آتا اور دشمنان اسلام کا مقابلہ کرتا یہاں تک کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے سے بارگاہ الہی میں رفعت و منزلت حاصل کرتا۔

حضرت کعب بن زہیر المزنی رضی اللہ عنہ کی نعت

مشہور مزنی شاعر کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے قبل از قبول اسلام، فاتح قلوب و عقول ﷺ کی شان اقدس میں جو نعتیہ اشعار قصیدہ میں رقم کئے وہ یہ تھے۔

أَبِئْتُ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ أَوْ عَدَنِي

وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ مَأْمُولُ

مجھے بتایا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دھمکی دی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے عفو و درگزر کی ہی امید کی جاسکتی ہے۔

إِنَّ الرَّسُولَ لَنُورٌ يُسْتَضَاءُ

مُهَنَّدٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ مَسْلُوبُ

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اکرم ﷺ وہ نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک بے نیام تلوار ہیں۔

پھر حاضر ہوئے تو یوں عرض گزار ہوئے

فَقَدْ آتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ مُعْتَذِرًا

وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ مَقْبُولُ

میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی خدمت میں عذر خواہ ہو کر حاضر ہوا معافی و درگزر کرنا تو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بہت ہی پسندیدہ عمل ہے گویا معاف کرنا اور درگزر سے کام لینا تو ان کی پرانی عادت کریمہ ہے۔

یا رسول اللہ میں بھی کعب بن زہیر المزنی کے تتبع میں معذرت چاہتے ہوئے حاضر ہوا ہوں۔ ازراہ لطف و عنایت میری خطائیں بھی معاف فرمادیتے۔ گویا حضرت کعب رضی اللہ عنہ یوں کہنا چاہتے تھے۔

يَا رَسُولَ اللَّهِ انْظُرْ حَالَنَا

يَا حَبِيبَ اللَّهِ اسْمَعْ قَالَنَا

إِنِّي فِي بَخْرِهِمْ مُغْرَقٌ
 خُذِيْدِي سَهْلًا اَثْقَالَنَا
 لَقَدْ أَقْرَمُ مَقَامًا لَوْ يَقُومُ بِهِ
 أَرَى وَأَسْمَعُ مَا لَوْ يَسْمَعُ الْفَيْلُ

میں تو اس مقام پر کھڑا تھا کہ اگر وہاں قوی الجبہ ہاتھی بھی کھڑا ہوتا اور وہ ہاتھی وہ کچھ سنتا جو میں دیکھ اور سن رہا ہوں۔

لَظَلَّ يَرْعُدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُ
 مِنَ الرَّسُولِ بِإِذْنِ اللَّهِ تَنْوِيلُ

تو یقیناً وہ ہاتھی کانپنے لگتا اگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو دو سخا اور بخشش اور عطانہ ہوتی۔

حَتَّى وَضَعْتُ يَمِينِي لَا أَنْزِعُهَا
 فِي كَفِّ ذِي نَقِمَاتٍ قِيلُهُ الْقَيْلُ

حتیٰ کہ میں نے اپنا دایاں ہاتھ بغیر کسی مناقشے اور ہچکچاہٹ کے ان کے ہاتھ میں دے دیا جو کئے کی سزا دے سکتا تھا اور جس کا قول فیصل تھا۔

إِنَّ الرَّسُولَ لَسَيْفٌ يَسْتَضَائِبُهُ
 مُهِنْدٌ مِنْ سُيُوفِ اللَّهِ مَسْلُوفٌ

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی وہ تلوار ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک کھینچی ہوئی تلوار ہیں۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (سورج کے غروب ہونے پر) کی نعت

أَرِقْتُ وَ بَاتَ لَيْلِي لَا يَزُولُ
 وَلَيْلُ أَخِي الْمُصِيبَةُ فِيهِ طَوْلُ

میری نیند اڑ گئی اور رات ایسی ہو گئی جیسے ختم ہی نہ ہوگی۔ وہ رات جو مصیبت کی رات ہو وہ سراپا درد اور لمبی ہی ہوتی ہے۔

فَقَدْنَا الْوَحْيَ وَالْتَّزِيلَ فِينَا
يُرْوَحُ بِهِ وَ يَغْدُوا جِبْرَائِيلَ

وحی اور تنزیل وحی الہی کا سلسلہ جو ہمارے درمیان جاری تھا وہ ٹوٹ گیا۔ جبرائیل علیہ السلام کبھی رات کو آتے جاتے تھے اور کبھی دن کو۔

نَبِيٌّ كَانَ يَجْلُوا الشَّكَّ عَنَّا
بِمَا يُوحَى إِلَيْهِ وَمَا يَقُولُ

حضور نبی رحمت ﷺ وہ نبی تھے جو ہمارے شکوک و شبہات دور فرماتے تھے۔ کبھی اس وحی کے ذریعے جو آتی تھی اور کبھی اپنے (کرم) کے بادل ارشادات سے۔

وَيَهْدِينَا فَلَا نَخْشَى ضَلَالًا
عَلَيْنَا وَالرُّسُولُ لَنَا دَلِيلُ

وہ ہمیں ایسا راستہ دکھادیتے تھے کہ گمراہی کا ڈر نہ رہتا اور رسول اللہ ﷺ بذات خود بھی ہمارے راہنما تھے۔

يُخْبِرُنَا بِظَهْرِ الْغَيْبِ عَمَّا
يَكُونُ فَلَا يَخُونُ وَلَا يَحُولُ

وہ ہمیں غیب کی خبریں بھی سناتے تھے کہ کیا ہوگا یا کیا ہونے والا ہے؟ اور آپ کی دی ہوئی خبروں میں نہ کوئی خرابی ہوتی تھی اور نہ ہیر پھیر ہوتا تھا۔ (سبحان اللہ یہ نبی کی شان ہوتی ہے کہ وہ باخبر ہوتا ہے۔ مترجم)

فَلَمْ نَرِ مِثْلَهُ فِي النَّاسِ حَيًّا
وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْمَوْتَى عَدِيلُ

نہ تو زندوں میں ہم نے ان جیسا کوئی دیکھا اور نہ مرنے والوں میں ان کی کوئی نظیر پائی۔

أَفَاطِمُ إِنْ جَزَعْتَ فَذَاكَ عُذْرٌ
وَ إِنْ لَمْ تَجْزَعِي فَهِيَ لَسِيلٌ

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! اگر صبر کا دامن تم سے چھوٹ جائے تو یہ تیری مجبوری ہے
لیکن اصل راستہ تو یہی ہے کہ صبر کا دامن نہ چھوڑا جائے۔

فَعُوْذِي بِالْعَزَا فَإِنَّ فِيهِ
ثَوَابُ اللَّهِ وَالْفَضْلُ الْجَزِيلُ

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! اگر تو صبر کرے اور صبر و استقامت کا دامن نہ چھوڑے تو
اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب بھی ہے اور فضل عظیم بھی۔

وَقَوْلِي فِي أَبِيكَ وَلَا تَمَلِي
وَهَلْ يَجْزِي بِفِعْلِ أَبِيكَ قِيلُ

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تو اپنے باپ کی شان میں دل کھول کر بول، لیکن تیرے
باپ نے جو کام کئے کیا تیری باتیں ان کا بدلہ ہو سکتی ہیں؟

فَقَبْرُ أَبِيكَ سَيِّدُ كُلِّ قَبْرِ
وَ فِيهِ سَيِّدُ النَّاسِ رَسُولٌ

اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا)! تیرے باپ کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے کیونکہ اس
میں وہ رسول مدفون ہیں جو تمام انسانوں کے سردار ہیں ﷺ۔

صَلْوَةُ اللَّهِ مِنْ رَبِّ الرَّحِيمِ
عَلَيْهِ لَا تَحْوُلُ وَ لَا نَزُولُ

رحمت والے پاک پروردگار کی طرف سے ان پر رحمتیں نازل ہوں۔ ایسی رحمتیں جو کبھی
نہ تھمیں اور نہ کبھی رکیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی نعت

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدَ

أَلَّا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا

جس شخص نے ایک بار بھی خاک پائے احمد مجتبیٰ ﷺ سونگھ لی تعجب کیا ہے کہ وہ

پھر ساری عمر کوئی خوشبو سونگھنے کی حاجت ہی محسوس نہ کرے۔ (سبحان اللہ)

صَبَّتْ عَلَى مَصَابِثِ لَوَائِهَا

صَبَّتْ عَلَى الْآيَامِ صِرْنَ لِيَالِيَا

حضور پہ نور ﷺ کی جدائی میں مجھ پر وہ مصیبتیں ٹوٹ پڑیں ہیں کہ اگر یہ مصیبتیں

دنوں پر نازل ہوتیں تو وہ دن غم و اندوہ سے سیاہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔

أَغْبَرَّ أَفَاقَ السَّمَاءِ وَكُوْرَتْ

شَمْسُ النَّهَارِ وَأَظْلَمَ الْأَرْمَانُ

آسمان کی وسعتیں اور بلندیاں غبار آلود ہو گئیں اور دن کا سورج لپیٹ دیا گیا اور سارا

زمانہ تاریک ہو گیا۔

وَالْأَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ كَنِيْبَةٍ

أَسْفَا عَلَيْهِ كَثِيْرَةٌ الْأَحْزَانُ

اور زمین نبی کریم ﷺ کے ہجر کے غم میں بتلائے درد ہو گئی اور آپ کے غم میں سراپا

درد بن گئی ہے۔

فَلْيَبْكِيْهِ شَرْقُ الْبِلَادِ وَغَرْبُهَا

يَافْخَرُ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ النِّيْرَانُ

اب ان کی جدائی کے غم میں مشرقوں کو بھی رونا چاہئے اور مغربوں کو بھی اور کتنے خوش

انصیب اور قابل فخر ہیں وہ لوگ جن پر وہ روشنیاں چمکتی ہیں۔

يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارِكِ صِنْوَةَ
صَلَّى عَلَيْكَ مُنَزَّلُ الْقُرْآنِ

اے اللہ آخری رسول ﷺ آپ تو فیض و لطف اور برکت و سعادت کی جوئے فیض
ہیں آپ پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود و سلام بھیجا ہے۔ (سبحان اللہ)

حضرت ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نعت

مَنْ يَبْدُ فِي الدَّاجِيِ الْبَهِيمِ جَبِينُهُ
يَلُحُّ مِثْلَ مِصْبَاحِ الدُّجَى الْمُتَوَقِّدُ

اندھری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے تو وہ اس طرح چمکتی ہے جیسے روشن
چراغ۔

فَمَنْ كَانَ أَوْ مَنْ قَدْ يَكُونُ أَحْمَدُ
نِظَامُ لِحَقِّ أَوْ نِكَاْلُ لِمُلْحَدِ

احمد مجتبیٰ ﷺ جیسا اور کون ہوا ہے یا کون ہوگا؟ حق کا نظام قائم کرنے والا اور ملحدوں

کو سراپا عبرت بنا دینے والا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی نعت

إِنْ نَلَّتْ يَا رِيحَ الصَّبَا يَوْمًا إِلَى أَرْضِ الْحَرَمِ

بَلِّغْ سَلَامِي رَوْضَةَ فِيهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَرَمِ

اے باد صبا! اگر تیرا گزر حرم زمین حرم تک ہو تو میرا سلام اس روضہ تک پہنچا جس میں نبی

محترم تشریف فرما ہیں ﷺ۔

مَنْ وَجْهُهُ شَمْسُ الضُّحَى مَنْ خَدُّهُ بَدْرُ الدُّجَى

مَنْ ذَاتُهُ نُورُ الْهُدَى مَنْ كَفَّهُ بَحْرُ الْهَمَمِ

وہ جن کا چہرہ نور نصف دن کے چڑھے سورج کی طرح ہے جن کے رخسار مکمل چاند کی

طرح تاباں اور تابندہ ہیں اور جن کی ذات نور ہدایت ہے جن کی ہتھیلی سخاوت کا دریا ہے
ﷺ

اَكْبَادُنَا مَجْرُوحَةً مِنْ سَيْفِ هِجْرِ الْمُصْطَفَى

طُوبَى لِأَهْلِ بَلَدَةِ فِيهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَشِمِ

فراق و ہجر مصطفیٰ ﷺ کی تلوار سے ہمارے جگر زخمی ہیں۔ خوش نصیبی ہے اس شہر کے
لوگوں کی جس شہر میں نبی محتشم آرام فرما ہیں ﷺ۔

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ كَمَنْ يَتَّبِعُ نَبِيًّا عَالِمًا

يَوْمًا وَلَيْلًا دَائِمًا وَارْزُقْ كَذَالِي بِالكَرَمِ

اے کاش! میں بھی اس شخص کی طرح ہوتا جو علم و فضل کی دولت سے مالا مال ہو کر حضور
نبی رحمت ﷺ کی اتباع اور پیروی کرتا ہے اور یہ اتباع دن رات کرتا اور ہمیشہ کرتا۔ اے
میرے کریم مالک! یہی صورت اپنے کرم سے مجھے عطا فرما۔

يَا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ يَا شَفِيعَ الْمُذْنِبِينَ

أَكْرَمُ لَنَا يَوْمَ الْحَزِينِ فَضْلًا وَجُودًا وَالْكَرَمِ

اے سارے جہانوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لانے والے آقا محترم ﷺ!
اے گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے آقا ﷺ ہمیں دکھوں اور مصیبتوں والے روز
قیامت میں اپنے فضل، جو دو سخاوت اور کرم سے عزت بخشے۔

يَا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ أَدْرِكَ لِزَيْنِ الْعَابِدِينَ

مَحْبُوسِ أَيْدِي الظَّالِمِينَ فِي الْمَوْكَبِ وَالْمُزْدَحَمِ

اے سارے جہانوں کے لئے سایہ رحمت بن کر تشریف لانے والے میرے
کریم ﷺ! زین العابدین کو سنبھالنے اور سہارا دیجئے کہ وہ اس وقت ظالموں کے ہاتھوں
حیرانی اور پریشانی میں گرفتار ہے۔

حضرت سیدتنا ام معبد رضی اللہ عنہا کی نعت

رَأَيْتُ رَجُلًا ظَاهِرًا لَوْضَاءَ حَسَنِ الْخُلُقِ

میں نے ایک ایسے مرد کا مل کو دیکھا ہے جس کا حسن نمایاں تھا۔

مَلِيحُ الْوَجْهِ

بڑے خوبصورت اور نمکین حسن والے۔

لَمْ تَعْبَهُ ثَجَلَةٌ وَلَمْ تُزْرِ بِهِ صَعْلَةٌ

نہ بڑھی ہوئی تو ندھی جو اسے عیب دار بنائے اور نہ پتلی گردن اور چھوٹا سر جو اس کی

ذات میں نقص پیدا کرے۔

قَسِيمٌ وَسِيمٌ

بڑا ہی حسین بڑا ہی خوب رو۔

فِي عَيْنَيْهِ دَعَجٌ

آنکھیں سیاہ اور بڑی۔

وَفِي أَشْفَارِهِ وَطْفٌ

اور پلکیں لمبی۔

وَفِي صَوْتِهِ صَحْلٌ

اس کی آواز گونج دار۔

أَحْوَلُ أَنْحَلُ

سیاہ چشم، کمھول، سرگیں۔

أَزْجٌ - أَقْرَنُ

دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے۔

وَفِي غُنْفِهِ سَطْحٌ

اور ان کی گردن چمک دار۔

وَفِي لِحْيِهِ كَثَائَةٌ

ریش مبارک گھنی تھی۔

إِذَا صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ

جب وہ خاموش ہوتے تو پروقار ہوتے۔

وَإِذَا تَكَلَّمَ سَمَا وَعَلَاهُ الْبِهَاءُ

جب گفتگو فرماتے تو چہرہ پر نور اور بارونق ہوتا۔

حُلُوا الْمَنْطِقِي

شیریں گفتار۔

فَصَلِّ لَا نَزْرٌ وَلَا هَذْرٌ

گفتگو واضح، نہ بے فائدہ اور نہ بے ہودہ۔

كَانَ مَنْطِقَهُ خَوَزَاتٍ نَظْمٍ يَتَحَدَّرُنْ

گفتگو موتیوں کی لڑی ہوتی جس سے موتی جھڑرے ہوتے۔

أَبْهَى النَّاسِ وَأَجْمَلُهُ مِنْ بَعِيدٍ

دور سے دیکھنے پر سب سے زیادہ بارعب اور حسین و جمیل نظر آتے۔

وَأَحْسَنُهُ مِنْ قَرِيبٍ

اور قریب سے دیکھا جائے تو سب سے خوبرو اور خوبصورت نظر آتے۔

رَبْعَةٌ لَا تَشْنَأُ عَيْنٍ مِنْ طُولٍ

قد درمیانہ، نہ اتنا طویل کہ آنکھوں کو برا لگے۔

لَا تَقْتَحِمُهُ عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ

نہ اتنا پست کہ آنکھیں حقیر سمجھنے لگیں

غُصْنٌ بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَ أَنْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا وَأَحْسَنُهُمْ قَدْرًا

آپ دو شانوں کے مابین ایک ایسی تیسری شاخ تھے جو سب سے زیادہ سرسبز و
شاداب اور احسن القدر۔

لَهُ رُفَقَاءٌ يُحْفَوْنَ بِهِ

ان کے ساتھی ایسے تھے جو ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔

إِذْ قَالَ اسْتَمْعُوا لِقَوْلِهِ

جب آپ کچھ کہتے تو وہ خوب توجہ سے سنتے۔

وَإِنْ أَمَرَ تَبَادَرُوا إِلَىٰ أَمْرِهِ

اور اگر آپ ان کو کوئی حکم دیتے تو فوراً اس کو بجالاتے۔

مَخْفُودٌ مَّخْشُودٌ

سب کے مخدوم، سب کے محترم۔

لَا غَابِسٌ وَلَا مُفَنَّدٌ۔

نہ ترش رو تھے اور نہ ان کی نافرمانی کی جاتی تھی۔

ایک مرتبہ ام معبد اپنے بیٹے کے ساتھ اپنے ریوڑ کو بانگ کر مدینہ منورہ آئیں۔ ان
کے پاس سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو ام معبد کے بیٹے نے ان کو پہچان
لیا اور اپنی ماں کو بتایا۔

يَا أُمَّ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ مَعَ الْمُبَارَكِ۔

اماں! یہ وہی شخص ہے (جو اُس دن اُس) مبارک شخص کے ساتھ تھا۔ وہ اٹھ کر آپ

رضی اللہ عنہ کی طرف لپکی اور پوچھا اے اللہ کے بندے! وہ کون، ہستی تھی جو اس دن تمہارے

ساتھ تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم انہیں نہیں جانتی؟ بولی نہیں، آپ رضی اللہ عنہ

نے فرمایا وہ ”نبی اللہ ہیں“ ﷺ۔

ام معبد نے عرض کی ”مجھے ان کی خدمت میں لے چلو“۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر

رضی اللہ عنہ انہیں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئے اور تعارف کرایا۔

حضور نبی کریم ﷺ صاحب جود و سخا نے کمال شفقت و محبت اور مہربانی فرمائی۔ انہیں کھانا کھلایا، انعام و اکرام سے نوازا اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں۔ ان کے خاوند ابو معبد بھی صاحب ایمان ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت سیدہ حذاقہ بنت حارث (حضرت حلیمہ کی بیٹی المعروف ”شیماء“) کی نعت حضرت سیدہ شیماء رضی اللہ عنہا بچپن میں رسول کریم ﷺ کو گود میں اٹھا کر کھلاتیں اور یہ اشعار بڑے ذوق و شوق سے پڑھتیں۔

رَبِّ إِذَا أَعْطَيْتُهُ فَأَبِقِهِ
وَأَغْلَهُ إِلَى الْعَلَا وَآرِقِهِ
وَإِذْ حَضَّ أَبَا طَيْلٍ الْعُدَى بِحَقِّهِ

اے اللہ تعالیٰ! اگر تو نے ہمیں یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائی ہے تو اسے بقا بھی عطا فرما اور سلامتی بھی عطا فرما ان کو انتہائی بلندی کے مقام تک پہنچا اور ان کو منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے حالات کی موافقت بھی عطا فرما اور دشمنوں کے تمام باطل حیلوں کو ان کے توسل سے کالعدم فرما۔

يَا رَبَّنَا ابْقِ لَنَا مُحَمَّدًا
حَتَّىٰ أَرَاهُ يَافِعًا وَأَمْرًا
ثُمَّ أَرَاهُ سَيِّدًا مُّسَوِّدًا
وَأَكْبَثُ أَعَادِيهِ مَعًا وَالْحَسَدَا
وَأَعْطِيهِ عِزًّا يَدُورُ أَبَدًا

(السيرة النبوية جلد 1 ص 55۔ سيرة الرسول جلد 1 ص 40)

اے ہمارے رب! محمد ﷺ کو ہماری خاطر بقا اور سلامتی عطا فرما حتیٰ کہ میں آپ کو جوان اور تن آور دیکھوں پھر میں آپ کو قوم کے ایسے سردار کے روپ میں دیکھوں کہ سب

لوگ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوں اور انے رب! ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل و رسوا کر دے اور آپ کو وہ جاہ و عزت عطا فرما جو ابد الابد تک قائم رہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی نعت

رُوحِي الْفِدَاءِ لِمَنْ أَخْلَقَهُ شَهْدَتْ

بِأَنَّهُ خَيْرُ مَوْلُودٍ مِنَ الْبَشَرِ

میری روح ان پر فدا جن کے اخلاق کریمہ گواہ ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں افضل ترین انسان ہیں۔

عَمَّتْ فَضَائِلُهُ كُلَّ الْعِبَادِ كَمَا

عَمَّ الْبَرِيَّةُ ضَوْءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ

آپ کے فضائل بلا امتیاز دنیا کے تمام بندوں کے لئے عام ہیں جس طرح سورج اور چاند کی ضیاء باریاں سب کے لئے عام ہیں۔

لَوْلَمْ يَكُنْ فِيهِ آيَاتٌ مُّبِينَةٌ

كَانَتْ بَدِيهَتُهُ تَكْفِي عَنِ الْخَبَرِ

اگر ان کی صداقت پر مہر تصدیق مثبت کرنے والی روشن نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو خود ان کی اپنی واضح شخصیت ہی ان کی صداقت کے لئے کافی تھی ﷺ۔ سبحان اللہ مکہ فتح ہوتے وقت حضور ﷺ کی اونٹنی کی مہار حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی اور وہ یہ رجز یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ

خَلُّوا فَكُلُّ الْخَيْرِ فِي رَسُولِهِ

اے کفار کی اولاد! اس کے راستہ کو خالی کر دو، ہٹ جاؤ کیونکہ ہر قسم کی خیر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہی میں ہے۔

نَحْنُ ضَرَبْنَا كُمْ عَلَى تَأْوِيلِهِ

كَمَا ضَرَبْنَا كُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ

ہم نے تم کو ان کی واپسی پر ایسی مار ماری جیسی ہم نے تمہیں ان کے اترنے پر ماری تھی۔

وَيَزْهَلُ الْخَلِيلُ عَنْ خَلِيلِهِ

يَا رَبِّ اِنِّي مُؤْمِنٌ بِقِيلِهِ

وہ مار ایسی تھی جو دماغ کی راحت بھلا دیتی ہے اور دوست سے دوست کو فراموش کر

دیتی ہے۔ اے میرے رب! میں آپ ﷺ کی ہر بات پر ایمان لاتا ہوں۔

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت

حضرت سراقہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ سفر ہجرت میں حضور ﷺ کا پیچھا کیا، ارادے

میں ناکام ہوئے۔ حضور ﷺ سے امان نامہ لکھوایا۔ اس واقعہ سے دل کی کیفیت بدل گئی۔

کچھ دنوں بعد لوگوں کو سفر ہجرت کے اپنے پیش آمدہ معجزات سنانے شروع کر دیئے۔ ابو جہل

کو علم ہوا تو ان کی کردار کشی کرتے ہوئے ان کی قوم کی طرف خط لکھا۔ دو شعر درج ذیل ہیں۔

بَنِي مَدَلَجٍ وَ اِنِّي اَخَافُ سَفِيْهِكُمْ

سُرَاقَةَ مُسْتَعِدَّ لِنَصْرِ مُحَمَّدٍ

عَلَيْكُمْ بِهٖ الْاِيْفَرَةَ جَمْعَكُمْ

فَيُضْبِحُ شَتَّى بَعْدَ عَزِّ سَوْدَدٍ

اے بنی مدلج! مجھے تمہارے بے وقوف سراقہ سے اندیشہ ہے کہ یہ لوگوں کو محمد

(ﷺ) کی نصرت پر تیار نہ کرے۔ اگر تم اپنا اتحاد گنوانا نہیں چاہتے اور باہم انتشار سے

بچنا چاہتے ہو تو سراقہ پر فوراً قابو پا لو۔

حضرت سراقہ بن مالک نے اسلام لانے کا اظہار اگرچہ فتح مکہ کے بعد کیا ہے لیکن

انہوں نے ابو جہل کو جو جواب لکھا وہ ان کے دل میں جذبات ایمان کی بھرپور عکاسی کرتا

ہے۔ آپ نے جواب لکھا۔

أَبَا حَكِّمٍ وَاللَّهِ لَوْ كُنْتَ شَاهِدًا

لَأَمُرَ جَوَادِي إِذْ تَسُوخُ قَوَائِمُهُ

اے ابوالحکم! (ابوجہل) اللہ تعالیٰ کی قسم اگر تو میرے گھوڑے کو اس پتھر پلے زمین میں

دھستے ہوئے خود دیکھ لیتا۔

عَجِبْتَ وَلَمْ تَشْكُ بِأَنَّ مُحَمَّدًا

رَسُولٌ وَ بُرْهَانَ فَمَنْ ذَائِقَاوَمَهُ

تو تم حیرت زدہ ہو جاتے اور کوئی شک و شبہ تمہارے ذہن میں نہ رہ جاتا کہ محمد ﷺ

واقعاً اللہ کے رسول اور اس کی برہان ہیں۔ لہذا ان کا مقابلہ کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟

عَلَيْكَ فَكَفَّ الْقَوْمَ عَنْهُ فَإِنِّي

أَخَالُ لَنَا يَوْمًا سَتُبَدُّوا مَعَالِمَهُ

تجھے چاہئے کہ تو اپنی قوم کو ان کا مقابلہ کرنے سے روکے کیونکہ میرا دل یہ کہتا ہے کہ وہ

دن دور نہیں جب ان کی عزت اور کامیابی کی علامات مکمل طور پر ظاہر ہو جائیں گی۔

بِأَمْرِ تَوَدُّ النَّصْرَ فِيهِ فَإِنَّهُمْ

وَأَنَّ جَمِيعَ النَّاسِ طُرًا مُسَالِمَةٌ

ایسے میں تو بھی ان کی مدد کا طلب گار ہوگا اور تمام لوگ ان سے صلح کرنے کے خواستگار

ہوں گے۔

مدینہ منورہ کی بچیوں کی نعت

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا

مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوِدَاعِ

ثنیات الوداع سے چود ہویں کے چاند نے ہم پر طلوع فرمایا ہے۔

وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا

مَا دَعَا لِلَّهِ ذَاع

جب تک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا اللہ تعالیٰ کو پکارتا رہے گا ہم پر لازم ہے کہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔

أَيُّهَا لَمَبْعُوثُ فِينَا

جِئْتَ بِالْأَمْرِ الْمَطَاعِ

اے ہمارے پاس نبی بن کر تشریف لانے والے! آپ اس طرح تشریف لے آئے ہیں کہ آپ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے گی۔

نَحْنُ جَوَارُ بَنِي نَجَّارِ

يَا حَبْدًا مُحَمَّدًا مِنْ جَارِ

ہم بنی نجار کی بچیاں ہیں یا محمد ﷺ آپ کتنے اچھے پڑوسی ہیں۔

ایک دیہاتی صحابی رضی اللہ عنہ کی گزارش

امام بیہقی لکھتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دیہاتی آیا اور اس نے عرض کیا۔

أَتَيْنَاكَ وَالْعَذْرَاءُ يُدْمِي لِبَانُهَا

وَقَدْ شَغِلْتُ أُمَّ الصَّبِيِّ عَنِ الطِّفْلِ

یا رسول اللہ! ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ اس حال میں کہ ہماری کنواری

بچیوں کے سینوں سے خون رس رہا ہے اور بچے کی ماں بھوک کے مارے اپنے بچے سے غافل ہوگئی۔

وَلَا شَيْءَ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ عِنْدَنَا

سِوَى الْحَنْظَلِ الْعَامِي وَالْعِلْهَزِ الْعَسَلِ

ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں سوائے ردی قسم کے اندرائن اور علھز کے۔ (علھز ایک قسم کا کھانا ہے جو خون کو اونٹ کے بالوں میں ملا کر آگ میں بھون لیتے ہیں اور قحط کے دنوں میں عرب کے لوگ کھاتے ہیں)۔

وَلَيْسَ لَنَا إِلَّا إِلَيْكَ فِرَارُنَا

وَأَيْنَ فِرَارُ النَّاسِ إِلَّا إِلَى الرَّسُولِ

ہمارے لئے حضور کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں اور لوگوں کے لئے مصیبت کے دنوں میں اللہ کے رسولوں کے بغیر اور کہاں پناہ مل سکتی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ان کی درد بھری فریاد سن کر تیزی سے اپنی چادر سنبھالتے ہوئے اٹھے۔ منبر پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ہاتھ مبارک آسمان کی طرف اٹھائے اور ان کلمات طیبات سے بارگاہ رب العالمین میں التجا پیش کی۔

اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا مَرِيئًا مُرِيئًا سَرِيئًا غَدَقًا طَبَقًا عَاجِلًا غَيْرَ رَائِسٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ تَمْلَأُ بِهِ الضَّرْعَ وَتُنْبِتُ الزَّرْعَ وَتُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَلِكَ تُخْرِجُونَ۔

اے اللہ! ہمیں ایسے بادلوں سے سیراب فرما جو خوشگوار، سرسبز و شاداب کرنے والا ہو، تیز برسنے والا ہو، سیراب کرنے والا ہو۔ ہر جگہ یکساں برسنے والا ہو، جلدی برسنے والا ہو، تاخیر کرنے والا نہ ہو، نفع بخش ہو، نقصان دینے والا نہ ہو۔ جس سے مویشیوں کی کھیریاں دودھ سے بھر جائیں، زمینوں سے فصلیں اگ آئیں اور جس سے بنجر زمین زندہ ہو جائے۔

اور اسی طرح تمہیں قیامت کے دن اٹھایا جائے گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

فَوَاللَّهِ مَا رَدَّ يَدَهُ إِلَى نَحْرِهِ حَتَّى أَلْقَتِ السَّمَاءُ بِأُورَاقِهَا۔

کہ خدا کی قسم! حضور ﷺ نے دعا کے بعد جب اپنے دست مبارک اپنے منہ پر پھیرے تو آسمان سے گھڑوں پانی برسنے لگا۔

چند روز بعد چند لوگ الْغَرَقُ الْغَرَقُ کہتے ہوئے حاضر ہوئے تو آپ نے پھر ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اللَّهُمَّ حَوِّالَيْنَا وَلَا غَلَيْنَا اے اللہ ہم پر نہ برسنا بلکہ ہمارے ارد گرد کے علاقہ پر برسنا۔ اسی وقت بادل مدینہ طیبہ سے چھٹ گیا اور مطلع صاف ہو گیا۔ سبحان اللہ اس پر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا حتیٰ کہ دانت مبارک ظاہر ہو گئے پھر فرمایا ابو طالب نے کہتنا اچھا کہا تھا وہ اگر آج زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کوئی ہے جو ان کے وہ اشعار پڑھے جو آپ نے کہے تھے تو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنے ابا جان کا لکھا ہوا قصیدہ پڑھنے لگے۔ (جو آگے مذکور ہے)۔

حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب کا قصیدہ

وَاللَّهِ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ بِجَمْعِهِمْ

حَتَّى أَوْسَدَ فِي التُّرَابِ دَفِينًا

اللہ کی قسم اے محمد ﷺ وہ تیرے دشمن تیری ذات تک اپنی پوری جمعیت کے ساتھ بھی اس وقت تک نہیں پہنچ سکیں گے جب تک مجھے مٹی میں دفن کر کے ٹیک لگا کر لٹانا نہ دیا جائے۔

فَاصْدَعْ بِأَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاظَةٌ

وَأَبْشِرْ وَ قَرَّ بِذَاكَ مِنْكَ عُيُونًا

آپ اپنا کام بغیر کسی تنگی کے کئے جائیں آپ پر کوئی پابندی نہیں اور خوش رہیں اور اس کام کے ساتھ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہیں۔

وَدَعَوْتَنِي وَزَعَمْتَ إِنَّكَ نَاصِحِي
وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ ثَمَّ آمِينًا

اور آپ نے مجھے دعوت دی اور آپ کو یقین ہے کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں بے شک
آپ نے سچ کہا پھر آپ تو ہیں ہی امین۔

وَعَرَضْتَ دِينًا لَا مُحَالَاةَ إِنَّهُ
مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِينًا

اور آپ نے تو وہ دین پیش کیا ہے جو یقیناً تمام دنیا کے دینوں سے بہتر ہے۔

كَذَّبْتُمْ وَبَيْتِ اللَّهِ نُحَلِي مُحَمَّدًا

وَلَمَّا نَطَاعِنُ حَوْلَهُ وَنُضَاضُ

خانہ خدا کی قسم! دشمن رحمت عالم ﷺ تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ

دیں گے اور آپ کے گرد گھیرا ڈال کر ہم نیزوں اور تلواروں سے جنگ نہیں کریں گے۔

وَنُسَلِمُهُ حَتَّى نَصْرَعُ حَوْلَهُ

وَنَذْهَلُ عَنْ أَبْنَاءِ نَاوَالِحَلَابِلُ

اور یہ کہ ہم آپ کو ان کے سپرد کریں گے اس سے پیشتر کہ ہماری لاشیں آپ کے ارد

گرد بکھری پڑی ہوں اور ہم اپنے بچوں اور بیویوں سے بے خبر ہو گئے ہوں۔

وَأَنَا لَعَمْرُ اللَّهِ إِنْ جَدُّ مَا أَرَى

لَتَلْبَسَنَّ أَسْيَافَنَا بِالْأَمَانِ

اور مجھے اللہ تعالیٰ کی قسم! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اگر وہ پروان چڑھا تو ہماری تلواریں

ان کے سروں کے جسموں کو کاٹ رہی ہوں گی۔

حضرت کعب بن لوی بن غالب بن فہر کی نعت

عَلَى غَفْلَةٍ يَأْتِي النَّبِيَّ مُحَمَّدٍ

فِي خَيْرِ أَخْبَارِ صُدُوقِ خَيْرِهَا

تمہیں پتہ بھی نہیں لیکن وہ نبی محمد ﷺ ضرور تشریف لائیں گے اور عالم بالا کی سچی خبریں دیں گے کیونکہ وہ سچی خبریں دینے والے علیم و بصیر انسان ہیں۔

يَا لَيْتَنِي شَاهِدًا فَجِوَاءَ دَعْوَتِهِ

حِينَ الْعَشِيرَةَ تَبْغِي الْحَقُّ خُذْلَانَا

اے کاش! میں ان کی دعوت الی الحق کے وقت زندہ ہوتا اور حاضر ہوتا جب کہ ان کا اپنا خاندان بھی حق و صداقت کا ساتھ چھوڑ دے گا۔

وفد عبدالقیس میں آسمانی کتاب کے ایک نصرانی عالم دین حضرت جارود تھے۔ آپ نے حضور ﷺ کی شان میں قصیدہ پڑھا اور بخشش کی دعا مانگی۔ حضور نے ان الفاظ میں آپ کو ضمانت عطا فرمائی۔ نَعَمْ اَنَا ضَامِنٌ اَنْ قَدْ هَدَاكَ اِلَى مَا هُوَ خَيْرٌ مِّنْهُ۔ یعنی ہاں میں ضمانت دیتا ہوں اور ذمہ داری قبول کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت دی ہے اور آپ نے وہ دین قبول کیا ہے جو پہلے دین سے صد ہا بار بہتر ہے۔

حضرت جارود کے قصیدہ کے دو اشعار

يَا نَبِيَّ الْهُدَى اَتَاكَ رِجَالٌ

قَطَعَتْ فِدَا فِدَا اَوْ الْاَفَا

اے ہدایت کے نبی! یہ لوگ وسیع و عریض جنگلوں کو طے کرتے ہوئے اور سراپوں کو عبور کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں۔

لَا تَتَّقِيْ وَقَعْ يَوْمَ عَبُوسٍ

اَوْ جَلَّ الْقَلْبُ ذِكْرُهُ ثُمَّ هَالَا

وہ اس ترش اور تکلیف دہ دن (روز قیامت) کے واقع ہونے سے ڈرتے ہیں جس دن کے ذکر سے دل خوف زدہ اور ہراساں ہو جاتا ہے (اس لئے کہ وہ آپ پر ایمان لے آئے ہیں)۔

حضرت عمرو بن عبد اللہ کی نعت

غزوہ بدر کے قیدیوں میں ایک قیدی عمرو بن عبد اللہ تھا جس کو دوسرے چار قیدیوں حضرت ابو العاص بن الربیع (داماد رسول) المطل بن حطب، صفی بن ابی رفاعہ اور ابو عزہ کے ساتھ بغیر کسی فدیہ کے رہا کر دیا گیا یہ مفلس تھا اور عیالدار بھی جب اس کو رہا کیا گیا تو اس نے حضور کی شان میں یہ شعر کہے۔

مَنْ مَبْلَغِ عَنِّي الرَّسُولِ مُحَمَّدًا
بِأَنَّكَ حَقٌّ وَالْمَلِيكَ حَمِيدٌ
وَأَنْتَ أَمْرٌ وَتَدْعُوا إِلَى الْحَقِّ وَالْهُدَى
عَلَيْكَ مِنَ اللَّهِ الْعَظِيمِ شَهِيدٌ

کون ہے جو میری طرف سے اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ کو یہ پیغام پہنچائے کہ آپ برحق ہیں اور آپ کا مالک ساری صفتوں سے موصوف ہے اور آپ وہ شخص ہیں جو حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس بات پر اللہ تعالیٰ جو بہت عظمت والا ہے گواہ ہے۔

إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قُرَيْشٌ لِمَفْخَرٍ
فَعَبْدٌ مَنَافٍ سِرَّهَا وَصَمِيمُهَا
فَإِنْ حَصَلَتْ أَشْرَافُ عَبِيدِ مَنَافِهَا
فَفِي هَاشِمٍ أَشْرَافُهَا وَقَدِيمُهَا
وَإِنْ فَخَرَتْ يَوْمًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا
وَهُوَ الْمُصْطَفَى مِنْ سِرِّهَا وَكَرِيمُهَا

اگر کسی دن قبائل کے سامنے فخر و مباہات کے لئے قریش جمع ہو جائیں تو عبد مناف سربر آوردہ ثابت ہوتے ہیں اور فوقیت لے جاتے ہیں اور اگر بنو عبد مناف کے تمام بزرگ اور معزز لوگ بنو ہاشم کے سامنے آجائیں تو سب اسلاف و اشراف یہیں براجمان نظر آتے ہیں اور بنو ہاشم اپنے کمالات پر فخر کریں تو بالآخر یہ نتیجہ نکلے کہ حضرت محمد ﷺ سب سے افضل قوم کا عطر اور سب سے بزرگ و برتر ہیں۔

أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا

نَبِيًّا كَمُوسَى خَطًّا فِي أَوَّلِ الْكُتُبِ

کیا تم جانتے نہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پایا ہے جن کا تذکرہ پہلی کتابوں میں موجود ہے۔

أَلَا إِنَّ خَيْرَ النَّاسِ نَفْسًا وَ وَالِدِ

إِذَا عَدَّ سَادَاتُ الْبَرِيَّةِ أَحْمَدُ

سنو سنو! آگاہ رہو جب بھی دنیا کے سرداروں کا تذکرہ کہیں ہوگا تو ان سب سرداروں میں اپنے نفس اور والد کے لحاظ سے بہترین انسان کے طور پر احمد ہی کا نام سرفہرست ہوگا ﷺ۔

نَبِيُّ الْإِلَهِ وَالْكَرِيمِ بِأَصْلِهِ

وَأَخْلَاقِهِ وَهُوَ الرَّشِيدُ الْمُؤَيَّدُ

وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں نسب اور اخلاق کے اعتبار سے شریف النفس ہیں، ہدایت یافتہ ہیں اور (من جانب اللہ ومن جانب مخلوق اللہ) تائید کئے ہوئے ہیں۔

(سیرۃ الرسول جلد 3 ص 519)

ایک جن کے اشعار

حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں حضور ﷺ کی ہجرت

کے تیسرے دن ایک جن مکہ کے زیریں علاقہ میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے گزرا۔

جَزَا اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرُ جَزَائِهِ
رَفِيقِينَ حَلَاحِيْمَتِيْ اُمِّ مَعْبِدٍ

اللہ تعالیٰ جو تمام انسانوں کا رب ہے ام معبد کے خیموں میں آنے والے دونوں رفقاء کو
جزائے خیر عطا فرمائے۔

هُمَا نَزُلَا بِالسِّرِّ ثُمَّ تَرَوْحَا
فَافْلَحَ مِنْ اَمْسِيْ رَفِيقُ مُحَمَّدٍ

دونوں خیر سے آئے اور خیر سے چلے گئے۔ پس جس شخص کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی
رفاقت نصیب ہوئی وہ کامیاب ہو گیا۔

لِيَهْنَ بِنِيْ كَعْبِ مَكَانَ فَتَاتِهِمْ
وَمَقْعَدِهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِمَرْصِدٍ

مبارک بنی کعب کو اپنی خاتون (ام معبد) کی قیام گاہ اور مبارک ہو مسلمانوں کا محفوظ
پڑاؤ بھی۔ (لوگ اس آواز کی طرف لپکے لیکن یہ اشعار پڑھنے والا کسی کو نظر نہ آیا)
بنو ہوازن کے رئیس زہیر بن صرور رضی اللہ عنہ کی نعت

اُمْنٌ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ كَرَمٍ
فَاِنَّكَ الْمَرْءُ نَرْجُوهُ نَنْتَظِرُ

اے اللہ کے رسول ﷺ! کرم فرماتے ہوئے ہم پر احسان فرمائیے کیونکہ آپ کی
ذات وہ ذات ہے جس سے ہم خیر ہی کی امید رکھتے ہیں اور جس کا انتظار کرتے ہیں۔

اُمْنٌ عَلٰی نِسْوَةٍ قَدْ كُنْتَ تَرْضِعُهَا
اِذْ فُوْكَ مَمْلُوْءَةٌ مِنْ مَخْضِهَا الدُّرُرُ

ہماری عورتوں پر بھی احسان فرمائیے جن کا آپ دودھ پیا کرتے تھے اور ان کے
خالص دودھ سے آپ کا منہ مبارک بھر جاتا تھا۔

إِنَّا نُؤَمِّلُ عَفْوًا مِنْكَ تُلْبِسُهُ
هَادِيَ الْبَرِيَّةِ أَنْ تَعْفُوَ وَ تَنْتَصِرَ

اے بھلائی کے رہنما ﷺ ہم آپ سے عفو کی امید کرتے ہیں جو آپ کی پوشاک ہے اور آپ کی مدد و نصرت کے بھی امیدوار ہیں۔

حضرت مالک بن عوف نضری رضی اللہ عنہ کی نعت

مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهِ
فِي النَّاسِ كُلِّهِمْ بِمِثْلِ مُحَمَّدٍ

تمام لوگوں میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا مثل نہ میں نے کوئی دیکھا ہے اور نہ کوئی سنا

ہے۔

أَوْفَى وَأَعْطَى لِلْجَزِيلِ إِذَا اجْتَدَى
وَمَتَى تَشَأْ يُخْبِرُكَ عَمَّا فِي غَدِّ

وہ اپنا وعدہ پورا فرمانے والے ہیں۔ جب کوئی شخص کوئی عطیہ طلب کرتا ہے تو اس کو عطا فرماتے ہیں اور جب تو چاہے وہ تجھے آنے والے کُل میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات سے آگاہ بھی فرماتے ہیں۔

وَإِذَا الْكُتَيْبَةُ عَدَدَتْ أَنْبَاهَا
بِالسَّمْهَرِيِّ وَضَرْبِ كُلِّ مُهَنْدٍ

جب کوئی لشکر کا دستہ اپنے دانتوں کو طاقتور نیزے سے اور ہندی تلوار سے مضبوط کر لیتا ہے۔

فَكَأَنَّهُ لَيْتَ عَلَيَّ أَشْبَالَهُ
وَسَطَ الْهَبَاءِ خَادِرٌ فِي مَرْصَدٍ

تو حضور ﷺ اس شیر کی مانند ہوتے ہیں جو اپنی کچھار میں بیٹھا ہو اور غبار میں لیٹا ہوا اپنے بچوں کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے۔

آپ ﷺ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے تو پھر آپ ﷺ جب بھی واپس تشریف لائیں گے (خواہ ایک لمحے کے بعد بھی) تو آپ ﷺ میری قبر پہ ہی تشریف لائیں گے۔ اللہ اکبر۔ یعنی میں ایک لمحہ بھی آپ ﷺ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس ایک لمحے کی جدائی میں میری موت واقع ہو چکی ہوگی۔

بِحَقِّكَ جُدِّ لِرِقِّكَ يَا حَبِيبِي
فَدَاوِلُوعَةَ الْقَلْبِ الْجَرِيحِ

حضور ﷺ! آپ کے حق کی قسم، اے میرے حبیب ﷺ! اپنے غلام پر احسان فرمائیے میرا دل زخمی دل جو سوز و محبت سے جل رہا ہے اس کا علاج فرمائیے اور دیدار کی نعمت سے محروم نہ کیجئے۔ (مواہب اللدنیاء۔ ضیاء النبی ج 5 ص 443)

السید محمد وفی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

كَمْ فِيهِ لِلْإِبْصَارِ حُسْنٌ مُدْهِشٌ
كَمْ فِيهِ لِلْأَرْوَاحِ رَاحٌ مُسْكِرٌ

اس ذات کے مدہوش کرنے والے حسن میں آنکھوں کے لئے کتنا سرمایہ ہے اور روحوں کے لئے اس کی یاد کس قدر مدہوش کن تھی۔

سُبْحَانَ مَنْ أَنْشَأَهُ مِنْ سَبْحَاتِهِ
بَشَرًا بِأَسْرَارِ الْغُيُوبِ يُبَشِّرُ

پاک ہے وہ عظیم ذات جس نے انوار و تجلیات کا مظہر ایسا بشر پیدا کیا جو نبی اسرار و رموز کی خوشخبری سنانے والا ہے۔

فَجَمَالُهُ مَجْلَى لِكُلِّ جَمِيلَةٍ
وَلَهُ مَنَارٌ كُلِّ وَجْهِ نَيْرٍ

حضور پر نور ﷺ کا حسن تمام، تمام چہروں کے لئے آئینہ ہے اور آپ ﷺ کا حسن سراپا ایک روشن مینار ہے جو ہر چیز کو منور کر رہا ہے۔

حضرت قیس بن عبد، المعروف نابغہ الجعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں اپنی نعت پیش کی جب مندرجہ ذیل اشعار پڑھے تو سرکار ﷺ بڑے خوش ہوئے اور دعا دیتے ہوئے فرمایا لَا يُفَضُّ اللَّهُ فَاكًا۔ اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو سلامت رکھے۔ وہ دو شعر درج ذیل ہیں۔

وَلَا خَيْرَ فِي حِلْمٍ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ

بَوَادِرُ تَحْمِي صَفْوَهُ إِنْ يُكْدَرَا

حلم میں کوئی بھلائی نہیں جب تک کہ اس میں غصہ کی آمیزش نہ ہوتا کہ وہ اپنے صاف لہاب کو اس گدلا کرنے والوں سے بچا سکے۔ (سبحان اللہ)

وَلَا خَيْرَ فِي جَهْلِ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهُ

حِلْمٌ إِذَا مَا أُوْرَدَ الْأَمْرُ أَصْدَرَا

خصلت غضب میں کوئی بھلائی نہیں جب تک اس میں حلم نہ ہو جو اسے اس چیز سے نکال سکے جس میں وہ داخل ہوا۔

مدینہ منورہ کی ایک بوڑھی عورت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نعت

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی گلیوں میں پاسبانی فرماتے ہوئے گزر رہے تھے کہ ایک گھر میں دیا جلتا دیکھا اس گھر میں ایک بوڑھی عورت اون دھن رہی تھی اور یہ اشعار پڑھ رہی تھی۔

عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَوَةُ الْأَبْرَارِ

صَلَى عَلَيْهِ الطَّيِّبُونَ الْأَخْيَارِ

نیک اور پاک لوگوں کے درود و سلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوں۔ پاک لوگ اور نیک لوگ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

قَدْ كُنْتُ قَوَّامًا بِنُكَّاءٍ بِالْأَسْحَارِ

يَا لَيْتَ شِعْرِي وَالْمَنَائِمَا أَطْوَارِ

حضور نبی رحمت ﷺ آپ ساری رات عبادت الہی میں کھڑے ہونے والے تھے اور سحری کے وقت گریہ زاری فرمایا کرتے تھے کیا کوئی ایسا وقت آئے گا کہ ہم حضور کے ساتھ ایک مکان میں ہوں ﷺ۔

اکابرین امت کا خراج تحسین

حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی نعت

يَا سَيِّدَ السَّادَاتِ جِتُّكَ قَاصِدًا

أَرْجُو رِضَاكَ وَاحْتِمِي بِحِمَاكَ

اے سارے سرداروں کے سردار آقا ﷺ! میں آپ کے حضور حاضر ہوا ہوں صرف آپ کی خوشنودی حاصل کرنے اور آپ کی پناہ حاصل کرنے کے لئے۔

وَاللَّهِ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ إِنَّ لِي

قَلْبًا مَشُوقًا لَا يَرُومُ سِوَاكَ

اللہ تعالیٰ کی قسم اے ساری مخلوقات میں سب سے بہتر ﷺ میرا دل آپ کی محبت سے لبریز ہے اور میرا دل آپ کے سوا کسی چیز کا بھی طالب نہیں۔

أَنْتَ الَّذِي لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ امْرَأَةٌ

كَلًّا وَلَا خُلِقَ الْوَرْدِيُّ لَوْلَاكَ

آپ ﷺ کی ذات گرامی وہ ہے کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو دنیا میں کوئی بھی پیدا نہ کیا جاتا اگر آپ ﷺ مقصود نہ ہوتے تو یہ ساری مخلوقات ہرگز پیدا نہ کی جاتیں۔

أَنْتَ الَّذِي لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمُ

مِنْ زَلَّتِهِ بِكَ فَازَ وَهُوَ أَبَاكَ

آپ ﷺ وہ ذات والا وبال اوصاف ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ ﷺ کے باپ ہوتے ہوئے بھی اپنی لغزش پر آپ ﷺ ہی کا توسل اور وسیلہ اختیار فرمایا۔

وَبِكَ الْخَلِيلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهُ

بَرْدًا وَقَدْ خَمَدَتْ بِنُورِ سَنَاكَ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی آپ ﷺ ہی کے وسیلے سے دعا کی اور آگ ان پر ٹھنڈی ہو گئی وہ آپ ﷺ کے نور کی برکت سے ہی بجھ گئی۔

وَدَعَاكَ أَيُّوبَ لِضُرْمَسَةٍ
فَأَزِيلَ عَنْهُ الضُّرَّ حِينَ دَعَاكَ

حضرت ایوب علیہ السلام (شہنشاہ صابریں) نے بھی آپ ﷺ ہی کے وسیلے سے دعا کی اور ان کی دعا قبول ہوئی اور جب انہوں نے جمال کی مدح فرمائی اور آپ ﷺ کے بلند رتبہ کی خبر دی۔

وَكَذَلِكَ مُوسَى لَمَّا يَزُلُ مُتَوَسِّلًا
بِكَ فِي الْقِيَمَةِ مُحْتَمِيًا بِحِمَاكَ

حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ساری زندگی آپ ﷺ ہی کا وسیلہ کئے رہے اور قیامت میں بھی آپ ﷺ کا سہارا لیں گے۔

وَهُودٌ وَ يُونُسُ مِنْ بَهَاكٍ تَجَمُّلاً
وَجَمَالَ يُوسُفَ مِنْ ضِيَاءِ سَنَاكَ

حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام نے بھی آپ ﷺ ہی کے حسن سے زینت پائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال جہاں آراء بھی آپ ﷺ ہی کے جمال باصفا کا ایک پرتو تھا۔

فَقَدْ فُقِّتَ يَا طَهُ جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ
طُرًّا فَسُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَاكَ

اے طہ ﷺ کا لقب پانے والے ہمارے کریم مولا ﷺ! آپ کو تمام انبیاء پر برتری حاصل ہوئی۔ پاک ہے وہ ذات جس نے ایک ہی رات میں آپ ﷺ کو تمام ملکوت کی سیر کرائی۔

وَاللّٰهُ يَٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ مِثْلَكَ لَمْ يُكُنْ
فِي الْعَالَمِيْنَ وَ حَقٌّ مِّنْ اَنْبَاكَ

اللہ کی قسم اے یسین ﷺ لقب پانے والے آپ ﷺ کی مثال کا نہ کوئی دنیا میں
ہوا ہے نہ ہوگا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں میں سر بلند کیا۔

عَنْ وَصْفِكَ الشُّعْرَاءُ يَٰ مُدَثِّرُ
عَجَزُوا وَكَلُّوا مِنْ صِفَاتِ عُلَاكَ

اے سفید چادر اوڑھنے والے مدثر صفت محبوب ﷺ! آپ ﷺ کے اوصاف
جمیلہ و حمیدہ بیان کرنے سے بڑے بڑے شعراء عاجز رہ گئے اور بڑے بڑے شعراء کی
آپ ﷺ کے اوصاف عالیہ کے سامنے زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔

بِكَ لِي قَلْبٌ مُّغْرَمٌ يَٰ سَيِّدِي
وَ حَشَاشَتُهُ مَحْشُوَّةٌ بِهَوَاكَ

اے میرے سرکار عالی وقار ﷺ! میرا دل آپ ﷺ ہی کا شیدا ہے اور میرے
انگ انگ میں آپ ﷺ ہی کی محبت بھری ہوئی ہے۔

يَٰٓاَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَٰ كَنْزَ الْوَرَى
جُدَلِي بِجُودِكَ وَارْضِنِي بِرِضَاكَ

اے تمام موجودات سے بزرگ و برتر صفات والے ﷺ! اے حاصل کائنات
ارضی و سماوی ﷺ! مجھے اپنی بخشش و عطا اور سخاوت و جود سے نواز دے اور مجھے اپنی رضا و
خوشنودی کی مسرت عطا فرمائے۔

اَنَا طَامِعٌ بِالْجُودِ مِنْكَ وَ لَمْ يَكُنْ
لَا بِي حَنِيفَةٌ فِي الْاَنَامِ سِوَاكَ

میں تو آپ ہی ﷺ کے جود و عطا کا دل سے طلب گار ہوں کیونکہ ابوحنیفہ کے لئے
آپ ﷺ کے سوا اس جہان میں اور کون ہے۔

صَلَّى عَلَيْكَ اللَّهُ يَا عَلَمَ الْهُدَى
مَا حَنُّ مُشْتَاقٍ إِلَى مَشَاكٍ

اے ہدایت و راہنمائی کے علم سر بلند ﷺ! مشتاقان زیارت کے بے حد شوق کے مطابق قیامت تک کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر درود و سلام نازل ہوتا رہے گا۔

حضرت ابو بکر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

أَلَا بِأَبِي مَنْ كَانَ مَلِكًا وَسَعِيدًا
وَأَدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ وَاقِفٌ

سنو سنو! میرے ماں باپ قربان ہوں بتاؤ وہ فرمانروا اور سردار کون تھا؟ (جو اس وقت بھی سردار تھا) جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے۔ ﷺ

فَذَاكَ رَسُولُ الْأَبْطَحِيِّ مُحَمَّدٌ
لَهُ فِي الْعُلَا مَجْدٌ تَلِيدٌ وَطَارِفٌ

ہاں ہاں وہ رسول ابطحی حضرت محمد ﷺ ہیں جن کو رفعت و بلندی کا ہر قدیم و جدید شرف حاصل ہے۔

أَتَى بِزَمَانِ السَّعْدِ فِي آخِرِ الْمُدَى
وَ كَانَتْ لَهُ فِي كُلِّ عَصْرِ مَوَاقِفُ

وہ آخری زمانے کی نیکی اور سعادت والی گھڑی میں تشریف لائے حالانکہ ان کو ہر زمانے میں مقام و موقوف حاصل تھا۔

أَتَى لِأَنْكِسَارِ الدَّهْرِ يَحْبُرُ صَدْعُهُ
فَأَنْتَ عَلَيْهِ أَلْسِنٌ وَعَوَارِفُ

وہ آئے تاکہ زمانے کی شکستگی کو جوڑ دیں ان کے آنے پر اور عطیات ربانی پر زبانی شام خوانی میں کھلی ہوئیں ہیں۔

إِذَا رَأَىٰ أَمْرًا لَا يَكُونُ خِلَافَهُ

وَلَيْسَ لِذَلِكَ الْأَمْرِ فِي الْكَوْنِ صَارِفٌ —

جب آپ ﷺ کسی کام کا ارادہ فرمالتے تو وہ بات ان کے ارادے کے خلاف کوئی راہ نہ پاتی بلکہ اس بات کو اس کائنات میں کوئی بھی پھیرنے والا نہ ہوتا۔

حضرت محترم امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالْثَقَلَيْنِ

وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَمِنْ عَجَمٍ

حضرت محمد ﷺ دونوں جہانوں کے سردار ہیں اور آپ ﷺ دو اہم ترین مخلوقات جن والنس کے دونوں گروہوں کے مشرق و مغرب تک، عرب سے عجم تک سب کے سردار ہیں۔

نَبِينَا الْأَمْرُ النَّاهِي فَلَا أَحَدٌ

أَبْرَ فِي قَوْلٍ لَامِنُهُ وَلَا نَعَمَ

آپ ﷺ ہمارے نبی ہیں۔ اچھائیوں کا حکم دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے ہیں لہذا آپ ﷺ کے مقابلے میں ہاں اور نہیں کے اعتبار سے کوئی دوسرا اتنا سچا نہیں۔

فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ

ثُمَّ اضْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِيَّ النَّسَمِ

جب حضور نبی الرحمۃ ﷺ کی صورت اور معنا کی تکمیل ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خلعت نبوت و رسالت عطا فرمائی اور آپ ﷺ کو حبیب کی حیثیت سے چن لیا۔

هُوَ لِحَبِيبِ الَّذِي تُرْجَىٰ شَفَاعَتُهُ

لِكُلِّ هَوْلٍ مِنَ الْأَهْوَالِ مَقْتَحِمٍ

آپ ﷺ ہی اللہ تعالیٰ کے وہ حبیب ہیں جن کی شفاعت کی آس اور امید ہر خوف و

ہر اس میں اور قیامت کی شدید ترین گھڑیوں میں لگائی جائے گی۔

رَبِّ بِالْمُصْطَفَى بَلِّغْ مَقَاصِدَنَا

وَاعْفِرْ لَنَا مَا مَضَى يَا وَاسِعُ الْكَرَمِ

اے محمد مصطفیٰ ﷺ کے رب! ہمارے مقاصد کی تکمیل فرما دیجئے اور ہم سے جو پہلے

خطائیں ہو چکی ہیں اور وسیع کرم فرمانے والے کریم ان کو معاف فرمادے۔

مشہور مؤرخ ولی الدین عبدالرحمن ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

يَا سَيِّدَ الرُّسُلِ الْكِرَامِ ضَرَاغَةَ

تُقْضَى مِنِّي نَفْسِي وَتَذْهَبَ حُوبِي

اے عظیم الشان اور عزتوں والے رسولوں کے سردار ﷺ! ایک نگاہ کرم میری

خواہشات نفس کا تدارک کرتے ہوئے ان کا فیصلہ ہو جائے اور میرے گناہ دھل جائیں۔

عَاقَتْ ذُنُوبِي عَنْ جَنَابِكَ وَلَمْنِي

فِيهَا تَعَلَّلْنِي بِكُلِّ كَذُوبٍ

میرے گناہوں اور میری کوتاہیوں نے مجھے آپ ﷺ کی بارگاہ سے دور رکھا

اور میری خواہشات مجھے اپنے فریب میں ڈال کر بہلاتی اور پھسلاتی رہیں۔

لَا كَالْأَلَى صَرَفُوا الْعَزَائِمَ لِلتَّقَى

فَاسْتَأْتَرُوا فِيهَا بِخَيْرِ نَصِيبٍ

لوگوں نے اپنے عزائم کو نعمت الہی اور تقویٰ کی طرف خود آپ نہیں موڑا بلکہ خوش نصیبی

اور خوش بختی کی وجہ سے اس کی عنایت سے ان کا رخ اس طرف مڑ گیا۔

لَمْ يُخْلِصُوا لِلَّهِ حَتَّى فَرَّقُوا

فِي اللَّهِ بَيْنَ مَضَاجِعِ وَجُنُوبٍ

انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے صرف زبانی کلامی ہی اخلاص نہیں برتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے

معاملے میں انہوں نے اپنے بستروں اور پہلوؤں تک میں تفریق کر ڈالی۔

فَبِلِي شَفَاعَتِكَ الَّتِي أَرْجُو بِهَا
صَفْحًا جَمِيلًا عَنْ قَبِيحِ ذُنُوبِي

اے شفاعت کی برکھا برسانے والے ﷺ اپنی شفاعت سے مجھے نوازیے میں
آپ ﷺ کی شفاعت سے امید لگائے بیٹھا ہوں۔ میرے بدترین گناہوں سے بہترین
طریقے سے درگزر فرمائیے۔ (آمین)

إِنِّي دَعَوْتُكَ وَاثِقًا بِاجَابَتِي
يَا خَيْرَ مَدْعُوٍّ وَ خَيْرَ مُجِيبٍ

میں نے اس وثوق کے ساتھ آپ ﷺ کو پکارا ہے کہ میری فریاد نہ صرف سنی جائے
گی بلکہ شرف قبول پائے گی۔ آپ ﷺ پکارے جانے والوں میں سب سے بہتر ہیں اور
جواب دینے والوں میں سب سے بہتر ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

فَلَسْتُ أَرَى إِلَّا الْحَبِيبَ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ الْخَلْقِ جَمُّ الْمُنَاقِبِ

میں نے اپنے حبیب محمد ﷺ جو رسول اللہ ﷺ ہیں کے سوا تمام مخلوقات میں ان
جیسا محبوب اور تمام مناقب کا مجموعہ کوئی نہیں دیکھا۔

وَنَفْتَصِمُ الْمَكْرُوبِ فِي كُلِّ غَمْرَةٍ
وَنَتَجَعُ الْغَفْرَانَ مِنْ كُلِّ تَائِبٍ

وہ نصیبت زدوں کے لئے ہر مصیبت میں سہارا ہیں اور ہر توبہ کرنے والے کی بخشش و
مغفرت چاہنے والے ہیں۔

مَلَأَ عِبَادَ اللَّهِ مَلَجَاءَ خَوْفِهِمْ
إِذَا جَاءَ يَوْمٌ فِيهِ شَيْبُ الدَّوَابِّ

(قصیدہ اطیب النغم)

وہ خدا کے بندوں کے بجا و مادی ہیں اور ہر خوف و ہراس میں ان کا ٹھکانہ ہیں جس دن قیامت کے خوف سے ہر جوانی پر بڑھاپا آجائے گا۔

جَمِيلُ الْمُحَيَّا أَيْضُ الْوَجْهِ رَبْعَةٌ
جَلِيلُ كَرْدَائِسَ أَرْجُ الْحَوَاجِبِ

حضور سر اپا نور ﷺ کا رخ انور من موہنا ہے ان کی رنگت سفید ہے آپ ﷺ کا قد درمیانہ ہے آپ ﷺ کے اعضاء کی ہڈیوں پر بھر پور گوشت ہے اور آپ ﷺ کے ابرو باریک اور کمان کی طرح ہیں۔

صَبِيحٌ مَلِيحٌ أَدْعَجُ الْعَيْنِ أَشْكَلُ
فَصِيحٌ لَهُ الْإِعْجَامُ لَيْسَ بِشَائِبِ

آپ سرکار ﷺ کا چہرہ مبارک مہتاب کی طرح روشن ہے۔ حضور ﷺ کا حسن دل بھانے والا ہے۔ چشم مازاغ کی سیاہی گہری ہے اور اس سفید حصہ میں سرخ ڈوروں کی آمیزش نے آنکھوں کو اور زیادہ پرکشش بنا دیا ہے۔ آپ ﷺ کے کلام میں ایسی فصاحت و بلاغت ہے جس میں اجنبیت کا احساس اور شائبہ تک نہیں ہوتا۔

وَ أَحْسَنُ خَلْقِ اللَّهِ خُلُقًا وَ خِلْقَةً
وَ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ عِنْدَ النَّوَائِبِ

حضور سروردو جہاں ﷺ اپنے اخلاق کریمہ اور محاسن جسمانی میں اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں زیادہ حسین و جمیل اور دلکش ہیں اور لوگوں کو جب آلام و مصائب کے طوفان گھیر لیتے ہیں تو اس وقت ان کو آپ ﷺ سب سے زیادہ نفع پہنچانے والے ہیں۔ آپ سرکار ﷺ کی توجہ اور دعا سے مصیبت کی گتہ نہیں ناپید ہو جاتی ہیں اور رنج و غم و الم کے طوفانوں کا رخ پھر جاتا ہے۔ ہاں! کریم آقا! ﷺ

آپ کا نام جب ورد زباں ہوتا ہے

بھول جاتے ہیں درد کہاں ہوتا ہے

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

فَيَارِيحُ الصَّبَا عَطْفًا وَرِفْقًا

إِلَى ذَالِكَ الْحَمَى بَلِّغْ سَلَامِي

اے خراماں خراماں چلنے والی باد صبا! ازراہ لطف و کرم میرے اس حامی و پشتیبان تک

میرا سلام پہنچا دے۔

وَإِنْ جُرْتُمْ عَلَيَّ فَلِي غِيَاثُ

بِبَابِ الْمُصْطَفَى خَيْرُ الْإِنَامِ

اے لوگو! اے میرے دشمنو اگر تم نے مجھ پر دست درازی کی یا مجھ پر زیادتی کی تو

میرے فریادرس ﷺ موجود ہیں (میں انہیں پکار لوں گا) وہ ساری دنیا کے انسانوں سے

بہترین اور چنے ہوؤں کا دروازہ ہیں یعنی محمد ﷺ۔

مجھے دشمنوں نہ چھیڑو میرا ہے کوئی جہاں میں

میں ابھی پکار لوں گا نہیں دور ہے مدینہ

إِلَيْهِ تَوَجَّهِي وَ لَهُ اسْتِئْذَانِي

وَفِيهِ مَطَامِعِي وَ بِهِ اغْتِصَامِي

میری نگاہوں کا مرکز انہیں کی ذات ہے۔ مجھے ان پر مکمل اعتماد ہے وہی ذات میری

آرزوؤں کا مرکز ہے اور میں انہی کے دامن پناہ میں ہوں۔

أَجْرُنِي سَيِّدِي مِنْ ضَمِيمِ سُقْمِي

أَشَدُّ عَلَيَّ مِنْ وَفْعِ الْحُسَامِ

اے میرے آقا ﷺ! اے میرے سردار ﷺ! مجھے بیماری کے ظلم سے نجات

دلو ایسے۔ یہ میری بیماری مجھ پر تلوار کی ضرب سے بھی زیادہ شدید ہے۔

حضرت مولانا محمد فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

فَلَا مَلَأَ سِوَى خَيْرِ الْوَرَى جَمْعًا

فِي الْخَلْقِ وَالْخُلُقِ وَالْإِحْسَانِ وَالْجُودِ

تمام مخلوقات میں ان جیسا کوئی دنیا میں موجود نہیں نہ تخلیق میں، نہ حسن میں، نہ احسان

میں اور نہ جو دو سخا میں ﷺ۔

جَدَاهُ نَقْدًا لِمَنْ يَأْتِيهِ مُعْتَقِيًّا

فَكَمْ هُنَالِكَ مِنْ قَوْدٍ لِمَنْقُودٍ

آپ ﷺ کی عنایات ہر اس شخص کے لئے باعث نجات ہیں جو توبہ کر کے آپ

ﷺ کے حضور پیش ہو جائے۔ اس آستانے پر گناہوں کے مداوا کی بہترین شکلیں موجود

ہیں اور ہر پریشانی کے لئے موجود ہیں۔

أَحْمَى الصَّنَادِيدَ مَاوَى النَّاسِ مَفْرَعُهُمْ

إِذْ يَفْرَعُونَ لِأَهْوَالِ صَنَادِيدِ

جب لوگ خوفناک صورت حال سے گھبرا اٹھیں گے تو ایسے میں بلکہ ہر پریشانی اور

گھبراہٹ میں سب سے بڑی پناہ ہیں ﷺ۔

إِخْتَارَهُ اللَّهُ مَحْبُوبًا وَأَرْسَلَهُ

لِرَحْمَةٍ وَإِرْشَادٍ وَتَسْدِيدٍ

اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا محبوب بنایا اور اپنی رحمت بنا کر ارشاد اور درستگنی حالات کے

لئے بھیجا۔

فَاقِ النَّبِيِّنَ طُرَافِي الْكَمَالِ وَفِي

الْجَمَالِ وَالْعِزِّ وَالْأَجْمَالِ وَالسُّودِ

وہ تمام انبیاء کرام میں فوقیت رکھتے ہیں۔ کمال میں بھی، جمال میں بھی، عزم ارادہ میں

بھی، خوبی میں بھی، نیرداری میں بھی۔

ان الرسول لقد فاق وعترته

سفينة مساواها الجود لا الجودی

بلاشبہ رسول اللہ ﷺ ہر اعتبار سے بڑھ گئے اور ان کی عترت و آل ایک کشتی ہے اس کشتی کا مقام جودی پہاڑ نہیں جو دو سخا اور کرم ہے۔

أَفْدِيكَ يَا خَيْرَ الْمَوَارِدِ مُخْتَبِطًا

قَدْ طَرَدْتَهُ الْمَعَاصِي أَيَّ تَطْرِيدِ

مجھے گناہوں نے بہت دور پھینک دیا ہے۔ میں اس بے پناہ حیرانی میں بہترین پناہ گاہ میں حاضر ہوں میں آپ ﷺ پر قربان جاؤں۔

أَنْشَدْتِكَ فَأَقْبِلْ مَذْحِي كَرَمًا

حَتَّى أَفُوذَ بِأَنْشَادِي بِمَنْشُودِي

میں نے آپ ﷺ کی مدح سرائی کی ہے۔ اپنی کرم گستری سے اس کو قبول فرمائیے تاکہ میں اس شعر خوانی کے ذریعے اپنی منزل مقصود، امن و سکون حاصل کر سکوں۔

لَا شَكَّ أَنَّكَ غَوَتْ الْخَلْقِ أَجْمَعَهُمْ

وَلَا نُبَالِي أَبَاطِيلَ الْمَنَاكِيدِ

اس میں کوئی شک نہیں آپ ﷺ ساری مخلوق کے فریادرس ہیں اور ہمیں اس سلسلہ میں کسی ہرزہ سرائی اور ہنسائی کی پرواہ نہیں۔

عَلَيْكَ أَزْكَى صَلَوَاتِ اللَّهِ مَا مَدَحَتْ

فِي مَوْرِقِ الْبَيَانِ وَرِقَاءِ بِنُغْرِيذِ

آپ پر اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ ترین رحمتیں نازل ہوتی رہیں جب تک ”البان“ کی شاخوں پر یعنی اس چمنستان عالم پر طائران خوش الحان چہماتے رہیں۔

محمد بن جابر اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

رَأَى هَذِهِ الدُّنْيَا سَرِيعًا زَوَالَهُ

وَلَمْ يَرْضَ شَيْئًا يَغْتَرِيهِ زَوَالُ

حضور نبی رحمت ﷺ نے دیکھا کہ یہ دنیا بڑی تیزی سے زوال پذیر ہے اور حضور رسالت مآب ﷺ نے ایسی کسی چیز کو پسند نہیں کیا جو زوال پذیر ہو یعنی آپ ﷺ نے صرف اس وحدہ لا شریک سے پیار کیا جو لازوال ہے۔ سبحان اللہ۔

أَتَتْهُ مَفَاتِيحُ الْكُنُوزِ فَرَدَّهَا

وَعَافَتْ يَمِينُ مَسْفَا وَشِمَالُ

آپ سرکار ﷺ کی خدمت میں زمین کے سارے خزانوں کی کنجیاں پیش کی گئیں لیکن آپ ﷺ نے ان کو مسترد کر دیا اور آپ ﷺ کے دائیں اور بائیں دوستان مبارک ان سے محفوظ رہے ﷺ۔

جَمِيلٌ جَلِيلٌ مَانِعٌ غَيْرُ مَانِعٍ

عَلَيْهِ وَقَارٌ ظَاهِرٌ وَجَلَالٌ

حضور نبی کریم ﷺ جمال و جلال سے مزین تھے۔ آپ ﷺ عطا کرنے والے تھے منع کرنے والے نہیں تھے۔ حضور پر نور ﷺ کے رخ انور پر وقار اور جلال ظاہر ہو رہا ہوتا تھا ﷺ۔

شَفِيعٌ رَفِيعٌ نَاصِرٌ نَاصِحٌ لَنَا

رَحِيمٌ رَحِيمٌ الْعَفْوِ حِينَ يُنَالُ

آپ سرکار ﷺ گناہگاروں کی شفاعت فرمانے والے ہیں۔ اونچی شان والے ہیں۔ اپنے غلاموں کی مدد فرمانے والے ہیں۔ ہمارے خیر خواہ ہیں۔ رحم فرمانے والے ہیں اور جب آپ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو آپ ﷺ بڑی کشادہ دلی سے عفو و درگزر فرماتے ہیں۔

حَبِيبٌ إِلَى رَبِّ الْأَنَامِ مُحَبَّبٌ
إِلَى الْخَلْقِ إِلَّا مَنْ لَدَيْهِ ضَلَالٌ

حضور رسول محترم ﷺ تمام مخلوق کے رب کے حبیب ہیں سوائے اس شخص کے جس کی قسمت میں ضلالت اور گمراہی ہو۔ (ضیاء النبی ج 5 ص 392-390) کسی غیر معروف شاعر نے حضور کی شان میں یہ شعر کہہ کر کیا عرف پایا ہے۔

لَمْ لَا يُضِيُّ بِكَ الْوُجُودُ وَلَيْلُهُ
فِيهِ صَبَاحٌ مِنْ جَمَالِكَ مُسْفِرٌ

حضور نبی النور ﷺ کے نور مبارک سے سارا عالم وجود اور اس کی راتیں کیوں دمک اٹھیں کیونکہ اس میں ایک ایسی صبح بھی ہے جو حضور رحمت عالم ﷺ کے جمال مقدس سے روشن ہے۔

وَبِشْمْسِ حُسْنِكَ كُلُّ يَوْمٍ مُشْرِقٌ
وَبِإِدْرِ وَجْهِكَ كُلُّ لَيْلٍ مَزْهَرٌ

حضور پر نور ﷺ کے حسن کے آفتاب کے ساتھ ہر دن روشن ہوتا ہے اور آپ ﷺ کے چہرہ کے ماہ تمام سے ہر رات حسین اور دلکش ہو رہی ہے۔ (ضیاء النبی ج 5 ص 441)

سید علی و فی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

أَلَا يَا صَاحِبَ الْوَجْهِ الْمَلِيحِ
سَأَلْتُكَ لَا تَغِيبُ فَأَنْتَ زَوْجِي

اے دلکش چہرے والے ﷺ! اے دلنشین حسن والے آپ ﷺ سے میری ایک التجا ہے کہ آپ ﷺ ایک لمحہ کے لئے بھی میری آنکھوں سے جدا نہ ہوں اس لئے کہ آپ ﷺ تو میری روح ہیں میری جان ہیں۔

مَتَى مَا غَابَ شَخْصُكَ عَنْ عَيَانِي
رَجَعْتُ فَلَا تَرَى إِلَّا ضَرْبِيحِي

اے میرے آقا ﷺ اگر آپ ﷺ میری آنکھوں سے او جھل ہو گئے تو پھر آپ ﷺ جب بھی واپس تشریف لائیں گے (خواہ ایک لمحے کے بعد بھی) تو آپ ﷺ میری قبر پہ ہی تشریف لائیں گے۔ اللہ اکبر۔ یعنی میں ایک لمحہ بھی آپ ﷺ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ اس ایک لمحے کی جدائی میں میری موت واقع ہو چکی ہوگی۔

بِحَقِّكَ جُدِّ لِرِقِّكَ يَا حَبِيبِي
فَدَاوِلُوعَةَ الْقَلْبِ الْجَرِيحِ

حضور ﷺ! آپ کے حق کی قسم، اے میرے حبیب ﷺ! اپنے غلام پر احسان فرمائیے میرا دل زخمی دل جو سوز و محبت سے جل رہا ہے اس کا علاج فرمائیے اور دیدار کی نعمت سے محروم نہ کیجئے۔ (مواہب اللدنیاء۔ ضیاء النبی ج 5 ص 443)

السید محمد و فی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

كَمْ فِيهِ لِلْأَبْصَارِ حُسْنٌ مُدْهِشٌ
كَمْ فِيهِ لِلْأَرْوَاحِ رَاحٌ مُسْكِرٌ

اس ذات کے مدہوش کرنے والے حسن میں آنکھوں کے لئے کتنا سرمایہ ہے اور روحوں کے لئے اس کی یاد کس قدر مدہوش کن تھی۔

سُبْحَانَ مَنْ أَنْشَأَهُ مِنْ سَبْحَاتِهِ
بَشَرًا بِأَسْرَارِ الْغُيُوبِ يُبَشِّرُ

پاک ہے وہ عظیم ذات جس نے انوار و تجلیات کا مظہر ایسا بشر پیدا کیا جو غیبی اسرار و رموز کی خوشخبری سنانے والا ہے۔

فَجَمَالُهُ مَجْلَى لِكُلِّ جَمِيلَةٍ
وَلَهُ مَنَارٌ كُلِّ وَجْهِ نَيْرٌ

حضور پر نور ﷺ کا حسن تمام، تمام چہروں کے لئے آئینہ ہے اور آپ ﷺ کا حسن سراپا ایک روشن مینار ہے جو ہر چیز کو منور کر رہا ہے۔

حضرت ابوالفضل الجوهری رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

جب زیارت مدینہ کے لئے شہر مدینہ کے قریب پہنچتے تو آپ سواری سے اتر کر پیدل سفر شروع کر دیتے آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور آپ یہ اشعار پڑھتے۔

وَلَمَّا رَأَيْنَا رَسُولَ مَنْ لَمْ يَدْعُ لَنَا
فَوَإِذَا لِعِرْفَانَ الرَّسُومِ وَلَا لَبًّا

جب ہم اس شہر کی گری ہوئی عمارتوں کو دیکھتے ہیں جس کی محبت نے ہمیں فکر و تدبر سے محروم کر دیا ہے۔

نَزَّلْنَا عَنِ الْأَكْوَارِ نَمِشِي كَرَامَةً
لِمَنْ بَانَ عَنْهُ أَنْ نَلَّمَ بِهِ رَكْبًا

تو ہم کجاووں سے اتر جاتے ہیں صرف اس ذات اقدس ﷺ کی تعظیم و تکریم کے لئے کیونکہ یہ بات ہمیں زیب نہیں دیتی کہ اس ہستی کے شہر کی زیارت کے لئے ہم اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں۔

رُفِعَ الْحِجَابُ لَنَا فَلَاحَ لِناظِرٍ
قَمَرٌ تَقَطَّعَ دُونَهُ الْأَوْهَامَ

دورئی کا پردہ ہماری آنکھوں کے سامنے سے اٹھ گیا اور ہماری آنکھوں کے سامنے چودھویں کا چاند جلوہ گر ہو گیا جس سے سب وہم دور ہو گئے ہیں۔

وَإِذَا الْمَطِيُّ بِنَا بَلَعْنَ مُحَمَّدًا
فَظُهُورُهُنَّ عَلَى الرِّجَالِ حَرَامٌ

جس وقت ہمارے سواری کے جانور ہمیں اٹھا کر نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی بارگاہ میں پہنچادیں تو ان کی پشتیں سواری کے لئے مردوں پر حرام ہو جاتی ہیں۔

قَرَّبْنَا مِنْ خَيْرٍ مَنْ وَطِئَ الشَّرِي
وَلَهَا عَلَيْنَا حُرْمَةٌ وَذِمَامٌ

ان سوار یوں نے ہمیں اس عظیم ہستی ﷺ کے قریب پہنچا دیا جو ان تمام لوگوں سے افضل و اعلیٰ ہے جنہوں نے زمین پر اپنے قدم رکھے اور اس وجہ سے ان جانوروں کی عزت و حرمت ہم پر لازم ہو جاتی ہے۔ (اللہ اکبر)

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

يَا دَارَا خَيْرِ الْمُؤْمِلِينَ وَ مَنْ بِهِ
هُدًى الْآنَامُ وَخُصَّ بِالْآيَاتِ

اے تمام رسولوں کے سردار ﷺ کے شہر جس میں ایسی ہستی مبارک ہے جس سے لوگوں کو ہدایت نصیب ہوئی اور جس کو خصوصی آیات بینات اور معجزات عطا کئے گئے ﷺ۔

عِنْدِي بِجِلْكَ لَوْعَةٌ وَصَبَابَةٌ
وَتَشْوِقٌ مُتَوَقِّدٌ الْجَمْرَاتِ

میرے دل میں تیرے (قرب کے) اس لمحے سے ایسا سوز و گداز اور شوق و عشق بھڑکا ہے جس کے انگارے دہک رہے ہیں۔

وَعَلَىٰ عَهْدِ إِنْ مَلَأْتُ مَحَاجِرِي
مِنْ تِلْكَ الْجُدْرَانِ وَالْعُرْصَاتِ

میں نے اپنے اوپر یہ بات لازم کر لی ہے کہ جب میری آنکھیں ان دیواروں اور میدانوں کی زیارت سے مشرف ہوں۔

لَأَعْفِرَنَّ مَضُونٍ شَيْبِي بَيْنَهَا
مِنْ كَثْرَةِ التَّقْبِيلِ وَ الرَّشْفَاتِ

تو میں اپنی سفید داڑھی کو حضور ﷺ کی اس سرزمین کو بوسے دے دے کر خاک آلود کر لوں گا۔

لَوْلَا الْعَوَادِي وَالْأَعَادِي زُرْتَهَا
أَبْدَاؤُ لَوْ سَبَّحَا عَلَى الْوَجْنَاتِ

اگر رکاوٹیں نہ ہوتیں اور دشمن نہ ہوتے تو میں ہر وقت اس شہر مقدس کی زیارت کرتا
رہتا اور اگر چہ اپنے رخساروں کو گرگڑتے ہوئے یہاں تک پہنچتا۔ (اللہ اکبر)

لَكِنْ سَاهِدِي مِنْ حَفِيلِ تَحِيَّتِي
لَقَطِينِ تِلْكَ الدَّارِ وَالْحُجْرَاتِ

لیکن میں اس شہر میں جو سکونت پذیر ہیں اور ان حجرات میں جو ہستیاں تشریف فرما ہیں
ان کی خدمت میں صلوٰۃ و سلام کے تحائف پیش کرتا رہوں گا۔

أَزْكَى مِنَ الْمِسْكِ الْمُفْتَقِ نَفْحَةً
تَفْشَاءُ بِالْأَصَالِ وَالْبُكَرَاتِ

وہ صلوٰۃ جو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہیں اور جو ہر شام اور ہر صبح کو اس فضاء کو معطر
کرتے رہتے ہیں میں وہ درود شریف، جو ہم ہر وقت پڑھ رہے ہیں اور وہ سلام اور وہ
برکتیں جن میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے خدمت اقدس میں پیش کرتا رہوں گا۔

(ضیاء النبی ج 5 ص 995-996)

حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

تَنْقُلُ أَحْمَدُ نُورًا عَظِيمًا
تَلَاءٌ لَّا فِي جِبَاهِ السَّاجِدِينَ
تُقَلِّبُ فِيهِمْ قُرْنَا فَقَرْنَا
إِلَى أَنْ جَاءَ خَيْرُ الْمُرْسَلِينَ

احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور مبارک عظیم سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل
ہوتا رہا اور قرن ہا قرن یعنی صدیوں پاکیزہ صلبوں میں پھرتے پھرتے خیر المرسلین بن کر
جلوہ افروز ہوئے ﷺ۔

حَفِظْ اِلٰهَ كِرَامَةِ لِمُحَمَّدٍ
اَبَاءَ الْاَنْجَادِ صُوْنًا لِاسْمِهِ

اللہ تبارک تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نام کی لاج اور آپ ﷺ کی کرامت کی خاطر آپ ﷺ کے بزرگ آباء کی حفاظت فرماتا رہا ہے۔

شمس الدین محمد بن ناصر رحمۃ اللہ علیہ کی نعت

ابولہب کو جہنم میں ہر پیر کو توبیہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی ولادت کی خبر سنانے پر آزاد کرنے کے سلسلہ میں آرام ملنے اور انگلی کو چوس کر راحت پانے پر ایک عربی شاعر شمس الدین محمد بن ناصر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اِذَا كَانَ هَذَا كَافِرًا وَجَاءَ ذَمُّهُ
وَتَبَّتْ يَدَاؤُهُ فِي الْجَحِيمِ مُخَلَّدًا

یہ اس شخص کی حالت ہے جو کافر تھا اور سورۃ تبت ید ابی لہب اس کی مذمت میں نازل ہوئی اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا۔

اِلٰی اِنَّهُ فِي يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ دَائِمًا
يُخَفَّفُ عَنْهُ لِلْسُرُورِ بِاِحْمَدًا

ہر پیر کو اس کے عذاب میں تخفیف کر دی جاتی ہے کیونکہ ولادت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر اس نے مسرت کا اظہار کیا تھا۔

فَمَا الظَّنُّ بِالْعَبْدِ الَّذِي كَانَ عُمُرُهُ
بِاِحْمَدٍ مَسْرُورًا وَمَاتَ مَوْحَدًا

تو اس بندے کے متعلق تم بارہا کیا گمان ہے جو ساری عمر احمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت با سعادت پر خوش ہوتا رہا اور عقیدہ توحید پر ہی اس دنیا سے رخصت ہوا۔

حُبُّ اللّٰهِ لِلنَّبِيِّ مَزِيْدٌ فَضْلٍ
عَلَى فَضْلٍ وَكَانَ بِهِ رُوْفًا

اللہ تبارک و تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ پر مزید فضل و کرم فرمائے وہ آپ ﷺ پر بڑا ہی رؤف اور مہربان ہے۔

فَآخِيَا أُمَّهُ وَكَذَّابُوهُ
لِإِيْمَانٍ بِهِ فَضْلًا لَطِيْفًا

اللہ تعالیٰ جل و علیٰ نے آپ ﷺ کے والدین کو زندہ فرمایا تاکہ وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں یہ اس کا آپ ﷺ پر بڑا ہی لطیف فضل ہے۔

فَسَلِّمْ فَالْقَدِيْمُ بِدَا قَدِيْرٍ
وَإِنْ كَانَ الْحَدِيْثُ بِهِ ضَعِيْفًا

اور تم بھی اس بات کو تسلیم کر لو کہ وہ ایسے امور پر قدیم سے قدرت رکھتا ہے اگرچہ اس بارے میں بیان ہونے والی حدیث ضعیف ہے۔

عسکلان حمیری یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعت

یہ قصیدہ انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ میں سالہ خوب رو جیلے نو جوان کے ہاتھ بھیجا اور یہی قصیدہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب ہوا۔

أَشْهَدُ بِاللَّهِ ذِي الْمَعَالِي
وَقَالِقُ اللَّيْلِ وَالصَّبَاحِ

میں اللہ تعالیٰ رب العزت والجلال کو گواہ بنا کر کہتا ہوں جو شب و روز کا خالق اور تمام قسم کی بزرگیوں کا مالک ہے۔

إِنَّكَ فِي السَّرِّ وَ مِنْ قُرَيْشٍ
يَا أَبْنَ الْمُغْدِي مِنْ الدَّبَاحِ

یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ خاندان قریش سے ایک سربراہ اور وہ شخصیت کے مالک ہیں اور حضرت عبد اللہ کے فرزند و جگر بند ہیں جن کے بدلے اونٹ ذبح کئے گئے تھے۔

أُرْسِلَتْ تَدْعُو إِلَىٰ يَقِينِ

تَرْشُدُ لِلْحَقِّ وَالْفَلَاحِ

آپ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا گیا آپ ﷺ ایمان اور یقین کی طرف دعوت دیتے ہیں اور حقانیت و کامرانی کا راستہ دکھاتے ہیں۔

أَشْهَدُ بِاللَّهِ رَبِّ مُوسَىٰ

إِنَّكَ أُرْسِلْتَ بِالْبَطَّاحِ

میں اللہ تعالیٰ رب موسیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ آپ ﷺ پاک سرزمین مکہ میں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

فَكُنْ شَفِيعِي إِلَىٰ مَلِيكَ

تَدْعُوا الْبَرَّاءَا إِلَىٰ الْفَلَاحِ

اے مخلوق خدا کو فلاح و کامرانی کی طرف بلانے والے رسول کرم ﷺ! بارگاہ خداوندی میں آپ ﷺ میری بھی شفاعت فرمائیں۔

یہ نعت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور ایمان قبول فرمایا تو حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا:

إِنَّ أَخَا حُمَيْرٍ مِنْ خَوَاصِّ الْمُؤْمِنِينَ۔ ثُمَّ قَالَ رَبُّ مُؤْمِنِ بَنِي وَلَمْ يَرْنِي وَ مُصَدِّقِ بَنِي وَمَا شَهِدَنِي أَوْلَانِكَ إِخْوَانِي حَقًّا۔

”بے شک قبیلہ حمیر کا یہ شخص خاص مومنین میں سے ہے پھر فرمایا: بنی ایسے لوگ ہیں جو مومن ہیں لیکن انہوں نے ہمیں دیکھا نہیں اور کئی لوگ ایسے ہیں جو ہماری تصدیق کرنے والے ہیں لیکن وہ ہمارے حضور حاضر نہیں ہوئے یہ لوگ ہمارے بھائی ہیں“۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (سیرۃ الرسول جلد 3 ص 210)

حلیمہ کی گود کا پالا ﷺ

بچے کس گھر میں پیدا نہیں ہوتے۔ کس گھر میں بچے پیدا ہونے کی خوشیاں نہیں منائی جاتیں۔ لیکن پتہ نہیں کیا بات ہے یہ پھل جتنا کچا ہوتا ہے میٹھا ہوتا ہے جوں جوں یہ پھل پکتا جاتا ہے کڑوا، کسیلا، کھٹا اور پھیکا ہوتا جاتا ہے۔ پورے معاشرے میں وہ گھرانگیوں پر گئے جاسکتے ہیں جن گھروں میں یہ پھل پک کر بھی میٹھا رہتا ہے۔ ویسے دوسرے پھل بھی سیب، کیلا، فروٹ، انگور، کھجور، انار پک کر بھی زیادہ دیر تک میٹھے نہیں رہتے گل سڑ جاتے ہیں بدبو چھوڑ جاتے ہیں پھینکنے پڑ جاتے ہیں۔

میرے مہربانوں! یہ بچہ جس نے ساری دنیا کو دکھوں سے بچایا۔ ایسا میٹھا پھل سبحان اللہ ماں کی گود سے قبر کی گود تک اور قبر کی گود سے ایب تک پھر حشر تک اور حشر کے بعد ابد الابد تک یہ پھل شیریں سے شیریں تر ہوتا چلا گیا۔ نام بھی میٹھا، ذات بھی میٹھی، کردار بھی میٹھا، بات بھی میٹھی۔ بچپن، لڑکپن، اٹھان، جوانی، جوانی کا ہردن، جوانی کی ہر رات، بالوں میں چاندی آنے سے ظاہری زندگی کے آخری بالکل آخری لمحے تک ہر لمحہ میٹھا اور میٹھا بھی ایسا جس سے جی نہ بھرے بلکہ ایسا کہ طلب بڑھتی جائے بڑھتی جائے اور بڑھتی جائے۔

صبح صادق کو جس نے صادق بنایا اس صداقت کے وقت کو جس نے قیامت تک صداقت کا پیغام بر بنایا۔ اللہ اکبر کی آواز سے آشنا کرایا۔ اسی صبح صادق کے وقت اصدق الصادقین، اکرم الاکرمین ﷺ امن وامان کی پیغام بر ماں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں رونق افروز ہوئے۔

جب ہوا ضو فلکن دین و دنیا کا چاند
آیا خلوت سے جلوت میں اسرئی کا چاند

نکلا جس وقت مسعود بطحی کا چاند

جس سبانی گھڑی چکا طیبہ کا چاند

اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

دھلا دھلایا، ناف بریدہ، مکحول یعنی آنکھوں میں سرمہ ڈلا ہوا، مختون ختنہ شدہ، پاک صاف ستھرا، خوشبوؤں سے مہکا ہوا، باہوش، ہوشمندی کی اعلیٰ ترین مثال، پیدا ہوتے ہی اپنے خالق اپنے مالک معبود حقیقی کے حضور سجدہ ریزی سے زندگی کا آغاز کرنے والا (سیدنا پیغمبر)۔

پہلے سجدے پہ روز ازل سے درود

یادگاری امت پہ لاکھوں سلام

بچے پیدا ہوتے ہیں روتے ہیں یہ بچہ بھی رویا لیکن دنیا میں آنے پر نہیں دنیا کی حالت زار پر رویا۔ زار زار رویا رب ہبلی امتی رب ہبلی امتی کہتا ہوا رویا۔ میرے مالک میرے ربی! جیسے اِنَّا اَعْطَيْنَكَ الْكُوْثَرَ (الکوثر) کہہ کر تو نے مجھے ہر خوبی سے نوازا دیا ہے میری امت بھی میرے ہی حوالے کر دے۔ اس کی قسمت سنوارنا میرے سپرد کر دے۔ مالک نے ان کی یہ تمنا بھی پوری کر دی اور وقت آنے پر اس کا اعلان بھی کر دیا۔ محبوب و كَسُوْفٌ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (الضحیٰ) تیرا رب تجھے اتنا کچھ دے گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا۔ سیدہ ثویبہ رضی اللہ عنہا نے بھی دودھ پلایا۔ حضرت خولہ بنت منذر رضی اللہ عنہا نے بھی یہ سعادت حاصل کی۔ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے بھی شرف پایا۔ لیکن سب سے زیادہ دودھ پلانے کی سعادت حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آئی۔

سیانے کہتے ہیں بچوں کو خوش رکھ کر اچھا نہیں بنایا جاسکتا اچھا بنا کر خوش رکھا جاسکتا ہے اور وہ تو تھے ہی اچھے۔ اچھائیاں بانٹنے والے، خوش رکھنے والے۔ اہل عرب بچوں کو شہروں

کی پرہول زندگی اور سہل پسندی کی زندگی سے دور۔ دیہاتی ماحول میں سخت جانی اور پتھر پلی زمین کی زندگی، فصاحت و بلاغت کی زبان سے آشنا کرنے کے لئے اور دودھ پلانے کے لئے دیہاتی دایوں کا انتخاب کرتے۔

ربیع الاول تھا یعنی فصل بہار کا پہلا موسم۔ دیہاتوں سے دایوں کی آمد کا موسم۔ وہ بھی گروہ در گروہ چلتی ہوں گی۔ صحت مند خواتین صحت مند سوار یوں پر۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے امیر سے امیر گھرانوں کے بچے گود میں لینے کی سبقت کی دوڑ۔ دوڑتی ہوئی مکے آپنچیں۔ ان میں ایک حلیمہ نام کی دای بھی تھیں۔ کمزوری غریبی سی۔ وہ بھی اس کا خاندان بھی، اس کی سواری بھی ویسی ہی پیچھے رہ گئی۔ بہت پیچھے سب سے آخر میں کھیل مقدر کا سب سے آخر میں آنے والی مقدر کی دھنی نکلی اور سب سے آگے نکل گئی۔ اس کے خاندان کی دایوں کو جو ملا وہ ان کا مقدر تھا لیکن اس کو تو مقدر بھی اسی گھر سے مل گیا۔

اوروں کو ملا ہے تو مقدر سے ملا ہے

اس کو تو مقدر بھی اسی گھر سے ملا ہے

حضرت حارث حلیمہ کے خاوند کہتے ہیں۔ میری سواری دوسری سوار یوں میں سب سے ہلکی اور کمزور تھی، سبز رنگ کی گدھی اور اونٹنی اس سے بھی کمزور جس کے پاس دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ حلیمہ کہتی ہیں میرا بیٹا بھوک کی وجہ سے ساری ساری رات روتا رہتا نہ سوتا نہ سونے دیتا۔

حلیمہ کہتی ہیں میں مکے پہنچی تو میری سبیلیاں مکے کے بڑے بڑے امیروں کے گھرانوں سے بچے لاپچی تھیں۔ ہر ایک کی گود بھری ہوئی تھی۔ مکے میں اگر کوئی بچے باقی تھے بھی تو انہوں نے مجھے کمزور، بیمار اور ہلکی سمجھ کر اپنا بچہ دینے سے انکار کر دیا اور حضور میرے محمد ﷺ کو یتیم سمجھ کر سب چھوڑ گئیں۔ اگر ان کو بھی کوئی بڑی بی لے جاتیں تو ہم غریب کہاں جاتے۔

وہ تشریف لائیں یہ ان کا کرم ہے
یہ گھر ہے کہاں ان کے آنے کے قابل

موچا خالی ہاتھ جانے سے بہتر ہے یتیم بچہ اگر مل جائے تو گود لے لیتے ہیں۔ حارث نے بھی یہی مشورہ دیا۔ میں نے گھر جا کر دستک دی۔ کمال و جاہت کے ایک بزرگ نے دروازہ کھولا اندر آنے کی اجازت دی اور آنے کا سبب پوچھا۔ عرض کیا حضور دائی ہوں بچہ گود لینا چاہتی ہوں کرم فرمادیں تو غریبی ساری عمر اس آستانے کو دعائیں دے گی۔ بابا جی نے نام اور قبیلہ پوچھا حلیمہ میرا نام ہے اور قبیلہ سعد سے تعلق رکھتی ہوں۔ آپ نے کمال محبت سے فرمایا بَخْ بَخْ سَعْدُوْ جِلْمٌ خَصْلَتَانِ ذَاهِمَا خَيْرُ الدَّهْرِ وَعِزُّ الْاَبَدِ۔ واہ واہ سعد اور حلیمہ دو ایسی خصلتیں ہیں جو زمانے میں سب سے بہتر اور ہمیشہ کی عزت ہیں۔

آپ نے فرمایا هَلْ لَكَ تَرْضَعِيْهِ عَسَى اَنْ تَسْتَعِدِيْ بِهٖ۔ کیا تو اس کو دودھ پلائے گی ہو سکتا ہے اس کی برکت سے تیرا دامن سعادتوں سے بھر جائے۔ دانشمندوں کی باتوں میں بھید ہوتے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور بندی حاضر ہے آپ نے مجھے بچے کی والدہ سے ملنے کو کہا۔ میں اندر گئی آمنہ نے استقبال کیا ایسے ہوا جیسے میں امن کے حصار میں آگئی ہوں۔ میں نے آگے بڑھ کر دیکھا سبز بستر پر باکل۔ سفید صوف کے لباس میں لپٹے ہوئے ہیں۔ کستوری کی مہک اٹھ رہی ہے۔ میں تو دیکھتے ہی فریفتہ ہو گئی۔ دل ہار بیٹھی نہ ایسا بچہ کبھی دیکھا تھا اور نہ ایسی خوشبو کبھی سونگھی تھی۔

آئینہ حیرت میں ہے، آئینہ گر حیرت میں ہے
تیری صورت دیکھ کر، تیرا سراپا دیکھ کر
ماہ و انجم کی جبینوں پر پسینہ آگیا
پیکر انوار، تیرا نوری تلوا دیکھ کر

میں نے بے اختیار آنکھوں کے عین درمیان پیشانی کو بوسہ دیا اور اٹھا کر اپنے خاوند

حارث کے پاس لے آئی جو باہر میرے انتظار میں تھے کہنے لگے واللہ! یا حلیمہ لقد
اخذنا نسمة مبارکة۔ حلیمہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نے امن و برکت کا وجود پایا ہے۔

مبارک تھے یہ بڑائی حلیمہ
بڑے حلم والے کو لائی حلیمہ
وہ اللہ والا تیری گود میں ہے
ثنا گر ہے جس کی خدائی حلیمہ
بنی سعد کا دشت رشک چمن ہو
گل ہاشمی چمن کے لائی حلیمہ

میں اندر گئی بچے کو دودھ پیش کیا۔ دودھ کے خشک سوتے نہ جانے کہاں سے پھوٹ
پڑے۔ ہر ماں کی عادت ہوتی ہے بچے کو ایک طرف سے دودھ پلا کر دوسری طرف سے بھی
دودھ پلاتی ہیں میں نے بھی بچے کو دوسری طرف پیش کی تو آپ نے دودھ نہ پیا۔

اس انوکھے بچے نے پہلے دن سے رضاعت کی عمر کے آخری دن تک ایک طرف سے
ہی دودھ پیا۔ دوسری طرف میرے بیٹے عبد اللہ اپنے دودھ شریک بھائی کے لئے چھوڑ
دی۔ یوں تو آپ کی ہر ادا مرٹنے والی تھی لیکن اس ادا نے میرے دل میں گھر کر لیا کہ اس عمر
میں بھی دوسروں کا اتنا خیال کہ کسی کا حق مارنا پسند نہ کیا۔

بھائیوں کے لئے ترک پستاں کریں

دودھ پچوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

آمنہ بی سحان اللہ کیسی عورت تھیں امن و امان یا یمن و برکت کے شگوفے تو اسی کے
گھر سے پھوٹے نظر آتے تھے۔ آپ نے مجھے بچے کا نام بتایا فرمایا ان کا نام محمد ہے
ﷺ۔ عرب میں ایسے ناموں کا رواج نہ تھا۔ اتنا خوبصورت نام جتنا خوبصورت خود
نومولود۔ میری حیرانگی دور فرمانے کے لئے فرمانے لگیں یہ نام ان کے دادا جان نے
رکھا ہے۔ کہتے ہیں میرا جی کرتا ہے ساری دنیا ان کی تعریف ہی کرتی رہے۔ ویسے تم بتاؤ میرا

بچہ تعریف کے قابل ہے نا۔ جی بہن جی ہاں ہاں اتنی تعریف کے قابل کہ بار بار کروں تو جی نہ بھرے میں تو پہلے ہی فدا ہو چکی تھی۔

آپ نے بچے کے بارے میں کچھ راز کی باتیں بھی بتائیں۔ دادا جان حضرت عبدالمطلب بھی باتوں میں شامل ہوئے۔ مزید تعارف ہوا مجھے کچھ ہدایات ارشاد فرمائیں۔ ماں نے اور دادا جان نے باری باری بچے کو اٹھایا پیار کیا بوسے دیئے اور ذرا سی بھگی پلکوں کے ساتھ رخصت کیا۔

میری عمر کا ایک حصہ بیت چکا تھا کئی بچوں کو دودھ پلا چکی تھی۔ غیر بچے کو دودھ پلاتے پلاتے آہستہ آہستہ محبت کے جام بھرتے ہیں لیکن یہاں تو معاملہ ہی عجب تھا ایک انجانی قوت تھی جو میرے دل میں، میری آنکھوں میں، میری باہوں میں محمد ﷺ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر رہی تھی۔ ایک عجیب سے کیف میں ڈوبی اپنے خیمے کی طرف جا رہی تھی۔ میرے پاؤں زمین پر نہ نکلتے تھے۔

نصیبہ میرا ناز کرتا ہے مجھ پر
کہ روشن ستارے کو لے کر چلی ہوں
ہوئے دو جہاں جس کے جلووں سے روشن
اسی ماہ پارے کو لے کر چلی ہوں

خیمے میں پہنچی حارث میرے ساتھ تھے۔ میرا بیٹا رو رہا تھا بھوک نے اس کا صبر چھین لیا ہوا تھا میں تو پہلے بھی اس خیمے میں قدم رکھتی تھی میرے آنے سے کیا ہوتا ہے محمد ﷺ کی ذات نے میرے خیمے میں قدم رکھا آرام، سکون، چین، راحت بر نعمت نے ہمیں اپنے حصار میں لے لیا۔ میری چھاتی دودھ سے بھر گئی۔ بچے نے میرے صلبی بیٹے نے شاید اپنی زندگی میں پہلی بار پیٹ بھر کر دودھ پیا تھا اسے سکون ملا۔ کہیں سے نیند کی دیوی نے بھی میرے خیمے کا منہ دیکھ لیا اور میرا بچہ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ میں شاعر تو نہیں ہوں لیکن اس کیف میں ڈوبی کچھ گنگنا رہی تھی۔

رہے محروم اس دولت سے دولت ڈھونڈنے والے

سبھی کچھ پاگئے دامان رحمت ڈھونڈنے والے

ہم نے دیکھا ہماری گدھی اور اونٹنی کا رنگ نکھرنے لگا۔ بے چینی اور بے بسی کا، غربت و افلاس اور کم مائیگی کا احساس جو ہمیں لے ڈوبا تھا رفتہ رفتہ مٹنے لگا۔ ہم نے خانہ کعبہ کا الوداعی طواف کیا۔ واپسی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سامان سمیٹ لیا گیا جیسے آنے میں ہم پیچھے رہ گئے تھے ایسے ہی جانے کے لئے بھی ہم پیچھے رہ گئے۔

دو چار دن کے وقفے کے بعد ہم بھی روانہ ہو گئے۔ سچ جانئے یہ وہ اونٹنی نہیں تھی جس پر ہم آئے تھے لیکن یقین جانئے وہی تھی۔ سواری نہیں بدلی تھی بلکہ سوار بدل گیا تھا جس نے سواری کی کیفیت ہی بدل ڈالی۔

اپنے اپنے مقدر دی ہوندى اے گل

آئیاں دائیں ہزاراں سی مکے دے ول

جس دی ڈاچی قدم وی نہ سکدی سی چل

عرش دے شاہسواراں دے کم آگئی

دکھ کے فاصلے طویل ہوتے ہیں۔ سکھ کی مسافتیں اور دوریاں مسافتیں اور دوریاں نہیں رہتیں۔ ہمارے لئے یہ پہلا تجربہ تھا اونٹنی خرانے بھرتی جا رہی تھی۔ پہلے سے چلے قافلے کو ہم نے جلد ہی جالیا بلکہ ان سے آگے نکل گئے۔ مجھے حارث کی بات بار بار یاد آتی تھی وَاللّٰهِ يَا حَلِيْمَةُ لَقَدْ اَخَذْنَا نَسْمَةَ مُبَارَكَةٍ۔ خدا کی قسم حلیمہ ہم نے انتہائی برکت والا وجود پایا ہے۔

مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے کا واقعہ بھی ایسا حیران کر دینے والا تھا کہ میرے ذہن سے نکلتا ہی نہ تھا۔ میرا جی چاہا کہ مکے سے روانہ ہونے سے پہلے برکت کے لئے ننھے حضور کو حجر اسود کا بوسہ دلا دوں۔ جب میں حدود کعبہ میں داخل ہوئی تو ہبل، لات، عزی اور دیگر بت اپنی اپنی جگہ سرنگوں ہو گئے۔ سوچا ہو سکتا ہے یہ میرا وہم ہو میں آگے بڑھی میری حیرانگی

کی انتہا نہ رہی کہ حجر اسود خود اپنی جگہ سے نکلا اور آپ کے چہرہ اقدس اور آپ کے لبوں کے ساتھ چمٹ گیا گویا بوسے پہ بوسے لینے لگا۔

یہ کوئی چھوٹی سی بات تو نہیں تھی ہم نے پتھروں کے حضور تو لوگوں کو جھکتے دیکھا تھا پتھروں کو یوں سراپا نیاز ہوتے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ واقعہ ابھی تک ذہن اور حافظے کے ہر گوشے کے ساتھ چپکا ہوا تھا کہ سفر کے واقعات نے کئی اجنبی راستے کھول دیئے۔

لوگ جائیں حجر اسود چومنے

حجر اسود نے تیرا بوسہ لیا

ہر قدم پہ احساس ہوتا ہے کہ محمد حضور اعلیٰ ﷺ کا ہر قدم میرے حارث اور شیماء کے دل کو پکڑ نہیں لیتا تھا دل کو چھین لیتا تھا۔ قافلہ تو بہت پہلے روانہ ہو چکا تھا انہیں احساس تھا مریل گدھی اور بے جان اونٹنی ان کا راستہ بھی کھوٹا کرے گی اس لئے ہمارا انتظار کئے بغیر ہی قافلہ چل دیا تھا لیکن ننھے حضور کی برکت سے ہم نے انہیں وادی ”سرو“ میں جا لیا۔ میری سہیلیوں نے ہمیں ہم سے بھی زیادہ حیرت زدہ ہوتے ہوئے پوچھا حلیمہ یہ تیز رفتار اونٹنی کہاں سے لی ہے اور وہ پہلے والی کہاں ہے۔ ہم تو مسرت و حیرت کے جذبات میں ڈوبے ہوئے تھے ہی لوگ بھی ہمیں دیکھ کر حیرت زدہ ہو رہے تھے۔ میں نے جواب دیا سواری نہیں بدلی سوار بدلا ہے جس نے ہماری قسمت ہی بدل کر رکھ دی ہے۔ خیر ہم چلتے چلتے ان سے پہلے اپنی وادی میں جا پہنچے۔ البتہ میں نے محسوس کیا رَأَيْتَ الْحَسَدَ مِنْ بَعْضِ نِسَاءِ نَا۔ کہ میرے ہم قافلہ کچھ عورتوں کے دلوں میں حسد کی چنگاری پھوٹ پڑی ہے۔

یوں تو ننھے حضور کو چند اور خوش نصیب بیبیوں نے بھی دودھ پلایا تھا۔ خود بی بی آمنہ نے، ثویبہ رضی اللہ عنہا نے، ام ایمن رضی اللہ عنہا نے، بنی سلیم کی عاتکہ رضی اللہ عنہا نے، خولہ بنت منذر رضی اللہ عنہا نے یہ سعادت حاصل کی تھی۔ لیکن جو نعمت مستقل میرے حصہ میں آئی وہ کسی کے حصہ میں نہیں آئی۔ میں اپنے رب کی اس عنایت پر حیران تھی کہ بنی سعد کی کتنی ہی دایاں مکے گئیں اگر ان میں سے کوئی آپ کو گود لے لیتی تو ہمارا کیا بنتا۔ یہ تو ہمیں

بعد میں علم ہوا کہ حضرت عبدالمطلب ننھے حضور کے دادا حضور نے میرا نام قبیلہ دیکھ سن کر رخ
 رخ کہتے ہوئے کیوں استقبال کیا تھا۔ آپ نے ہمیں بتایا کہ بنی سعد کی دایاں جب آئیں
 اور ننھے حضور کو یتیم سمجھ کر چھوڑ کر چلی گئیں تو فکر ہوئی کہ کیا ہمارے اس لخت جگر کو رشک
 خورشید و قمر کو کوئی دائی دودھ نہ پلائے گی تو ہاتف غیبی نے آواز دے کر کہا۔

إِنَّ ابْنَ أَمِنَةَ الْأَمِينِ مُحَمَّدًا

خَيْرَ الْأَنَامِ وَ خَيْرِ الْأَخْيَارِ

یعنی بے شک آمنہ کے لال امین و کریم محمد خیر الخلائق ہیں اور سارے اچھوں سے
 اچھے ہیں۔

مَا إِنَّ لَهُ غَيْرَ الْحَلِيمَةِ مُرْضِعًا

نَعْمَ إِلَّا مِينَةُ هِيَ عَلَى الْأَبْرَارِ

ہاں حلیمہ کے سوا اس کی کوئی ”آیا“ نہیں ہوگی وہ ایک امین، امانت دار اور بہترین
 خاتون ہیں جو ابرار کی نگہداشت کرنا جانتی ہیں۔

مَامُونَةٌ عَنْ كُلِّ عَيْبٍ فَاحِشٍ

وَنَقِيَّةٌ الْأَثْوَابِ وَالْأَوْزَارِ

وہ ہر فحش عیب اور غلط کاری سے بچی ہوئی ہے۔ پاک دامن اور کردار کی مضبوط
 عورت ہے۔

لَا تَسْلَمُنَهُ إِلَى سِوَاهَا إِنَّهُ

أَمْرٌ وَ حَكْمٌ جَاءَ مِنْ جِبَارِ

ہمارے اس محبوب کو اس کے سوا کسی اور کے سپرد نہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ
 کے نام امر اور حکم ہے۔

ہاتف غیبی کے اس پیغام نے ہمیں تیرے انتظار میں بے چین کر رکھا ہے جب آپ

نے یہ بات بتائی تو پھر ہمیں اپنے مقدر پر مزید رشک آیا کہ یہ کہیں اور سے پہلے ہی فیصلے ہو

چکے تھے۔

میرے دل پہ ہیں نقش قدم آپ کے
مجھ گنہگار پر ہیں کرم آپ کے
چڑھتی رہتی ہے مینار پر زندگی
گرتے رہتے ہیں قدموں پہ ہم آپ کے

لگتا تھا ننھے حضور اور آپ کے رب نے ایک بدوی عورت جیسی اجنبی عورت کو اپنی بے
پناہ عنایات سے رام کر لیا ہے۔ میں اکثر ننھے حضور کو اور اپنے عبد اللہ اپنے بیٹے کو قریب
قریب لٹاتے ہوئے کہتی یہ میرا عبد اللہ ہے یہ میرے محمد ہیں۔ میری دو آنکھیں ہیں اے
میرے گھر آنے والے تیری تعریفیں کرتی نہ تھکوں۔ تیرے قدم کتنے مبارک ہیں تو نے ہم
بور یہ نشینوں کو سیراب کر دیا ہے۔

تشریف آوری ہوئی جب سے حضور کی
نقشہ ہی کچھ عجیب میرے گھر کا ہو گیا

ابتدائی دنوں کی بات ہے اپنے مقدر اور نچیب اور ان کی نسیم بہاری کے لطف
میں ڈوبی نہ جانے کن خیالوں میں کھوئی ہوئی تھی کہ مجھے خیالوں کی دنیا سے حقیقت کی دنیا
میں لانے کے لئے ایک واقعہ ہو گیا۔

بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک بکری گھر کے صحن میں جہاں میری دونوں آنکھیں
میرا محمد اور عبد اللہ میری دونوں آنکھیں ٹھنڈی کر رہے تھے آئی میرے محمد کے قدموں
کو بوسہ دیا پھر سجدہ کیا پھر سراپا عقیدت بن کھڑی ہو گئی۔ نہ جانے وہ کتنی دیر اسی عقیدت
کے شیرے میں ڈوبی رہتی کہ چرواہا ادھر آ نکلا اس نے پچکارا اور وہ بھاگ کر ریوڑ میں شامل
ہو گئی۔ واہ ری بکری! تیری پہچان کے صدقے کہ تو نے بھی پہچان لیا۔ تیری آنکھ اور آنکھ کی
بصیرت پر قربان جاؤں۔

بیان کرتا کہ بھیڑ اور بکریاں بھی سجدے کرتی تھیں
 فضائے دشت کی چڑیاں بھی دم الفت کا بھرتی تھیں
 میری ایک عزیزہ قریب کی تھی اور پڑوس بھی تھا۔ ایک دن کہنے لگی حلیمہ! بڑی امیر ہو گئی
 ہے جب سے قحط سالی ہوئی ہے، تیرے گھر میں تو ویسے بھی کبھی دیا نہیں جلا تھا اب ساری
 ساری رات دیا جلتا رہتا ہے اور تیرے گھر سے روشنی پھوٹ پھوٹ کر باہر نکلتی رہتی ہے۔
 میں نے کہا نہیں بہن میں تو دیا نہیں جلاتی البتہ

رات کو بھی جن کے گھر تاریکیاں آتی نہیں
 مانگ کر لائی ان سے جا کر ان کے گھر کی روشنی
 اور جان بوجھ کر بتاتی بھی نہیں تھی کہ کوئی حسد کی آگ میں جل کر میرے محمد ﷺ کو
 حسد کی آگ میں نہ جلا دے۔ یہ تو ایک نور تھا جو ہر وقت آپ کے چہرے سے دمکتا رہتا تھا۔

حلیمہ کا گھرانہ خوش تھا اپنی خوش نصیبی پر
 یہ بچہ ایک دامن تھا غریبی پر یتیمی پر
 تھا ایک سادہ سے گھر میں دولت کونین کا وارث
 رضاعی ماں حلیمہ تھی رضاعی باپ تھا حارث

یوں تو سارا گھرانہ کیا سارا خاندان محمد ﷺ کی حیرت زا کیفیتیں دیکھ دیکھ کر فرط محبت
 سے جھوم جھوم جاتا تھا لیکن میری بڑی بیٹی جس کا نام انیسہ تھا وہ چھوٹی تھی لیکن سب سے
 زیادہ شیماء ہی تھی جو انہیں اٹھاتی بہلاتی پیار کرتی چومتی سینے سے لگاتی اور پہروں اٹھائے
 رکھتی۔ اس کا جی ہی نہ بھرتا تھا۔

چھوٹی سی عمر میں شاعری کہاں کی جاسکتی ہے لیکن محبت عمر نہیں دیکھتی اسے جو اپنے
 قریشی بھائی سے محبت تھی اس محبت نے اس کو شاعر بنا دیا اور اس سے لوری کی شکل میں
 بڑے خوبصورت اشعار کہلوادے۔ وہ لوریاں دیتی دیتی اشعار پڑھتی رہتی میں بھی اس کے
 ساتھ شامل ہو جاتی اور کہتی۔

يَا رَبِّ إِذْ أَعْطَيْتَهُ فَأَبْقَهُ
وَأَغْلَهُ إِلَى الْعُلَا وَارْقَهُ
وَأَدْحَضَ أَبَاطِيلَ الْعَدِيِّ بِحَقِّهِ

اے پروردگار! اگر تو نے ہمیں یہ نعمت دی ہے تو اسے بقا اور سلامتی بھی عطا فرما، نہیں انتہائی بلندی کے مقام تک پہنچا اور انہیں منزل مقصود تک پہنچا اور ان کے دشمنوں کے تمام باطل حیلوں کو انہیں کے توکل سے کالعدم فرما۔ اور شیما اپنی دھن میں دعائیں دیتی رہتی۔

يَا رَبَّنَا ابْقِ لَنَا مُحَمَّدًا
حَتَّىٰ آرَاهُ يَا فَعَاوُ امْرَدًا
ثُمَّ آرَاهُ سَيِّدًا أَوْ مَسُودًا
وَأَكْبَثْ أَعَادِيَهُ مَعًا طَسَدًا
وَأَعْطِيَهُ عِزًّا يَدُورُ أَبَدًا

اے ہمارے رب! محمد ﷺ کو ہماری خاطر بقا اور سلامتی عطا فرما حتیٰ کہ میں آپ کو جوان اور ایک تن آور مرد دیکھوں پھر میں انہیں اپنی قوم کے ایسے سردار کے روپ میں دیکھوں کہ سب لوگ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کر رہے ہوں اور اے ہمارے رب! ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل اور رسوا فرما اور انہیں وہ عزتیں عطا فرما جو ابد الابد تک قائم رہیں۔

میرادل کہتا ہے یہ الفاظ چھوٹی سی عمر میں اس نے نہیں کہے تھے۔ وہ خالق حقیقی و مالک ہستی جو انہیں مراتب عظیم تک خود پہنچانا چاہتی تھی اس نے ہی میری بیٹی کے منہ سے یہ الفاظ نکلوائے جو امر ہو گئے۔

پتہ نہیں یہ کھیل کب سے جاری تھا۔ پہلے تو پتہ ہی نہ چلا ایک دن رات کا وقت تھا، موسم انتہائی خوشگوار، ہم باہر صحن میں سو رہے تھے کہ محسوس ہوا جیسے ہمارے گھر کے صحن میں درخت کا سایہ جھول رہا ہے۔ کبھی ادھر کبھی ادھر میں تو ڈرسی گئی یا اللہ خیر یہ کیا ماجرا ہے۔ اچانک

میری نظر اپنے بیٹے محمد ﷺ پر پڑی پتہ نہیں وہ کب سے انگلی ہلا رہے تھے اور چودھویں کا چاند ایک کھلونا بن کر انکی انگلی کے اشارے پر کھیل کا سامان بنا ہوا تھا۔

کھیلنے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لئے
خود سراپا نور تھے وہ تھا کھلونا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

پھر تو یہ معمول بن گیا۔ پہلے تو دن کو آپ سے حیرت افروز واقعات سامنے آتے رہتے تھے۔ ہم نے رات کو کبھی غور ہی نہ کیا تھا۔ اس انکشاف نے ہماری راتیں بھی حسین تر بنا دیں۔ ہم جب بھی ان کی طرف دیکھتے ان کا چہرہ خوشی و مسرت کی کتاب کا سرورق بنا ہوا نظر آتا تھا۔ ہم دیکھتے کَانَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ نُورٌ كَنُورِ الشَّمْسِ ثُمَّ يَنْجَلِي عَنْهُ يَوْمَ كَا معمول تھا کہ سورج کی طرح کا ایک نور ہر روز نازل ہوتا اور پھر خود ہی غائب ہو جاتا۔

چاند سورج میرے دروازے پہ پہرے دار تھے
جب میری بینائی کے حجرے میں آئے مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حاسدوں کی نظریں ہر وقت تاڑ میں رہتی ہیں لیکن میں نے ان سے بچنے کا حل یہ نکالا کہ گھر میں دودھ وافر مقدار میں ہوتا تھا اس قریشی مہمان کے صدقے بانجھ اور خشک جانور بھی دودھ دینے لگے تھے۔ میں کبھی انیسہ کے ہاتھ کبھی شیمہ کے ہاتھ لوگوں کے گھروں میں بھیجتی رہتی تھی۔ کبھی کبھی حارث خود بھی اڑوس پڑوس میں دودھ دے آیا کرتے تھے۔ منہ کھاتا ہے آنکھیں شرماتی ہیں اس لئے کوئی آنکھ آپ کی طرف نہیں اٹھتی تھی۔ بہر حال میں محتاط رہتی۔ حارث کے بھتیجے وغیرہ اور اڑوس پڑوس کے بچے اکثر ضد کر کے اٹھالیتے کھیلنے کے لئے بہلانے کے لئے باہر لے جانے کی کوشش کرتے لیکن میں روک دیتی اور کسی کے

ساتھ گھر سے باہر نہ جانے دیتی۔

میرے خاندان کی بڑی بوڑھی عورتیں مجھے ٹوکتی تھیں کہ حلیمہ خیال کر، ہوش میں آ، تو اپنے فرض میں کوتاہی کر رہی ہے ایک تو غیر بچے سے اتنا پیار نہیں کرتے کہ جدائی کے تصور سے ہی دل کانپ جائے۔ ہم کاروباری لوگ ہیں ہر سال دو سال بعد ہمیں نئے سے نیا بچہ، خوبصورت سے خوبصورت بچہ، اچھے اچھے کھاتے پیتے گھرانے کے بچے مل جاتے ہیں۔ آخر سال دو سال بعد انہیں اپنے گھر واپس جانا ہوتا ہے اس لئے ان سے اتنا زیادہ پیارا اچھا نہیں ہوتا۔

دوسری بات یہ کہ تیرے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ بچے کو گاؤں کی صاف ستھری، نکھری آب و ہوا سے متعارف کراؤ۔ ہمارے بچے اللہ انہیں سلامت رکھے کوئی برے بھی نہیں۔ ان کے میل ملاپ، کھیل کود، بات چیت میں فصاحت و بلاغت اسے ان بچوں سے ملے گی۔ بچہ باہر گلی میں کھیلے کودے گا تو اس کی جسمانی قوتیں بھی پروان چڑھیں گی۔ اس لئے قرشی بچے پر اتنی پابندیاں عائد نہ کر بلکہ اسے ذرا کھلا ماحول بھی فراہم کر۔ ان کے مشورے اپنی جگہ لیکن میرے دل کو شیما کے دل کو حارث کے دل کو محمد ﷺ نے اپنی محبت کی مٹھیوں میں ایسا بھینچ رکھا تھا کہ ایک لمحہ آنکھوں سے او جھل نہ کر سکتے تھے۔

میرا دل ان کے در پر مثل تیر جاتا ہے

بہتیرا قید کرتا ہوں بمع زنجیر جاتا ہے

یوں تو دوسرے بچے سال چھ مہینے میں جتنے پروان چڑھتے ہیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک محمد ﷺ ان سے دو گنا پروان چڑھتے تھے۔ سرخ و سفید چہرہ کہ کوئی آنکھ بھر کر دیکھ نہ سکے۔ چوڑا اور فراخ سینہ، بازو مضبوط، گرفت سخت، گفتگو میں ٹھہراؤ، میٹھی میٹھی باتیں، خود اعتمادی، انہرتی پیشانی، لب نازک، پھول پگھڑی پھول، چہرے پر وقار اور تملنت اس مجموعی صورت حال سے بڑی بوڑھیوں ناصحات کی نصیحتوں سے متاثر ہو کر آہستہ آہستہ دل پر پتھر رکھ کر باہر بھیجے گئی لیکن دل اور نظر ہر وقت باہر ہی لگے رہتے۔ یوں لگتا ان کے انتظار

میں آنکھیں ہی باہر چوکھٹ پر رکھ آتی ہوں۔

صرف دو فقروں میں اپنا ترجمہ کرتی ہوں میں
مصطفیٰ میرے لیے اور میں برائے مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک دن بکریاں چرانے والے ہمارے خاندان کے لڑکے بالے جو میرے محمد ﷺ کو ساتھ لے جایا کرتے تھے گھبرائے ہوئے دوڑتے، ہانپتے، کانپتے آہنچے۔ زور سے دروازہ کھٹکھٹانے پر میرا دل تو دھک سے رہ گیا۔ اماں اماں محمد ﷺ قرشی بھائی کہیں گم ہو گئے اور تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملے۔

میری تو جان ہی نکل گئی۔ باہر نکلی روتی دھوتی آہیں بھرتی بچے بوڑھے، لڑکے بالے میرے ساتھ شامل ہو گئے۔ کبھی اس گلی میں کبھی اس گلی میں، راستے میں معبد آتا تھا۔ پروہت عبادت گاہ کا بڑا پادری بیٹھا ہے سب نے اس سے درخواست کی دعا کرو ہمارا بچہ مل جائے۔ وہ ہمیں بت خانہ میں لے گیا، گنتے ٹیک دیئے شائد ہماری آہ وزاری سے وہ متاثر ہو گیا تھا۔ وہ بڑی لجاجت کے ساتھ بڑے بت کے حضور التجائیں کرنے لگا۔

زیں زنی فرزند طفلی گمشدہ است
نام آں کو دک محمد مصطفیٰ است

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے میرے بتو اس عورت کا بچہ ہو گیا ہے اور اس بچے کا نام محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔

چوں محمد ﷺ گفت آں جملہ بتاں

سرنگوں گشتند ساجد آں زماں

اس کے منہ سے ابھی اسم محمد ﷺ نکلا ہی تھا کہ اسی وقت سارے بت سرنگوں ہو کر سجدہ

ریز ہو گئے۔ ان میں سے ایک بت بڑی فصاحت کے ساتھ بولنے لگا اس نے کہا حلیمہ!

غم مخور یا وہ نہ گردد اوز تو

بلکہ عالم یا وہ گردد اندر

غم نہ کروہ تم سے کبھی غم نہیں ہو سکتا بلکہ ایک وقت آنے والا ہے کہ ساری دنیا اس میں غم

ہو جائے گی۔

ہم سب حیرت زدہ باہر نکلے لیکن صبر نام کی کوئی چیز میری جھولی میں نہ تھی۔ انتہائی کرب

میں جہاں بکریاں چر رہی تھیں ادھر نکل گئی۔ ادھر دیکھ ادھر دیکھ۔ اس پہاڑ کی اوٹ میں کبھی

اس پہاڑ کی اوٹ میں کہ اچانک جیسے مجھے آواز آئی حلیمہ! ذرا آسمان کی طرف تو دیکھ!

میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتی ہوں ساری فضا گرد و غبار سے انی ہوئی

ہے۔ ایک بہت بڑا جوم ہے ایسے لگتا ہے کہ جوم راستے کی تلاش میں بھٹکتا پھرتا ہے اور

اسے راستہ نہیں ملتا۔

ایک بچہ ان سے مخاطب ہو کر کہہ رہا ہے ادھر میری طرف آؤ میں راستہ ہی تو دکھانے آیا

ہوں۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ میرے محمد قرشی رضی اللہ عنہم تھے۔ میں نے بے ساختہ پکار کر

کہا اے میرے بیٹے محمد رضی اللہ عنہم میرے پاس آؤ۔ اتنے میں ننھے حضور نے اچانک میری

انگلی تھامی ہوئی مجھے کہہ رہے ہیں امی حضور! میں تو یہاں ہوں۔

میں نے اٹھایا سینے سے لگایا۔ پیشانی چومی، گال۔ بلائے دونوں بانہوں میں بھینچ لیا اور

دھڑکتے دل کے ساتھ شکر خدا ادا کرتی ہوئی گھر آ گئی۔

جے رب دل دیاں اکھیاں دیوے چائن دیوے نوروں

محبوباں نوں ویکھی جاواں کیا نیڑے کیا دوروں

شائد مجھے ننھے حضور کا قدرت نے یہ رنگ دکھانا تھا۔ اس واقعہ سے ساری بستی

میں کہرام مچ گیا۔ بت خانے کے بتوں کا واقعہ تو جنگل میں آگ کی طرح پھیل گیا۔ مجھے

احساس ہوا کہیں کوئی حاسد میرے بچے کو اپنے حسد کے آگ کی پھنکار سے نہ جلا دے۔ ہر

وقت دعائیں مانگتی رہتی **وَ اَنْجِبْ اَعَادِيْهِ مَعًا وَالْحَسَدًا۔** یا اللہ اس کے دشمنوں اور

حاسدوں کو ذلیل و رسوا کر دے۔

جل جاتے ہیں جو آتش حسد جلا کر

انسان ہیں وہ لوگ یا لکڑی کا برادہ

تو ہم پرستی کی بات نہیں حقیقت ہے گھر میں خاندان میں یا بستی میں کسی کو درد ہوتا یا تکلیف۔ آپ کا ہاتھ اس کو لگاتے تو آرام آجاتا۔ پوری بستی کے ہر فرد کی نگاہیں فرط عقیدت و محبت سے جھک جاتیں تھیں لوگ کہتے جس طرف قرشی بچے کے گھر والوں کی بکریاں چرنے جاتی ہیں اپنی بکریاں بھی ادھر ہی لے جاؤ۔ اب ہماری پہچان بھی ننھے حضور ہی تھے۔ جہاں کہیں عورتوں میں، مردوں میں، چوپالوں میں، لڑکوں کی محفلوں میں کوئی بات اگر خاندان کے حوالے سے ہوتی تو لوگ کہتے بھئی وہی حارث بن کے گھر میں وہ بڑا خوبصورت سا انوکھا سا نرالا سا قرشی بچہ ہے اور ہمارے لئے یہ پہچان باعث فخر تھی۔

ہم سے گنہگاروں کو اپنا بنا لیا

ہم پر ان کی ذات کے کتنے کرم ہوئے

عزت ملی ہمیں ان کے نام سے

صدقے میں ان کی ذات کے ہم محترم ہوئے

ایک دن میں ندی سے پانی لینے چلی گئی۔ شام بھیک چکی تھی میں نے چھاگل ندی میں رکھی تو یوں لگا جیسے ستارے اچھل اچھل کر پانی میں ڈبکیاں لینے لگے ہیں۔ جیسے نورانی بچے ہزاروں کی تعداد میں آگئے ہوں اور ندی میں ڈبکیاں لگا لگا کر نہانے لگے ہوں۔ مجھے اس دن احساس ہوا پانی سا کن نہیں ہونا چاہئے ورنہ یہ نورانی بچے اپنا پر لطف کھیل ختم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے اور یہ نور کے پتلے پھر اس آنکھوں سے دیکھنے لگیں گے۔

میری چھاگل پانی کو ہلاتی رہی اور نورانی بچے ڈبکیاں لگاتے رہے، ہنستے رہے کھیلتے

رہے۔ گویا میں ان فلک زادوں کو لوریاں دیتی رہی اور وہ دوڑ دوڑ کر میری چھاگل میں داخل

ہو ہو کر اسے لبالب بھرتے رہے۔

جب میں گھر آ کر چھاگل کے پانی سے اپنے محمد ﷺ کو غسل دینے لگی تو وہ سارے ستارے ان پر نثار ہونے لگے گویا میں محمد ﷺ کو پانی سے نہیں ستاروں سے غسل دیتی رہی۔ اب میری سمجھ میں آ گیا کہ فلک زادے میری چھاگل میں سمٹ آنے کو اتنے بے قرار کیوں تھے۔ آسمان اپنی ساری وسعتوں کے باوجود میری چھاگل میں کیوں سمونا چاہتا تھا۔

عبداللہ ہاں ہاں میرا عبداللہ بن حارث اکثر بکریوں کے ساتھ چلا جاتا تھا۔ ایک دن قرشی بھائی کو ساتھ لے جانے پر پھر ضد کرنے لگا اور ننھے حضور بھی ساتھ جانے کو مچل گئے میں نے دل پہ ہاتھ رکھا ساتھ جانے کی اجازت دے دی۔

سارا دن بکریاں چراتے رہے نہ جانے کہاں سے چند اٹھائی گیرے وہاں آنکے اور بکریوں کو ہانک کر اپنے ساتھ لے جانے لگے۔ بکریوں کے ساتھ بچے ہی تو تھے دوسرے بچے تو بھاگ کر چور چور کہتے ہوئے بستی میں آ گئے اور بڑوں کو مدد کے لئے بلانے لگے۔

ننھے حضور نہ بھاگے نہ خوف زدہ ہوئے۔ مجھے انہوں نے بعد میں گھر آ کر ساری باتیں بتائیں۔ کہنے لگے اماں! میں ان سے باتیں کرنے لگا۔

آپ ہماری بکریاں کیوں چھین رہے ہیں؟

بس ویسے ہی۔

آپ ان کا دودھ دوہنا چاہتے ہیں تو میں دودھ دوہ کر آپ کو پلاتا ہوں۔

بچے ہم کسی کی مہمانی قبول نہیں کرتے۔

تو کیا آپ کے ہاں بھی کوئی مہمان کبھی نہیں آیا۔

مہمان تو ہمارے گھر بھی آتے ہیں۔

میں نے کہا یہ بکریاں تو ہمارے ساتھ ہی آتی ہیں اور ہمارے ساتھ ہی جاتی ہیں اگر آپ کو بکریوں کی بہت ضرورت ہے تو بتائیں کتنی بکریاں آپ کے گھر چھوڑ آؤں آپ کے مہمان بھی بنیں گے۔

انہی باتوں میں مصروف تھے کہ گاؤں کے لوگ لاشیاں کلہاڑیاں اور نیزے بھالے

لیے پہنچ گئے اور انہوں نے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ گھیرا تنگ کرتے کرتے ان کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے وہ ان کو مارنے لگے تو میں نے روک دیا اور لوگوں کی طرف سے ملنے والی سزا سے بچا لیا۔

سنا ہے ان چوروں میں سے ایک چور بڑھاپے کے عالم میں آپ کے اعلان نبوت کے بعد آپ پر ایمان لایا اور آپ کے بچپن کا واقعہ یاد کر کے سنانے لگا تو سرکارِ مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہاں! اس وقت میں نے تمہیں دنیا کی سزا سے بچایا تھا اب میں تمہیں جہنم کی سزا سے بچا رہا ہوں۔

ڈوبا تو نکالا ہے پھسلا تو سنبھالا ہے

میں بھول نہیں سکتا احسان محمد ﷺ کا

یوں تو ہم سب کچھ ایسے سرشار رہتے تھے کہ ہر وقت قریشی بیٹے کی باتوں میں، کاموں میں، غیر معمولی حالات و کیفیات میں اور ان کے سحر میں ڈوبے رہتے تھے۔ لیکن میری شہما پر تو واقعی ہر وقت ایک کیف طاری رہتا اور ہر وقت ایک دعا اس کے لبوں پر جی رہتی یا رَبِّ وَاَعْطُهُ عِزًّا يَدُوْمُ دَائِمًا۔ اے میرے رب! انہیں وہ عزت عطا فرما جو تابدقائم و دائم ہو۔ یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی اپنی سادگی میں دعا مانگے اے اللہ سورج کو چاند بنا دے۔ بھلا جو خود ساری دنیا کو عزت بانٹنے آئے ہوں ان کو عزت کی دعا کیا دینا لیکن بھکاری نے تو صرف مانگنا ہے وہ صرف مانگتا رہتا ہے۔

آپ ہی کے نام سے عزت کمائی رات دن

عزتوں کی آپ ہی کے ہاتھ میں دستار ہے

کون ہے جو اس طرح بنتا ہو سب کا آسرا

مجھ کو بھی بس آپ ہی کا آستاں درکار ہے

بیگانی چیز تو پھر بیگانی ہوتی ہے نہ جانے قدرت نے ہمارا مقدر کیسا بنایا ہے ہمارے جسم

کا خون جو کسی کی ماں بننے کی خوشی میں دودھ بن جاتا ہے دو سال مسلسل اسے پلایا جاتا ہے۔

جس کی پیشانی، ماتھا، گلاب ہونٹ، رخسار چوم چوم جیتی رہی اس کی وہ باتیں جو وہ ابھی کر ہی نہیں سکتا تھا سمجھتی رہی اور پوری کرتی رہی۔

ایک دن ایسا طلوع ہوتا ہے کہ ان ساری محبتوں، چاہتوں، الفتوں، قربانیوں کو چند ٹکوں پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ جگر کا خون دے دے کر پالے بچے کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کو، گھر بھر کی رونق کو، شیمہ کی لوریوں کے مرکز کو، میرے اندھے گھر کے چراغ کو، دودھ کی بہار کو، دل کے چین کو، قرار کو، ننھے حضور کو انتہائی پڑ مردگی کے ساتھ ٹوٹے دل کے ساتھ شہر مکہ چھوڑنے جا رہے تھے۔ بات کچھ بھی نہ تھی پھر بھی حارث مجھ سے الجھا ہوا اور میں اس سے بگڑی ہوئی۔ ایک اداسی تھی۔ اداسی، جو ہم سب پر طاری تھی اور ہم شہر مکہ کی طرف جا رہے تھے۔ آہستہ آہستہ بالکل ایسے جیسے پہلے دن ہم محمد ﷺ کو جھولی لینے جا رہے تھے۔ اس قافلہ میں صرف ایک محمد ﷺ تھے جو بہت خوش تھے۔ اماں حضور کے حضور حاضر ہونے کی خوشی میں۔ انتہائی شفیق دادا جان کے حضور حاضری دینے کی خوشی میں اٹھکھیلیاں کرتے ہوئے لیکن شائد انہیں جواب میں وہ جواب نہ ملتا تھا جو ایسے میں ہوتا تھا۔ کبھی کبھی وہ ننھی سی جان یہ محسوس کر کے دل مسوس کر رہ جاتی لیکن ہم پر تو مردنی چھائی ہوئی تھی ان کی جدائی کی۔ ہمارے قافلے کی اطلاع کے پہنچ چکی تھی۔ ننھے حضور میرے محمد ﷺ اللہ ان کو سلامت رکھے ان کے دادا جان حضرت عبدالمطلب اپنے لاڈلے ہونہار، انوکھے، نرالے پوتے کو لینے کے لئے شہر سے ایک منزل باہر تشریف لے چکے تھے۔ جو نبی ہمارے قافلے میں شریک سوار یوں کے قدموں سے اٹھنے والی دھول اور گرد و غبار فضا میں بکھرتا نظر آیا تو استقبال کرنے والوں کے جذبات بھی امنڈ آئے۔ ہمارا بڑا خوبصورت استقبال کیا گیا۔ اپنے اپنے بچے والدین نے لے لئے، اٹھائے منہ سر چوما پیا رکھا اور اٹھا کر لے گئے۔

آپ نے کبھی دیکھا ہوگا ماں باپ جب بیٹیوں کی شادی کرتے ہیں تو بیٹیوں کی رخصتی کا عالم عجیب ہوتا ہے۔ ماں باپ خوش بھی ہوتے ہیں رو بھی رہے ہوتے ہیں۔ فرض سے سرخرو ہونے پر خوش اور جگر کے ٹکڑے کے جدا ہونے پر غم زدہ۔ ہماری غمزدگی کا عالم تو اس سے

ہزاروں درجہ زیادہ تھا۔ کون جانے محمد ﷺ سا بیٹا جدا ہونے پر ہمارا حال کیا ہوا ہوگا۔
چند دن تو اسی طرح خوشی و مسرت کی بہاروں میں گزر گئے۔ ایک دن میں نے موقع
تلاش کر کے بہانہ بنا کر بات بنائی میں نے آمنہ بی سے عرض کیا بہن سچ پوچھو تو میرا جی نہیں
کرتا کہ ننھے حضور کو چھوڑ کر جاؤں۔ مکے کی آب و ہوا کچھ بہتر نہیں کہیں ایسا نہ ہو ننھے حضور
بیمار ہو جائیں اگر اجازت ہو تو ان کو ساتھ واپس لے جاؤں؟

بڑے لوگوں کے دل بھی بڑے ہوتے ہیں۔ شائد وہ میرے جذبات پڑھ گئیں تھیں
ورنہ ایسا بیٹا کون دوبارہ کسی کو دیتا ہے۔ ارشاد ہوا حلیمہ میں بھی سوچ رہی تھی کہ مکے کی فضا
درست نہیں تم ابھی کچھ عرصہ کے لئے محمد ﷺ کو ساتھ واپس لے جاؤ۔

میرے دل کی چوری پر پردہ ڈالنے کے لئے انہوں نے ایسا کہہ دیا ورنہ اتنے پیارے
اللہ کے گھر کی فضا کو کیا ہو گیا تھا۔ میں نے بھی موقع غنیمت جانا مجھے جیسے چین سا آ گیا۔
جیسے میرے زخم پر آپ نے مرہم رکھ دیا۔ فرط جذبات میں آپ کو اٹھائے سینے سے چمٹا لیا
اور خوب بھنچ لیا بہن آمنہ دیکھ رہی تھیں مسکرا کے رہ گئیں۔

واپسی کی تیاری شروع ہو گئی میری دوسری ہم قبیلہ عورتوں نے پھر نئے بچے اپنی گود
لے لئے۔

اے میرے ہمد مو کہو! سچ سچ کہو میری گود خالی تھی۔ میری گود ہی نہیں میرا دل، میری
آنکھیں، میرا جی، میرا گھر، میرا صحن، میرے خاوند حارث کا دل، میری شیمہ کی آنکھیں،
اداس باہیں جن سے آپ کو بہلایا کرتی تھی، میرے بیٹے کی زندگی کے تمام لمحات سب کچھ
ہی تو بھر گیا تھا۔ حارث کی اونٹنی، میری سبز گدھی شائد پھر بیمار ہو جاتے، لاغر ہو جاتے، کمزور
ہو جاتے، ان کا دودھ خشک ہو جاتا۔ ان کو تیزی سے بھاگنا دوڑنا سب سے آگے نکل جانا
سب بھول جاتا۔ ہم پھر سب سے پیچھے رہ جاتے۔ ہم مفلس اور قلاش ہو جاتے۔ ہمارے
پلے کچھ نہ رہتا۔ خدا کا شکر ہماری پھر سے قسمت جاگ اٹھی۔

ہمارے گھر کی رونقیں لوٹ آئیں۔ میرے گھر کے سارے کمرے پھر سے روشن

ہو گئے۔ میری بکریاں پھر سے شاد کام ہو گئیں۔ ان کے دودھ دان، تھن پھر سے بھر گئے۔ بکریوں کے لئے کھیت پھر سے لہلہانے لگے۔ مبارکبادیاں بھی مل رہی تھیں اور کچھ ناصح بن کر مجھے سمجھا بھی رہیں تھیں۔ حلیمہ ہوش میں آؤ کب تک اس بچے کو اپنے پاس رکھ سکوگی۔ کب تک اس کی بلائیں لیتی رہوگی۔ اس پرائے مال سے کب تک دل کو بہلاتی رہوگی لیکن مجھ پر کسی ناصح کی نصیحت کا کوئی اثر ہی نہ ہوتا تھا۔

میرے گھر کی زندگی پھر معمول پر آ گئی۔ رونقیں بحال ہو گئیں۔ چاند میرے گھر میں اترنے لگے، قبچقے اچھلنے لگے۔ دودھ سے گاگریں بھرنے لگیں۔ شیما اس کی بہن اس کا بھائی عبداللہ اور خود محمد ﷺ کی عقل و فراست بھری باتیں معمول پر آ گئیں اور ہم نہال ہو گئے۔ مسرتوں کے دن، بہاروں کے موسم کتنے بھی طویل ہوں ایک بل میں گزر جاتے ہیں۔ دو سال ایسے گزر گئے جیسے جھونکا ہوا کا۔ ادھر ادھر چلا گیا ہو۔ کل کی خبر کسے ہے میری سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ اس بچے کے لئے ہم کیوں دل دے بیٹھے ہیں اس کو ستارے کیوں جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ بکریاں اسے کیوں سجدے کرتی ہیں۔ چاند کیوں اس کے اشاروں پر ناچتا ہے۔ بغیر دیا جلانے ہمارا گھر کیوں روشن رہتا ہے۔ یہ بہاروں پر بہاریں کیوں نثار ہوتی ہیں۔

ایک دن ایسا ہوا۔ خوفناک اور افسوس ناک حادثہ۔ چراگاہ سے بچے بھاگم بھاگ آئے سانس پھولا ہوا، جلدی اور خوف میں ان کے منہ سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ اماں اماں ہمارے قریشی بھائی کو قریشی بھائی کو ہاں ہاں دو آدمی پکڑ کر لے گئے۔ ان کو لٹا لیا ان کے پیٹ..... میرا کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ میرے مالک میرے اللہ یہ کیا ہو گیا۔ ان کے پیٹ کو چاک کر دیا۔ مجھے کچھ سو جھتا نہ تھا بے ساختہ جنگل کی طرف بھاگ نکلی دو آدمی، قریشی بھائی، پکڑنا لٹانا، پیٹ چاک کرنا، یا الہی خیر۔ دشمنوں کے منہ میں خاک۔

مجھ پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ الہی یہ صدمہ کسی کو نصیب نہ ہو۔ میں بھاگی جا رہی تھی اور بچے بھی لیکن جب بکریوں کے ریوڑ کے پاس پہنچی تو میرے محمد ﷺ صحیح سلامت کھڑے

تھے۔ لیکن کچھ سہمے سہمے۔ جب قریب ہوئی میں نے بائیں پھیلا دیں اور وہ میرے ساتھ آ کر میرے سینے کے ساتھ چمٹ گئے۔

جیسے ٹھنڈ پڑ گئی۔ منہ سر چوما۔ پوچھا بیٹے کیا ہوا۔ کہنے لگے دو سفید پوش آئے تھے انہوں نے مجھے لٹایا میرا سینہ چاک کیا اندر سے دل نکالا نہ جانے کیا کیا پھر سینے میں دل رکھ کر سینہ ٹھیک کر دیا۔

میں گھبرا گئی کہیں ہوائی چیزوں کا اثر نہ ہو۔ بس فوراً دل میں فیصلہ کر لیا اب دیر نہیں کرنی چاہئے بیگانہ مال ہے واپس کر دینا چاہئے کہیں کوئی ایسا ویسا واقعہ نہ ہو جائے۔

پوری بستی میں دھوم مچ گئی کہ قریشی بچے کے ساتھ یہ واقعہ ہوا ہے۔ دو سفید پوش آئے انہوں نے لٹایا، سینہ چیرا دل نکالا دھویا کچھ نکال کر باہر پھینکا، پھر دل سینے میں رکھ دیا سینہ ٹھیک کر دیا اور سینے پر کوئی زخم کا نشان بھی نہیں۔ پھر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے عجیب بچہ ہے اس کا ہر رنگ ہی انوکھا نرالا ہے۔ بت خانے جاتا نہیں جاتا ہے تو بت قدموں پر گر جاتے ہیں۔ جھوٹ بولتا نہیں بولنے بھی نہیں دیتا۔ اس کے گھر والوں کا بھی رنگ بدل گیا ہے۔ غربت تھی شان بے نیازی نے اپنا رنگ جمادیا ہے۔ جس صحرا میں جاتا ہے خشک اور بنجر زمین سبزہ زار بن جاتی ہے۔ اس کے کھیل بھی انوکھے اس کی باتیں بھی نرالی۔ اب یہ واقعہ کوئی معمولی بات نہیں لگتا کوئی مستقبل کا روشن ستارا بن کر ابھرے گا۔

حارث اور شیماء میں اور عبد اللہ ہم سب گھبرا گئے تھے۔ دل ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ ہم سب بچھ کر رہ گئے اے خدا! یہ کیا ماجرا ہے۔ قافلہ پھر مکے کی طرف روانہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگا۔ فوراً سامان تیار کیا اور چل پڑے۔ ہمارے اس قافلہ کی مکے خبر نہ ہو سکی ورنہ یقیناً کوئی تو استقبال کو آتا۔ ہم مکے پہنچے تو گھر والے حیران ہو گئے اور پریشان بھی۔ سیدہ آمنہ نے مجھ سے بار بار پوچھا حلیمہ سچ سچ بتاؤ اتنے چاؤ کے ساتھ تم ساتھ لے کر گئی تھی خود بخود بغیر اطلاع واپس کیوں آ گئی ہو۔ پہلے تو ڈرتے ڈرتے بات ٹالتی رہی آخر ان کے اصرار پر سارا واقعہ سنا دیا۔

تو سیدہ آمنہ کو شائد خبر تھی۔ مجھے تو ان کے اعتماد پر حیرت ہوئی۔ اس پر کسی پریشانی کا اظہار نہیں کیا بلکہ مجھے تسلی دیتے ہوئے فرمانے لگیں حلیمہ! فکر نہ کر میرے لعل کو کچھ نہیں ہوگا ان پر کوئی چیز اثر نہیں کر سکتی حلیمہ۔

غم مخور یا وہ نہ گردد اوز تو

بلکہ عالم یا وہ گردد اندرو

غم زدہ نہ ہو یہ بچہ کبھی ضائع نہ ہوگا کبھی غم نہ ہوگا بلکہ ساری کائنات سارا جہان ساری دنیا اس کے اندر آ کر گم ہو جائے گی۔

میں نے امانت ان کے اہل کے سپرد کر دی تو جیسے قرار آ گیا سکون مل گیا جیسے کسی نے میرے دل پر مرہم رکھ دیا۔ میرے مالک تیرا شکر یہ اس امانت میں مجھ سے کوئی خیانت نہ ہوئی۔ شائد اب پچھرتے ہوئے بھی میرا وہی حال ہوتا جو پہلی دفعہ ہوا تھا لیکن اب کے ایسا نہ ہوا بلکہ امانت اہل کے سپرد کر دینے پر سکون مل گیا۔ ویسے مجھے ایک نشہ سا تھا کہ میں ایک عظیم شخص کی ماں ہوں۔ میں نے محمد ﷺ کو پالا ہے یہ نشہ بھی کچھ دیر بعد اتر گیا۔ ہر وقت ایک آواز آنے لگی اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے ایک آواز بس ایک ہی آواز۔

دنیا کہتی ہے کہ حلیمہ تو نے نبی ﷺ کو پالا ہے

ہم کہتے ہیں تجھ کو حلیمہ ہمارے نبی ﷺ نے پالا ہے

محمد ہمارے بڑی شان والے ﷺ

اگر کوئی ماں اپنے بچے کا نام جمیل رکھ لے یعنی خوبصورت تو رکھ لے کسی کو کیا اعتراض وہ ہر وقت اسے اسی پیارے نام سے پکار کر اپنی مامتا کو سکون پہنچا لے سبحان اللہ۔ اللہ کرے وہ ہو بھی خوبصورت، حسین و جمیل جبکہ ضروری نہیں کہ جس کا نام جمیل رکھا گیا ہے وہ جمیل بھی ہو لیکن اگر ہو بھی تو اس کا کون سا عضو حسین ہوگا، اس کی کون سی ادا حسین ہوگی، سر یا اس کے بال، آنکھ یا ابرو، کان یا بینی، لب نازک یا ٹھوڑی، رخسار یا بھنویں، ہاتھوں کی انگلیاں یا مضبوط کلائی، پاؤں یا قدموں کا ٹھہراؤ، راست قدمی یا ثابت قدمی، سوچ اور فکر، زاویہ نگاہ یا دور بینی و دور اندیشی، گفتگو میں ٹھہراؤ یا بات کی پختگی، غرض کوئی ایسا شخص جس کا نام جمیل ہو، حسین ہو، شکیل ہو اور وہ بہر انداز اسم با مسمیٰ ہو، قادر مطلق نے، اس دنیا کو حسین سے حسین تر بنایا، کانٹے کم، پھول زیادہ، ہو سکتا ہے اس کی تخلیق میں ہر حسین سے بڑھ کر کوئی حسین ہو وہ صرف اپنی ماں کی آنکھ کا تار نہ ہو بلکہ ایک مخلوق خدا اس کے حضور نقد دل کا نذرانہ پیش کرتی ہو، آنکھیں فرش راہ کرتی ہو، گھنٹوں اس کے انتظار میں رہتی ہو۔

لیکن میرے ممدوح جیسا کوئی کیا ممدوح ہوگا کہ جس کا نام مبارک اسم ہمایوں محمد ﷺ رکھا گیا۔

زہے تاثیر ان کا نام نامی جب لیا جائے

زباں کو لازماً صل علیٰ کہنا ہی پڑتا ہے

آپ کا اسم گرامی محمد ﷺ گویا ایسی ذات گرامی الذی یُحَمَّدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ

یعنی جس کی تعریف کے بعد پھر تعریف کی جائے تعریف کے بعد پھر تعریف کی جائے تعریف کے بعد پھر تعریف کی جائے اور نہ تعریف مکمل ہونہ جی بھرے نہ دل بھرے۔

آپ کی خاطر تارے خود ہی جھک آتے ہیں
ورنہ ہم کب تارے توڑ کے لا سکتے ہیں

میرے ممدوح۔ سبحان اللہ۔ ان کا نام ہی زبان پر آئے تو ہر ناطق کا نطق ہر بار، بار بار زبان کے، لبوں کے، بو سے لے، لب لذت سے بار بار باہم چپک جاتے ہیں دنیا میں جس جس نے بھی اس نام کی نسبت سے اپنے بیٹے کا نام رکھا، محترم ہوا، مکرم ہوا، محتشم ہوا، کل روز محشر جب خالق کائنات کے حضور اس حسین نام والے ﷺ اپنا سر سجدے میں رکھ دیں گے اور سجدے کو خوب طول دیں گے طویل انتظار کے بعد وہ بے نیاز رب خود ہی فرمائے گا۔ اِرْفَعْ رَا سَكَ يَا مُحَمَّد۔ سل توتی، اشفع تشفع، اے محبوب! اپنے سر کو اٹھاؤ، مانگو کیا مانگتے ہو دیا جائے گا جس کی سفارش کرنی ہے کرو قبول کی جائے گی۔

جب قادر مطلق اِرْفَعْ رَا سَكَ يَا مُحَمَّد کہہ کر پکارے گا تو دنیا میں جس جس کا نام بھی محمد رہا ہو گا وہ سب اٹھ کھڑے ہونگے کہ شاید مجھے نام لے کر پکارا ہے اللہ رب العزت اس ادائے سادگی پر خوش ہو کر فرمائے گا پکارا تو میں نے اپنے محبوب کو تھا چلو اس نام کے تصدق سے تم سب کو عزتوں سے نوازتے ہیں۔

بار بار تعریف تو اس کی جاتی ہے جو واقعہ قابل تعریف ہو اگر کوئی اس کی تعریف پر تعریف کئے جائے جس میں ہزار عیب ہوں تو دنیا یا تو بیزار ہو جائے گی یا چا پلوسی کا طعنہ دے گی، خوشامدی کہے گی۔

بار بار اس کی تعریف کی جاتی ہے جس کی تعریف سن کر غیر بھی کہے واقعی یہ موصوف اس تعریف کا سزاوار ہے، تعریف کے قابل ہے، تعریف کا مستحق ہے، ہاں میرا ممدوح واقعہ ایسا کہ وہ سرتاپا یعنی اس کا سارا سراپا قابل تعریف۔

ہاں! ان کا نام بھی محمد ﷺ۔ ان کی ذات بھی محمد ﷺ۔ ان کی صفات بھی محمد ﷺ۔ ان کی سیرت بھی محمد ﷺ۔ ان کی صورت بھی محمد ﷺ۔ ان کی آنکھ بھی محمد ﷺ۔ ان کی بینی بھی محمد ﷺ۔ ان کے بال بھی محمد ﷺ۔ ان کی پیشانی بھی محمد ﷺ۔

ﷺ۔ آپ کے لب محمد ﷺ۔ دندان مبارک محمد ﷺ۔ انگلی محمد ﷺ۔ انگلی کا ہر اشارہ محمد ﷺ انگلی کی ہر ادا محمد ﷺ۔ زبان محمد ﷺ۔ زبان سے نکلا ہر لفظ محمد ﷺ۔ سینہ بے کینہ محمد ﷺ۔ سینے کے اندر چھپا ہوا ہر راز محمد ﷺ۔ لب محمد ﷺ۔ منہ محمد ﷺ۔ منہ کے اندر کا لعاب اور تھوک محمد ﷺ۔ ان کا جاگنا محمد ﷺ۔ سونا محمد ﷺ۔ چلنا محمد ﷺ۔ ٹھہرنا محمد ﷺ۔ تبسم محمد ﷺ۔ رونا محمد ﷺ۔ غرض ہر عضو محمد ﷺ اور ہر عضو کی ہر ادا محمد ﷺ۔

نام

آپ کا نام بھی محمد ﷺ۔ بے نقطہ ہر حرف نقطے سے پاک ایسا پاک کہ کوئی نام پر بھی نکتہ چینی نہ کرے نام ایسا کہ شخصیت کی بھرپور عکاسی کرے ایسا محترم کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مطلق بھی بغیر القابات کے نہ لے اور نہ ہی کسی کو نام لے کر بلانے دے تمام بنی نوع انسان کے باپ کو، میری ساری نسلیں ان پر قربان۔ **يَا دَادُ اسْكُنْ** کہ کر پکارے حضرت نوح علیہ السلام آدم ثانی عظیموں کے تاجور لیکن ان کو بھی **يُنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا** یعنی اے نوح ہمارے سلام کے ساتھ کشتی سے اتر، کہہ کر بلائے۔ حضرت زکریا علیہ السلام ہو اس عظیم انسان پر ان کو بھی **يٰذُ كَرِيْمًا اِنَّا نَبِيُّكَ بِعَلِيْمٍ** اے زکریا ہم آپ کو ایک بیٹے کی خوشخبری سناتے ہیں، کہہ کر بلائے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام جن کے نام جیسا ان سے پہلے کسی کا نام نہ ہو ان کو **يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ**۔ اے یحییٰ کتاب کو مضبوطی سے تھام لو، کہہ کر بلائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انتہائی لاڈلے بلا واسطہ ہمکلامی کا شرف پانے والے نبی کو بھی **يٰمُوْسٰى اِنِّىْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ**۔ کہ اے موسیٰ میں تمہیں تمام انسانوں میں چننے والا ہوں، کہہ کر بلائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر امتحان ہر آزمائش میں پورے اترنے والے، نمرودی آگ کی قربان گاہ پر بے خطر کود پڑنے والے، اپنے لخت جگر بڑھاپے اور بوڑھی و کمزور بڈیوں میں ان کے مشن تبلیغ توحید میں برابر کے شریک بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر خود اپنے ہاتھ سے چھری پھیر دینے والے کو بھی بلایا تو فرمایا۔ **يٰاِبْرٰهِيْمُ قَدْ**

صَدَقَتْ الرُّعْيَا۔ اے ابراہیم! تو نے خواب سچا کر دکھایا۔

لیکن میرے ممدوح ﷺ کو پورے قرآن پاک میں کہیں بھی ایک بار بھی نام لے کر نہیں بلایا حسین لوگوں کے حسین القابات آپ کو بھی حسین القابات کے ساتھ یاد فرمایا۔ یا ایہا الرسول۔ اے عظیم الشان رسول یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ۔ اے عظمتوں کے تاجور نبی یَا أَيُّهَا الْمُرْسَلُ۔ اے کالی کالی اوڑھ کر محو خواب محبوب یَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ اے سفید تقدس مآب چادر اوڑھ کر محو آرام مطلوب طہ، یسین وغیرہ وغیرہ اور کسی کو نام لے کر پکارنے بھی نہ دے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ
بِالنُّقُولِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ①

”اے ایمان والو! میرے اس عظمتوں اور رفعتوں والے نبی کے حضور بیٹھو تو ان کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کر بیٹھنا اور باتوں باتوں میں آپ کو کہیں عامیانه سے انداز میں بلانا شروع نہ کر دینا جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری اس دانستہ یا نادانی میں کی ہوئی غلطی کی سزا میں تمہاری ساری زندگی کی نیکیاں ساری زندگی کی کمائی مکمل طور پر حرف غلط کی طرح مٹادی جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔“

بے ادبی تو صرف ایک بار ہے جبکہ دیگر گناہوں کا یہ عالم ہے کہ ایک گناہ کا نتیجہ ایک گناہ ہی ہوتا ہے اور ایک نیک عمل کا نتیجہ دس گنا سے سات سو گنا تک ہوتا ہے مگر یہاں بارگاہ رسالت مآب ﷺ کی ایک بے ادبی ایک گناہ نہیں مکمل طور پر ایمان اور عمل کو تباہ کر دینے والا ہے زندگی بھر کے بے حد و عدا اعمال نیک میں سے کچھ بھی نہیں بچتا، وجہ کیا ہے؟ وجہ صرف یہ ہے کہ اس شخص نے ایک بار بے ادبی کر کے اس جان ایمان و عمل ﷺ کی ذات کے ساتھ اپنی محبت، عقیدت، عشق اور پیار کی نفی کر دی اور جس ستون پر ایمان و عمل کی عمارت کھڑی تھی وہ ستون ہی گرادیا اور یوں آپ سے دور ہو گیا جب وہ ستون ہی گر گیا جس پر ساری عمارت کھڑی تھی وہ ہی گر گئی وہ نسبت ہی ٹوٹ گئی توہ تعلق ہی ختم ہو گیا تو آپ ﷺ کی ذات گرامی سے حاصل کردہ عمل صالح کے رشتے کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے ہم

اس نتیجہ پر پہنچے کہ اگر معاذ اللہ! ایک بار بارگاہ رسالت میں بے ادبی ہو جائے تو اعمال و عبادات میں سے دس بیس یا پچاس فیصد حصہ تباہ نہیں ہوتا بلکہ زندگی بھر کے تمام اعمال تمام ادا کئے ہوئے فرائض تمام سنتیں اور نوافل سو فیصد تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

میں نے یہ اپنے بڑوں سے سنا ہے
کہ صرف ایک اللہ ہی ان سے بڑا ہے

پتہ نہیں نام رکھنے یا رکھانے والے نے اس نام میں کیا تاثیر رکھ دی ہے۔ کہتے ہیں شہد سے بیٹھا محمد ﷺ نام حضرت عبدالمطلب آپ کے پیارے دادا جان سے کسی نے پوچھا عرب کی دنیا میں ایسے نام رکھنے کا رواج نہیں آپ نے یہ نام کیوں رکھا؟ آپ جواب دیتے ہوئے اصل بات تو گول کر گئے کہ مجھے ہاتھ غیبی نے یہ نام رکھنے پر آمادہ کیا ہے البتہ اپنی چاہت کا اظہار ضرور کر دیا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اس بچے کی رہتی دنیا تک تعریف ہوتی رہے لہذا اب تک ہو رہی ہے اور نہ صرف رہتی دنیا تک ہوتی رہے گی بلکہ دوسری دنیا میں بھی تو ڈنکا اسی نام والے کا بجے گا۔

اس نام کا ہر حرف معنویت رکھتا ہے ”میم“ ہر دکھ کا مداوا کرتی ہے ”ح“ ہر بچا رے کا چارہ کرتی ہے، دوسری ”میم“ ہر یتیم کا بچا و ماویٰ بنتی ہے۔ اور ”دال“ دوزخ سے بچا کر فردوس کا پیغام دیتی ہے یا یوں کہ لیں ”میم“ توحید کی مئے پلاتی ہے، ”ح“ کا کام حق سے ملانا ہے۔ دوسری ”میم“ مراد دلاتی ہے اور ”دال“ درد و آلام کو دور کرتی ہے۔ اہل محبت نے یوں بھی ترجمانی کی ہے کہ ”میم“ سے وہ رب العالمین کے محبوب ہوتے ہیں ”ح“ سے عجم و عرب کے حاکم بنتے ہیں، دوسری ”میم“ سے ساری کائنات کے مالک بنتے ہیں اور ”دال“ سے دونوں جہان کے داتا بن کر یہ ثابت کرتے ہیں کہ ان کا جو دو کرم بہت عام ہے ہم اس کی ترجمانی یوں بھی کر سکتے ہیں کہ ”میم“ محبت کی مئے پلاتی ہے ”ح“ حق کا جام پلاتی ہے دوسری ”میم“ بھرپور مست کرتی ہے اور ”دال“ سے ہر بندہ مومن کے دل میں حسین و دلفریب یاد بن کر سما جاتی ہے۔

محمد ﷺ نام سبحان اللہ کیا خوبصورت نام انتہائی محبوب نام اور جس ذات کا نام ہے وہ نام سے محبوب تر، اسم اور مستحی دونوں کی یکجائی، ذہنوں میں، فکروں میں، خیالوں میں اور جان میں رس گھول دے خوابوں کو سہانا کر دے روں روں میں چاشنی بھر دے زبان کی کڑواہٹ ختم، رویے کی تلخی کا نور، بیماریاں دور، تنہائیاں عنقاء، سکون، چین، راحت کی رو، بھینی بھینی یادوں کی خوشبو۔ سبحان اللہ۔

آپ کا نام جب ورد زباں ہوتا ہے

بھول جاتا ہوں درد کہاں ہوتا ہے

ایک شخص کا نام محمد ﷺ نہیں پورے جسم کا نام محمد ﷺ ایک ایک بال، ایک ایک جوڑ، ایک ایک عضو کا نام محمد ﷺ ہر ادا کا نام محمد ﷺ کیونکہ ہر بال انوکھا ہر جوڑ کی کیفیت زالی، ہر عضو کی تاثیر مختلف، ہر ادا پہ مرٹنے کو جی کرے۔

آنکھ محمد ﷺ

جس شخص کا نام جمیل ہے وہ اگر واقعہً جمیل بھی ہو اس کی ہر ادا جمیل ہو اس کی آنکھ جمیل ہو، مدھ بھری آنکھ، شرتی آنکھ، ہرن کی آنکھ، ایسی حسین آنکھ کہ جس کے ایک ایک اشارہ ابرو پہ ہزاروں کے دل جاتے ہوں انتہائی حسین آنکھ کہ کوئی دیکھے تو قربان ہو جائے۔

لیکن وہ اتنی حسین آنکھ ہوتے ہوئے بھی ایک نقص ایک عیب کی حامل ضرور ہوگی کہ وہ صرف سامنے دیکھ سکے گی اپنے پیچھے نہیں دیکھ سکے گی ہر آنکھ میں یہ عیب ہے اس لئے کسی عیب دار آنکھ کو جمیل نہیں کہہ سکتے البتہ میرے مدوح کی آنکھ بھی چونکہ محمد ﷺ ہے بے عیب ہے بے نقص ہے اس لئے قدرت نے اس آنکھ میں یہ عیب نہیں رہنے دیا بلکہ جس طرح اپنے سامنے دیکھتے تھے ایسے ہی اپنے پیچھے بھی دیکھتے تھے۔

صدائقوں کے امین ﷺ کے ریزہ خواروں میں ایک سچے انسان حضرت انس کی زبانی یہ بات مجھ تک پہنچی رضی اللہ عنہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ آپ سرکار نے خود فرمایا، ائہا الناس۔ اے لوگو! انی امامکم۔ میں تمہارا امام ہوتا ہوں۔ وَلَا بِالْقِيَامِ وَلَا بِالْأَلَا

نُصْرَافٍ اُورْنَه قِيَامٍ مِیْنِ اُورْنَه نَمَازِ خْتَمِ كَرْنَه مِیْنِ مِجْه سَه آگَه بڑھَا كَرُو۔ فَاِنِّیْ اَرْتَكُمُ اَمَّا مِیْ وَ مِّنْ خَلْفِیْ۔ مِیْنِ تَمْبِهَیْنِ جَبْ تَم مِیْرَه سَا مْنَه بُوْتَه هُو اَس وَ قْتِ بَهِیْ دِكْیَ رَهَا بُوْتَا هُوں، اُورْ جَبْ تَم مِیْرَه پِیْچْھَه بُوْتَه هُو اَس وَ قْتِ بَهِیْ دِكْیَ رَهَا بُوْتَا هُوں لَعْنَه مِیْرَهیْ اَنكْھُوں سَه كُوئیْ چِیْزِ چْھِیْ هُوئیْ هَے اُورْنَه مِیْرَه پِیْچْھَه كُوئیْ چِیْزِ چْھِیْ هُوْتِیْ هَے۔

آپ کے حضور خوشہ چینی کرنے والے ایک اور بزرگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ سرکار حبیب کردگار۔ سیدالابرار ﷺ نے ارشاد فرمایا اھلُ تَرُوْنِ قِبْلَتِیْ هٰهٰنَا۔ کیا تم میرا چہرہ قبلہ کی طرف دیکھتے ہو فَوَاللّٰہِ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی قسم مَا یَخْفِیْ عَلَیْ خَشُوْعُكُمْ وَاَرَکُوْعُكُمْ مِجْھ سَه تَمْبَارِیْ دَلِیْ کِیْفِیَاتِ خَشُوْعٍ وَ خَسُوْعٍ چھپا ہوتا ہے اور نہ رکوع۔ اِنِّیْ لَارْتَكُمُ مِّنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ۔ میں بخدا تمہیں اپنے پیچھے بُوْتَه بُوْنَه بَهِیْ دِكْیَ رَهَا بُوْتَا هُوں۔

آنکھ کتنی بھی حسین ہو اس میں ایک اور نقص بھی رہ جاتا ہے کہ وہ صرف دیوار تک دیکھ سکتی ہے دیوار کے آگے نہیں دیکھ سکتی شاید یہی وجہ تھی کہ ایک صاحب گھر میں بیٹھے تھے اپنی بیوی سے کہنے لگے بھلئے یہ تو بتاؤ! اس دیوار کے پیچھے کیا ہو رہا ہے اس نے کہا سرتاج! مجھے کیا خبر کہ دیوار کے پیچھے کیا ہو رہا ہے، بیٹے سے پوچھا! اس نے بھی یہی جواب دیا، بیٹی سے پوچھنے پر بھی یہی جواب ملا، اب تو عادت بن گئی، تجسس بڑھ گیا اس سے پوچھ، اس سے پوچھ، شاید کسی کو خبر ہو کہ دیوار کے پیچھے کیا ہو رہا ہے جب ہر طرف سے لاعلمی کا اظہار ہوا تو کہنے لگا معلوم ہو ادیوار پیچھے کا کسی کو بھی کوئی علم نہیں۔

میں نے کہا جناب! یہ تو ایسا ہی ہوا کہ ایک روز میں اپنی عینک اپنے گھر چھوڑ آیا دیوار پر ایک اشتہار لگا دیکھا پاس سے گزرنے والے سے میں نے پوچھا، بھئی! اس اشتہار پر کیا لکھا ہے تو اس نے ایک نظر اشتہار پر ڈالی اور ایک نظر اس نے مجھ پر ڈالی اور کہنے لگا مولوی صاحب! مجھے بھی آپ کی طرح کچھ نہیں آتا اس کی سادگی یا حماقت پر مجھے ہنسی آگئی۔

اسی طرح ان صاحب نے بھی اپنے ارد گرد کے ماحول کے لوگوں کی لاعلمی کا یہ نتیجہ

نکالا کہ دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں جسے دیوار پیچھے کا علم ہو حالانکہ ہزاروں ایسے ہیں جنہیں دیوار پیچھے نہیں بلکہ پہاڑ پیچھے کا بھی علم ہے سینکڑوں ہزاروں میل دور مسافت بھی ان کیلئے حجاب نہیں بنتی آج تو ریڈار کی آنکھ بہت دور تک دیکھ کر بتا دیتی ہے مجاہد و ہوشیار ہو جاؤ اور مجاہد اس آنکھ پر اعتبار کر کے اپنے دفاع کیلئے مستعد ہو جاتے ہیں ریڈار کو یہ آنکھ کس نے دی ہے کیا اس ریڈار کے بنانے والا خود اندھا ہوگا، نہیں بھائی ایسا نہیں اور ہرگز ایسا نہیں۔

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا

كَخَزْذَلَةٍ عَلَى حُكْمِ اتِّصَالِ

یعنی میں نے اللہ تعالیٰ کے تمام ملک اور تمام شہر اس طرح دیکھ لئے ہیں جیسے میرے ہاتھ پہ رکھا ہو ارائی کا دانہ، رائی کا ایک چھوٹا سا حقیر سا دانہ کیا حیثیت رکھتا ہے اسی طرح ان کی آنکھوں کے سامنے اس ساری کائنات کی حیثیت بھی اتنی سی ہے۔

عباد اربعہ یعنی وہ چار عبد اللہ نامی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنہوں نے کثیر احادیث مبارکہ روایت کی ہیں اور ان کی ثقاہت مسلم ہے ان میں سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خود ایک گواہ کی حیثیت سے واقعہ کی گواہی دیتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بحیثیت امیر المؤمنین جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں اچانک ان کی نظر نو سو میل کے فاصلے پر ایک مجاہد سپہ سالار پر جا پڑی جس کے پیچھے سے دشمن حملہ آور ہونے والا تھا آپ نے دوران خطبہ بلند آواز سے پکارا "یا ساریۃ الی الجبل" اے ساریہ پہاڑ کی طرف دیکھ!

آپ فرماتے ہیں میں خود اس خطبہ میں موجود تھا ایک ماہ بعد وہاں سے قاصد فتح و نصرت کی خوشخبری لے کر آیا تو اس نے بتایا کہ عین میدان جنگ میں ایک آواز نے ہمیں چونکا دیا کہ ساریہ پہاڑ کی طرف توجہ کرو اگر یہ آواز نہ آتی اور ہمیں آگاہ نہ کرتی تو یہ فتح یقیناً شکست میں تبدیل ہو جاتی ایسے لگتا تھا وہ آواز امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے۔

میں سوچتا ہوں سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ آنکھ کس نے بخشی، دل نے گواہی دی کہ ریڈار کو آنکھ دینے والے سے عبدالقادر جیلانی اور فاروق اعظم کو آنکھ دینے والا زیادہ صاحب علم و بصیرت تھا ریڈار کی آنکھ پر اعتماد کرنے والا عبدالقادر جیلانی اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آنکھ پر بھی اعتبار کر لے۔

یہ بصارت اور یہ بصیرت کی عطاء بخشنے والے کی آنکھ کو قدرت نے جو قدرت بخشی ہے اس کی خبر مخبر صادق ﷺ نے ارشاد فرمائی ان اللہ روی لی الارض قرابت مشارقها و مضاربها۔ (الصحيح ترمزى) یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا میں نے اس کے شرق اور غرب کو دیکھ لیا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بھی اسی بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ہمارے محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ انی اری مالا ترون۔ کہ میں وہ کچھ دیکھ لیتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے۔

اعتراض کا کیا ہے سمت قبلہ درست نہ ہو تو دیکھنے والوں کو حضرت یوسف علیہ السلام جیسی شخصیت بھی اچھی نہ لگی کوئی اس کے فراق میں چالیس سال تک روتا رہتا ہے کوئی اس کے حسن پر اپنی بادشاہی کے خزانے خالی کر دیتا ہے کوئی اس کے حسن کی تاب نہ لا کر اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ لیتے ہیں اور ایک وہ ہیں جو اسے پسند ہی نہیں کرتے مگر فریب سے اغوا کرتے ہیں منہ پر طمانچے مارتے ہیں کپڑے اتار لیتے ہیں اندھے کنویں میں پھینکتے ہیں چند کھوٹے سکوں بیچتے ہیں۔

نظر کا قبلہ درست کر پھر تمہیں خبر ہو جائے گی کہ جس کا نام محمد ﷺ ہے واقعہ اس کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے جس میں قدرت نے یہ عیب نہیں رہنے دیا وہ قریب اور بعید ہر جگہ دیکھ سکتی ہے جس آنکھ میں یہ نقص اور یہ عیب موجود ہو ہم اس کو جمیل نہیں کہہ سکتے محمد ﷺ کیسے کہہ سکتے ہیں۔

آنکھ میں ایک یہ عیب بھی ہوتا ہے کہ وہ صرف ظاہر کو دیکھ سکتی ہے باطن کو نہیں دیکھ سکتی

لیکن جس شخصیت کا نام محمد ﷺ ہے اس کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ میں یہ عیب بھی نہیں رہنے دیا گذشتہ سطور میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت گذر چکی ہے کہ سرکار نے فرمایا۔ فواللہ ما یخفی علی خشو حکم ولار کو حکم یعنی اللہ تعالیٰ کی قسم! تمہارا خشوع اور تمہارے رکوع مجھ سے کچھ نہیں چھپا ہوا۔

اگر کسی آنکھ میں یہ نقص اور عیب موجود ہے کہ وہ صرف ظاہر کو دیکھ سکتی ہے اور باطن کو نہیں دیکھ سکتی تو آپ سے جمیل، شکیل اور حسین کہنا چاہتے ہیں تو کہہ لیں میں تو نہیں کہہ سکتا۔

آنکھ میں ایک عیب یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ صرف روشنی میں دیکھ سکتی ہے اندھیرے میں نہیں دیکھ سکتی لیکن میرے مدوح کریم ﷺ کی چونکہ تمام جسم کی طرح آنکھ بھی محمد ﷺ ہے اور محمد ﷺ ہوتا ہی وہ ہے جو قابل تعریف ہو اور اس میں کوئی عیب نہ ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی آنکھ میں یہ عیب بھی نہیں رہنے دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یری باللیل فی الظلمۃ کما یری بالنہار من الضوء۔ یعنی رسول اللہ ﷺ جس طرح دن کے اجالے میں دیکھتے تھے اسی طرح آپ رات کی تاریکی میں بھی دیکھتے تھے۔

آنکھ میں ایک عیب و نقص یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ آج کے معاملات کو دیکھ سکتی ہے زیادہ سے زیادہ دور بینی یا دور اندیشی سے کام لے تو وہ چند سال بعد تک کے حالات پر نظر رکھ سکتی ہے قیامت تک دیکھنا تو اس کے نصیبے میں نہیں۔

لیکن جس شخصیت مطہرہ و مقدسہ کا ذکر جمیل ہو رہا ہے اس کی آنکھ میں مالک نے یہ بھی عیب نہیں رہنے دیا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیہا و الی ماہو کائن فیہا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ہذہ۔ ”یعنی یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اٹھا کر میرے سامنے کر دی ہے پس اب دنیا میں جو کچھ واقع ہو رہا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اسے میں یوں دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا

ہوں۔“ ﷺ الف الف بعد الف۔

آئیے ایک اور شہادت دیکھتے ہیں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور سیدی و مولائی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان موعدا کم الحوض و انی لا نظر الیہ من مقامی هذا۔ کہ یقیناً میری اور تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی اور میں اس کو اس جگہ کھڑا دیکھ رہا ہوں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی روایت بھی مشام جان ایمان معطر کر رہی ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہماری سرکار ابد قرار ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ما من شیء کنت لم اراه الا قد رایته فی مقامی هذا حتی الجنة والنار۔ بخاری، مسلم۔ یعنی ایسی کوئی شے موجود نہیں جو میں نے اسی مقام پر کھڑے کھڑے نہ دیکھ لی ہو یہاں تک کہ جنت بھی اور دوزخ بھی۔

یہ ہمارا ایمان اور عقیدہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے آج تک جتنی مخلوق بھی اس دنیا میں تشریف لائی یا قیامت تک آتے رہیں گے ان سب میں بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے جو شخص جتنا بڑا ہوگا اس کو خالق نے اس کی حیثیت کے مطابق صلاحیتیں بھی اتنی ہی زیادہ عطا فرمائی ہوتی ہیں اگر مادی بڑائی ہے تو مادی صلاحیت اگر روحانی شخصیت ہے تو روحانی صلاحیت جسمانی صلاحیت کے استعمال میں حضرت انسان سے خطائیں ہوئیں اور بھرپور خطائیں ہوئیں جبکہ روحانی شخصیات میں بہت کم ایسی شخصیتیں ہیں جو جادہ حق سے بھٹک گئیں جبکہ کثیر تعداد میں ایسی ہیں جن کو محفوظ کر لیا گیا اور کچھ اتنی عظیم تھیں کہ ان کو معصوم عن الخطاء کر دیا گیا۔

اس وضاحت کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ مادی شخصیات سے روحانی شخصیات یقیناً ارفع و اعلیٰ ہیں ان محفوظ شخصیات میں بھی معصوم شخصیات اور بھی ارفع تر اور اعلیٰ تر ہیں یہ سب شخصیات پوری انسانی صلاحیتوں کا اعلیٰ نچوڑ ہیں ان کا ملخص تھیں ان کا خمیر تھیں بلکہ سارے ان کے مرتبے اور شان سے کم تر ہیں۔

میرے خیال نے جتنے بھی لفظ سوچے تھے

تیرے مقام اور مرتبے سے چھوٹے تھے

ان کی سوچ ان کی فکر کی انتہا، ان کی قوت و طاقت، ان کی جسمانی اور روحانی صلاحیتیں بہر انداز بہت اعلیٰ بلکہ بہت ہی اعلیٰ تھیں ان کی سماعت کہ تین میل کے فاصلے سے ایک چیونٹی کی آواز سن لیتے تھے ان کے ہاتھوں کی طاقت کہ لوہا موم کی طرح ہو جائے ان کے قدم کہ آتش نمرود کے شعلوں اور انگاروں کی صلاحیت ہی بدل جائے اور وہ پھول اور مہک بن کو قدم چوم لیں ان کی لاشی ہزاروں سانپ ہضم کر جائے پانی پر پڑے تو پانی خشک ہونے پر مجبور ہو جائے اور اگر پتھر پر پڑے تو پانی کے دریا بہا دے ان کی پھونک مردوں کو زندہ کر دے مٹی کو پرندہ بنا کر اڑا دے ان کے ہاتھ سے ازلی اور لا علاج مریض صحت یاب ہو جائیں ان کی ذہنی رسائی اتنی کھایا پیاسب بتا دیں کہ کیا کھایا ہے اور گھر میں کیا چھوڑ کے آئے ہیں۔

اتنی صلاحیتوں کے مالک لوگوں کی بصیرت و بصارت کا عالم کیا ہوگا۔ ان کی محفل میں بیٹھنے والا اگر نو سو میل دور سے عظیم الشان تخت پلک جھپکنے سے پہلے صرف ایک اشارے سے منگوانے پر قادر ہو تو انکی اپنی صلاحیتوں کو مانپنے کا پیمانہ کیا ہوگا عقل و فکر تمام رسائیوں پر ٹوٹنے لگتے ہیں۔

اتنی اعلیٰ صلاحیتوں کے مالکوں کی چشم بصارت و بصیرت بھی تو اتنی ہی بلند ہوگی لیکن اگر اس کے باوصف ان جملہ شخصیات میں ایک بھی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جس نے دعویٰ کیا ہو، کہ لوگو! دیکھو میری آنکھ نے دنیا کی سب سے غیب الغیب ذات، ذات باری تعالیٰ کا جلوہ دیکھ لیا ہے۔ حقیقتوں اور صداقتوں کی ازلی وابدی لازوال کتاب قرآن پاک نے ایک مقدس شخصیت کا تذکرہ کیا ہے کہ انہوں نے اپنی چاہت کی انتہا کا اظہار کر دیا تو جواب ملا اے ہمارے کلیم! لَنْ تَرٰنٰی۔ آپ میں یہ دیکھنے کی صلاحیت نہیں بلکہ ارشاد ہوا آپ ایک پہاڑ کی طرف دیکھیں ہم اپنے انوار و تجلیات کی ایک جھلک آپ کی حسرت و تمنا پوری کرنے

کی خاطر ڈالیں۔ فَإِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي۔ اگر وہ پہاڑ اپنی جگہ برقرار رہا تو آپ بھی زیارت فرمائیں گے لیکن آپ کی حسرت دید پوری نہ ہو سکی۔

آخر یہ بھی تو آنکھ میں عیب اور کمزوری ہے کہ وہ اعلیٰ ترین صلاحیتوں کی امین ہو کر بھی ذات باری کو نہیں دیکھ سکی البتہ میرے مدوح جن کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ ہے یعنی ہر عیب اور نقص سے منزہ و مبرا ان کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے جس میں قدرت نے دیگر کوئی عیب نہیں رہنے دیا ان کی آنکھ میں یہ عیب بھی نہیں رہنے دیا ان کو انتہائی خلوت میں جہاں کچھ نہ تھا اگر ہوتا تو وہ بھی کوہ طور کی طرح خاکستر ہو جاتا یا ذات باری تعالیٰ تھی یا اس کے محبوب کی ذات تھی آپ کو اپنا جلوہ دکھا دیا اور خود ہی اس پر شہادت ثبت کر دی کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ⑤۔ کہ عین عالم دیدار میں نہ آنکھ چندھیائی اور نہ حد سے بڑھی آپ نے خود بھی گواہی فرمائی کہ رایت ربی فی احسن صورۃ۔ کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا اور بڑی حسین و جمیل صورت میں دیکھا۔

صاحب اسرئ دنی کی سیر فرمانے گئے

عرش حق پہ پرچم اعزاز لہرانے گئے

چشم دید گواہ

ویسے جن لوگوں نے ان آنکھوں کی بذات خود زیارت کی ہے ان کی گواہی بھی تو بڑی ثقاہت رکھتی ہے۔ چہرہ انور و اقدس کی رعنائی و زیبائی کے خوبصورت اور فراخ آنکھیں چار چاند لگائی ہوں گی۔ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں بڑی پرکشش، جاذب نظر اور حسن و زیبائی کا بے مثال مرقع تھیں۔ دیکھنے والے بتاتے ہیں کہ آپ ﷺ کی آنکھیں خوب سیاہ، کشادہ، خوبصورت اور پرکشش تھیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان ادعج العینین یعنی آپ ﷺ کی آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان اهدب اشفار العینین یعنی

آپ ﷺ کی چشمان مبارکہ کی پلکیں گہری سیاہ دراز اور گھنی تھیں۔

قافلہ ہجرت میں تھوڑی دیر کیلئے حضرت ام معبد کے ہاں ٹھہرے تو ام معبد چہرہ مصطفیٰ ﷺ کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئیں حسن مصطفیٰ ﷺ کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔
فی اشفارہ وطف۔ یعنی حضور کی پلکیں دراز تھیں، خوبصورت و حسین۔

آنکھ مبارکہ کے اندر کی پتلی انتہائی سیاہ اور اس میں کسی اور رنگ کی کوئی جھلک نہ تھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔ وکان اسود الحدقة۔ یعنی رسول اکرم ﷺ کی چشمان مقدسہ کی پتلی انتہائی سیاہ تھی۔

پتلی کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ حصہ سفید تھا اس میں سرخی ہم آمیز تھی یعنی سرخی کھلی نظر نہ آتی تھی یوں لگتا تھا کہ ان میں ہلکا سا سرخ رنگ کسی نے گھول کر ملا دیا ہے اور دیکھنے والے کو وہ سرخ ڈورے سے دکھائی دیتے تھے اور وہ بہت بھاتے تھے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کان رسول اللہ اشکل العینین ﷺ۔ یعنی حضور نبی رحمت ﷺ کے چشمان مبارکہ کے سفید حصہ میں سرخ رنگ کے ڈورے دکھائی دیتے تھے۔

آپ ﷺ کی آنکھیں قدرتی طور پر سرگیں تھیں جو ان مبارک آنکھوں کو دیکھتا سے محسوس ہوتا کہ حضور ﷺ ابھی سرے کی سلانی لگا کر تشریف لائے تھے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا تھا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کنت انظرت الیہ قلت۔ اکحل العینین ولس با کحل یعنی میں جب بھی آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں کو دیکھتا مجھے سرمہ لگے ہوئے کا گمان ہوتا حالانکہ آپ ﷺ نے اس وقت سرمہ نہ لگایا ہوتا تھا صلی اللہ علیٰ جیبہ محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ۔

آپ سرکار ﷺ جب نیند سے بیدار ہوتے تو آپ ﷺ کے سر کے بال الجھے ہوئے نہ ہوتے اور نہ آنکھیں بوجھل ہوتیں بلکہ آپ ﷺ تروتازہ خندہ لب اور شگفتہ گلاب ہوتے اور آنکھیں یوں محسوس ہوتیں جیسے سوتے میں کوئی آکر سرگیں کر گیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطالب بیان کرتے ہیں

كان الصبيان يصبحون رمصاً شعثاً يصبح رسول الله صلى الله عليه وسلم دهيناً كحياً. یعنی عام طور پر بچے جب نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو ان کی آنکھیں بوجھل اور بال الجھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن جب حضور ﷺ بیدار ہوتے تو آپ کے سر انور میں تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہوتا۔

یارو! لاؤ کوئی مثال ایسی کوئی شاہکار ربوبیت کوئی ایسا حسین کوئی ایسا جمیل کوئی ایسا شکیل جس کی آنکھیں ایسی بے عیب ہوں جن میں کوئی نقص نہ ہو جن میں کوئی کجی نہ ہو آخر کہنا ہی پڑے گا۔ لیس فی الدارین غیرک یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یعنی اے محمد مصطفیٰ ﷺ آپ جیسا بے مثل بے مثال دونوں جہانوں میں کوئی نہیں۔

قرب کی لذت پانے والوں کا بیان ہے کہ لوگوں کی نظروں میں شرم و حیا کا اتنا کال ہوتا ہے کہ ہر گھڑی کسی نہ کسی طرح بد نظری کا شکار رہتی ہیں یہی بد نظری ذہنی و فکری عیاشی پر انہیں مائل کرتی رہتی ہیں یہی بد نظری انہیں بد عملی کی قعر مذلت میں پھینک کر کبیرہ گناہوں کی مرتکب کرتی ہے الا ماشاء اللہ لیکن حضور شاہکار ربوبیت ﷺ کی مبارک آنکھیں ایسی حیا دار تھیں کہ آپ ﷺ کو کبھی بھی کسی نے کسی چیز کو آنکھ بھر کر دیکھتے نہیں دیکھا بلکہ آپ ﷺ کی مبارک آنکھیں انتہائی درجہ کی شرم و حیا کی وجہ سے زمین کی طرف ہی جھکی رہتی تھیں۔ آپ ﷺ کو اکثر گوشہ چشم سے ہی دیکھنے کی عادت تھی ایسی نیچی نظریں کہ کل کی خبریں کہیں نہیں ملیں گی۔ یہی وجہ ہے جس نے بھی ان حسین نظروں کے حسن میں ڈوبنے کی سعادت حاصل کر لی اسے بھی کسی قسم کے حسینوں سے آشنائی کا شوق نہ رہا ﷺ و رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کوئی شاہکار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا۔

جب کبھی آپ ﷺ کی آنکھیں اوپر کواٹھتیں تو تھوڑی ہی دیر کیلئے اٹھتی تھیں اور اتنے ہی میں سب کچھ دیکھ لیتیں۔ آپ ﷺ کی اس ادائے در بانی کا تذکرہ کتب احادیث میں ان الفاظ میں ملتا ہے خافض الطرف نظره الی الارض اکثر من نظره الی

السماء۔ یعنی آپ ﷺ کی نظر اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی۔

آپ ﷺ کا گوشہء چشم سے دیکھنے میں بھی کمال شفقت، محبت اور الفت و رافت کا انداز ہوتا، بے اعتنائی، عدم توجہ، بے نیازی کا کسی سے پرہیز کرنا مقصود نہ ہوتا بلکہ فطری شرم و حیا کے اس انداز حسین پر بھی مرٹنے کو جی کرتا۔

فکر اسفل ہے میری، مرتبہ اعلیٰ تیرا

وصف کیا خاک لکھے، خاک کا پتلا تیرا

آپ سے بڑھ کر کوئی عفت مآب نظر نہیں آتا اور نہ ہی آپ سے بڑھ کر کوئی حیا دار ہو سکتا ہے ہاں البتہ اگر نزول وحی کا وقت ہوتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے پیغام کا وقت ہوتا یا کسی قلبی چاہت و طلب کا بارگاہ و ربوبیت میں اظہار کا وقت ہوتا تو آپ آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے اس ادائے و فریب کو رب العزت نے ازلی وابدی لازوال و بے مثل اور بے مثال کتاب کا حصہ بنا دیا۔

ارشاد ہوا:

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ (البقرہ: 144)

”کہ اے حبیب! ہم نے آپ ﷺ کا چہرہ انور بار بار آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھا“۔

ہم نے بھری دنیا میں دیکھا ہے کہ کچھ لوگوں کی نظروں کا عالم یہ ہوتا ہے انھیں تو بجلی پناہ مانگے، گریں تو خانہ خراب کر دیں، کوئی حسین چیز دیکھی برداشت نہ کر سکے یا تو اتنے خوش ہوئے کہ صاحب حسن، صاحب فراش ہو گیا اور جان کے لالے پڑ گئے یا ویسے ہی جل بھن گئے ان کی ادائے نظر نہ افراط میں پسندیدہ نہ تفریط میں پسندیدہ، نہ یہ انداز اچھا نہ وہ انداز اچھا، یہ بھی ناپسندیدہ وہ بھی ناپسندیدہ۔

جبکہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کا انداز بہر انداز و بہر پہلو حسن کا روپ رکھے جس طرف اٹھے

جان میں جان آجائے، دم میں دم آجائے، کیا تمہارا جی نہیں کرتا اس نیچی نظروں والے کل کی خبروں والے دم میں دم اور جان میں جان لے آنے والے کی اس نگاہ عنایت پر لاکھوں سلام بھیجو، با وضو بھیجو، بیگی پلکوں کے ساتھ بھیجو، آؤ میں بھی آپ کے ساتھ شامل ہوتا ہوں اور زبان عشق و مستی سرکار ﷺ میں ڈوبی ہوئی شخصیت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی معیت اختیار کرتے ہیں۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

نصفۃ الیمن میں ایک کہانی پڑھی تھی تاجروں کا ایک قافلہ اونٹوں پر اپنا سامان لئے جا رہا تھا خوبصورت تندرست اور توانا اونٹوں کی خوبصورت قطار کتنی بھالی لگتی ہوگی یہ قافلہ اپنی منزل کیلئے رواں دواں تھا کہ راستے میں ایک گاؤں میں ایک بڑھکے درخت کے نیچے کچھ بے فکرے سے لوگ بیٹھے ہوئے گپیں ہانک رہے تھے۔ جب یہ قافلہ پاس سے گزرا انہوں نے دیکھا تو ان کا ایک شخص اپنے دوستوں سے کہنے لگا بھئی انتہائی تندرست و توانا اونٹوں میں کس اونٹ کا گوشت کھانا پسند کرو گے دل لگی بے فکری اور فراغت بے معنی کو کیا خبر اتنے خوبصورت، تندرست اور توانا اونٹوں کو اس مقام تک لانے والے کی محنت کیسی ہوگی ان کی داشت و برداشت ان کی پرورش اور دیکھ بھال ان کی ناز برداری پر کتنی راتیں، کتنے دن، کتنی چاہتیں، کتنی امنگیں اور محبتیں پروان چڑھی ہوگی پھر جا کر یہ قطرہ گوہر بنا ہوگا، یہ ذرہ آفتاب بنا ہوگا، یہ کنول پھول نیلوفر بنا ہوگا، یہ بچہ لڑکپن کی اٹھکھیلیوں سے نکلتا ہوا کیسے جوانی و رعنائی تک پہنچا ہوگا۔

ایک نے قطار کی طرف غور سے دیکھ کر کہا اگر کسی اونٹ کا گوشت کھلانا ہی ہے تو قطار میں جو سب سے اول اونٹ ہے اس کا گوشت کھلاؤ۔ اس کم بخت کی نظر بہت تیز تھی جس پر کرتاڑ پا کر رکھ دیتا۔ اس نے حسب عادت بد نظری کی نگاہ کا تیر چلایا جو سیدھا اس اونٹ کے دل پر جا کر پیوست ہو گیا جس کو وہ برداشت نہ کر سکا اور دھڑ سے زمین پر آ رہا اور تڑپنے لگا۔

قافلہ سالار اور میر کارواں نے یہ دیکھا تو تڑپ کر رہ گیا یا اللہ خیر یہ کیا ہو گیا اتنا تندرست و توانا اونٹ نہ بیماری نہ تکلیف یہ اچانک کیوں تڑپنے لگا میر کارواں تڑپ کر رہ گیا۔ اتفاقاً اس کی نظر ادھر ادھر جو اٹھی تو دیکھا درخت کے نیچے کچھ لوگ اپنی شرارت پر کھلکھا کر ہنس رہے تھے۔ کسی کے دکھ میں ہنسنے والے تو کسی کو نہیں بھاتے صاحب درد کو کیسے بھاتے سو چاہتے ہیں ان میں سے کسی نے شرارت کی ہے۔ اسے اٹھکھیلیاں سو جھی ہیں اور ہم بیزار بیٹھے ہیں۔

سیانے کہتے ہیں ”چاہ کن را چاہ در پیش“ یعنی کنواں کھودنے والے کے آگے کنواں آتا ہے میر کارواں نے دل میں کہا اچھا بچو! آج کے بعد تو کسی کو بھی نظر نہ لگا سکے گا۔ اس نے بھی اسی طرح اپنی بد نظری کا تیر چلایا جو سیدھا اس کی آنکھ کے اندر جا کر پیوست ہو گیا اور ایک آنکھ سے ہمیشہ کیلئے محروم رہ گیا۔

یہ کہانی کہاں تک درست ہے یہ دروغ برگردن راوی یعنی اگر جھوٹ ہے تو اس کا گناہ روایت کرنے والے کے سر پر اور اگر درست ہے تو دونوں آنکھوں پر ترف جو اٹھے تو بجلی پناہ مانگے گرے تو خانہ خراب کر دے۔

آنکھ تو وہ ہوئی نا جس میں یہ عیب نہ ہو یہ نقص نہ ہو بلکہ سراسر خیر ہی خیر ہو رحمت ہی رحمت ہو، عطا ہی عطا ہو، جس کی ایک نگاہ کرم سے ہزاروں کی قسمت بدل جائے۔

ویران زندگی تھی اور میں خاک چھانتا تھا

ان کی عطا سے پہلے مجھے کون جانتا تھا

آنکھوں میں لینز لگوانا تو آج شروع ہوا ہے یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگ ماہرین امراض چشم سے آنکھ میں پتھر کی آنکھ لگواتے تھے۔ ماہرین تو ہر دور میں اپنے اپنے فن میں کمال کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک صاحب نے پتھر کی آنکھ لگوائی اور ڈاکٹر صاحب نے اتنے احسن انداز سے اور با کمال طریقے سے اس کی پیوند کاری کی کوئی جبدی سے دونوں آنکھوں میں سے اصلی اور نقلی میں امتیاز نہ کر سکتا تھا اور وہ بھی بڑے فخر سے دعوے کو بتاتے تھے۔ ایک دن انہوں نے ایک صاحب سے پوچھا اچھا بھئی بتاؤ ذرا غور سے دیکھ کر بتانا کہ

میری اصلی آنکھ کونسی ہے اور پتھر کی آنکھ کونسی ہے۔ ان صاحب نے بڑے غور سے دیکھ کر کہا کہ تمہاری دائیں آنکھ مجھے اصلی لگتی ہے۔ انہوں نے زور سے قہقہہ لگایا اور ان کی ہنسی اڑاتے ہوئے کہا واہ صدقے جائیں تیری پہچان کے یہی آنکھ تو میری پتھر کی آنکھ ہے۔ تو انہوں نے انتہائی سادگی سے جواب دیا دراصل اسی آنکھ میں مجھے تھوڑی سی مروت نظر آئی تھی میں نے سمجھا شاید یہی آنکھ تمہاری اصلی آنکھ ہوگی۔

حقیقت یہ ہے کہ دور حاضر میں اصلی آنکھوں سے مروت، انسانیت اور پاسداری کی صلاحیت بالکل ہی نظر نہیں آتی الا ماشاء اللہ کیا یہ آنکھ کا عیب نہیں لیکن میرے ممدوح حضرت آقائی و مولائی علیہ السلام جن کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے یعنی قابل تعریف اور بے عیب ان کی آنکھ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ میں یہ عیب بھی نہیں رہنے دیا۔ جتنی مروت، جتنی انسانیت، جتنی لحاظ داری، جتنا پیار و محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھ میں پایا جاتا تھا اتنا تو دنیا کی کسی آنکھ میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

خوشم آمد کہ سحر خسرو خاوری گفت

باہمہ پادشہی بندہ توران شاہم

مجھے یہ بات کس قدر پسند آئی کہ آج صبح مشرق کا بادشاہ آفتاب کہہ رہا تھا کہ میں اس قدر ساری دنیا کا بادشاہ ہو کر بھی بادشاہ توران کا غلام ہوں۔

کنویں کا مینڈک اس کے ذہن کی رسائی کنویں کے گول چکر کے اندر ہی گھومتی رہے گی۔ جس نے آب جو، کھال، نہر، دریا اور سمندر نہیں دیکھا اس کی رسائی وہاں تک کیسے ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ہر آنکھ کی رسائی بھی اس کی اپنی حیثیت کے مطابق ہے کسی کی آنکھ کے حسن کا معیار صرف شیریں ہوئی، کسی نے لیلیٰ کو پسند کیا، کسی نے ہیر کو دیکھا، تو لوٹ پوٹ ہو گیا۔ تم ایک بار نہیں ہزار بار کہو، فرہاد! ہوش کے ناخن لے، اندھانہ بن، دیکھ تو کس کے لئے اپنے تیشے سے پہاڑوں کو کاٹ رہا ہے، کس کی خاطر پتھروں سے دودھ کی نہر چلانے کیلئے

جان مار رہا ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ جھلے! صرف ایک عورت کی خاطر، اپنی زندگی برباد کر رہا ہے، اس جیسی ہزاروں عورتیں دنیا میں موجود ہوں گی، تو وہ کہے گا بس بس زبان بند کر، مجھے درس نہ دے، جو بات جو رعنائی مجھے شیریں میں نظر آئی وہ کہیں نہیں۔

کسی نے لیلیٰ سے کہا، لیلیٰ تو وہی ہے جس پر قیس فدا ہو کر مجنونانہ کیفیات کا شکار ہو گیا ہے اس نے کہا ”ہاں“ تو اس نے کہا تو اتنی حسین تو نہیں جتنا اس نے تجھے سمجھ لیا ہے تو خود بھی کبھی اپنے آپ کو شیشے میں دیکھ لے تو تجھے ہماری رائے سے اتفاق کرنا پڑے گا اس نے کہا بس بس اپنی زبان بند کر مجھے دیکھنا ہے تو قیس کی آنکھ سے دیکھ! گویا طالب اور مطلوب دونوں ایک دوسرے کی آنکھ کا تارا سے اس کے سوا اور اسے اس کے سوا کوئی نہیں بھاتا۔ وَ لِكُلِّ وَّجْهَةٍ هُوَ مُوَلِّئُهَا۔ یعنی ہر ایک کا کوئی نہ کوئی قبلہ ضرور ہوتا وہ ہر طرف پھر کر اسی طرف لوٹتا ہے ماں بچے کی طرف، بیٹا ماں یا باپ کی طرف، طالب مطلوب کی طرف، کسی کی نگاہ کا مرکز، پھول، کسی کا کاشا، جادو گر صرف جادو کی بات کرے گا، جواری جوئے کی بات کرے گا، حکیم نسخوں اور کشتوں کی بات، پہلوان اکھاڑے کی بات، تاجر تجارت کی بات، یہ ساری مخلوق کے ہر فرد کی بات ہے کہ اس نے اپنی نگاہ کا مرکز کہاں تک اس کے ذہن کی رسائی تھی وہاں تک اپنی اپنی پسند میں کھو گیا اپنی چاہتوں میں گم ہو گیا اور اس سے باہر، اس کے آگے، بلکہ اور آگے دیکھنا اسے ہرگز پسند نہیں۔

میرا سلام ہو ان عظیم ہستیوں کو جنہوں نے اس حسن و جمال کی بھرپور دنیا میں سے کوئی چیز پسند نہ کی وہ اس میں سے کسی چیز کے حسن میں نہ ڈوبے وہ سب فَاسْتَبَقُوا الْخَيْرَاتِ کے حکم پر اس دنیا جہان سے آگے نکل گئے بہت آگے نکل گئے۔ انہوں نے ستاروں، کہکشاؤں مرتخ و ثریا، فضا میں بکھری رعنائیوں، زمین میں پھیلی، سمائی اور بکھری ہوئی لاتعداد لفریبیوں سے منہ مہڑا اور ان کے بنائے جانے، ان کی تخلیق کے اصل سبب، باعث تخلیق کائنات، وجہ تکوین کائنات حضرت سرور کون و مکاں، راحت قلب حزیں، منبع انوار شمس و قمر، فخر نوع انسانی، ظل رحمانی، نور یزدانی، جس کا نقش قدم زندگی کی لوح پیشانی، سراج بزم

ایمانی، رونق گلزار ہستی، صاحب خلق عظیم، صاحب مرتبہ الفخر فخری، زنجیر باطل توڑنے والے، قاسم انعامات رب العلیٰ، ہادی سبل، فخر رسل، خالق عالم کی تخلیق اول، طہ و یسین، شہسوار ہفت آسماں، سیاح لامکاں، راہبر انس و جاں، دھڑکن دل کی مکین، حجرہ دل کی امین، جس کی سیرت، تبسم، جس کی صورت گفتگو، جس کا نقشہ بندہ نوازی، جس کا جلوہ خندہ پیشانی، وہ خاک کے ٹوٹے ہوئی دل جوڑنے والے، حسن مطلق کے نقش اول، زمین کی دلفریبیوں اور رعنائیوں کا حسن اول، ہواؤں کی جانفزا کیفیتوں میں کیف و جذبات کا دھارا، فضاؤں میں گونجنے والے نعمات کا مرکز، کائنات آب و گل کے حسن و عشق کا مرکز، گل و لالہ کی نرم و نازک پگھڑیوں کا نکھار، وقت و زمانہ کے رخ کا خوبصورت دھارا فترضیٰ کی شان والا، سائلوں کی ضروریات پوری کرنے والا، سلطان کون و مکان، صاحب تاج معراج انسانی، خیر سراپا، ارفع و اعلیٰ، اقی و ازکی، حسن مصطفیٰ، طباو ماویٰ، گنبد خضریٰ کے مکین، خرد ہفت آسماں، مکین لامکاں، محبت کی فراوانی کا دھارا، قسمیں جگانے والے، مجسم قراں، پیکر خلق و مروت، سراج منیر، شاہد و مشہود ﷺ الفأ الفأ بعد الف کو پسند کیا، نگاہ کا مرکز ٹھہرایا، سوچ اور فکر کا زاویہ درست کیا، دلوں کی دھڑکنوں کا امین بنایا، اپنے حسین خوابوں کا محور بنایا، اپنے خوابوں کی تعبیر بنایا، اپنا قبلہ، اپنا کعبہ، اپنا مرکز، اپنا محور اور اپنا سب کچھ بنایا۔ فلله الحمد حمداً کثیراً۔

زہے قسمت میرا آقا میرا مولا وہ ہے

جس کا منصب ہے رسولوں کی امامت کرنا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ سرکار ﷺ میرے بھی محمود محمد ﷺ، تیرے بھی محمود محمد ﷺ، اس کے بھی محمود محمد ﷺ، اس کے بھی محمود محمد ﷺ، شیخ القرآن کے محمود بھی محمد ﷺ، ابوالحقائق کے محمود بھی محمد ﷺ، سائیں گوہر دین کے محمود و مقصود بھی محمد ﷺ، تاجدار گولڑہ کے محمود و مقصود بھی محمد ﷺ، میاں محمد بخش کے محمود بھی محمد ﷺ، ہر نعمت خواں کے محمود و مقصود بھی

محمد ﷺ، ہر عالم و فاضل، ہر قاری، ہر مفتی، ہر مفسر، ہر شیخ الحدیث، ہر پیر، ہر فقیر، ہر صوفی، ہر مجاہد، ہر غازی، ہر شہید، ہر طالب علم، ہر استاد کے محمود و مقصود محمد ﷺ، اور مخلوق کے محمود و مقصود محمد ﷺ بلکہ خود خالق کائنات کے بھی محمود و مقصود محمد ﷺ۔

ہر کس غلام شاہی و مملوک صاحبے است

حافظ کمینہ بندہء سلطان کشوریم ﷺ

ہر شخص کسی بادشاہ کا غلام اور اپنے آقا کا بندہ ہے۔ لیکن حافظ شیرازی کمینہ صرف اور

صرف اپنے سلطان زمانہ ﷺ کا غلام ہے (جن کا اسم گرامی نام محمد ﷺ ہے)

میری معراج کہ میں ان کے قدم تک پہنچا

اگرچہ میں نے ساری کائنات میں سب سے اعلیٰ سب سے بالا، سب سے افضل اور

سب سے بہتر اور سب سے برتر شخصیت کا انتخاب کیا، دنیا کے تمام حسین، دنیا کے تمام جمیل و

شکیل سارے حسن والے ٹھکرا دیئے۔ لیکن یہ بھی ابھی میری آنکھ کا نقص ہے کہ میں نے

مخلوق کا انتخاب کیا۔ اگرچہ مخلوق میں بھی جتنی چیدہ چیدہ شخصیات از آدم تا عیسیٰ علیہم السلام

ہیں ان میں آپ ﷺ کی ذات نکتہ عروج پر ہے اس کے باوصف آپ ﷺ مخلوق رب

ذوالکریم والاحسان ہیں۔ جبکہ آپ ﷺ سرکار ابد قرار محبوب کردگار، شاہ عربی ناقہ سوار

ﷺ کی آنکھ اس عیب سے پاک و منزہ ہے۔ آپ ﷺ کی نگاہ کا انتخاب مخلوق نہیں

ساری مخلوقات کا خالق ہے۔ اگر دنیا میں کوئی بھی خالق تک رسائی حاصل کرتا ہے یا وہاں

تک پہنچنے کی طلب رکتا ہے تو وہ صرف آپ ﷺ کی وساطت سے ہے۔

تیرے تو وصف عیب تباہی سے ہیں بری

خالق کا بندہ، خلق کا مولا کہوں تجھے

نکتہ عروج کی ایک اور دلیل

روز ازل جب رب العظیم جل جلالہ نے اپنی ساری مخلوق کو مخاطب کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو ساری مخلوق نے اعتراف

ربوبیت کرتے ہوئی عرض کیا بلیٰ ہاں ہاں! پروردگار عالم تو ہم سب کا رب ہے۔

رب اور مربوب، معبود اور۔۔۔ کے حضور اس اعترافِ عبدیت و مربوبیت کے بعد چاہت پنپتی ہی رہتی ہے کہ اے ہمارے رب، اے ہمارے معبود، اے پردہ نشین تیری چاہت، تیری طلب اور تیرے دیدار کی چاہت میں انسانیت کتنا سفر طے کر چکی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچتے پہنچتے عبدیت یہ سمجھنے لگی کہ شاید اس سفر کی انتہا کا وقت آ گیا ہے جیسا کہ تو طور پر بلا کر خود ہی بلا واسطہ ہمکلام ہونے کا شرف بخشا ہے۔

اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کر دیا کہ اے ہمارے رب! آرنیٰ! اب اپنی زیارت کا شرف دے تو جواب آیا میرے بندے ابھی عبدیت اپنے نکتہ کمال اور عروج تک نہیں پہنچی ابھی سفر باقی ہے جب عبدیت اپنے نکتہ عروج تک پہنچ جائے گی تو ہم خود یاد فرمائیں گے اور شرف دیدار عطا کر دیں گے اسی لئے سنو معراج کے ذکر جمیل میں عبدیت کا ذکر آیا ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْمٰی بَعْدَ ذٰلِکَ (بنی اسرائیل: 1)

”یعنی پاک ہے وہ جس نے خود اپنے کرم سے اپنے بندہ کمال کورات کے وقت سیر کروائی۔“

فرعون کتنا احمق تھا چار سو سال خدائی دعوے کی گھن گرج کے ساتھ اپنی عقل و سوچ اور طاقت کا لوہا منواتا رہا مخلوق خدا کو سجدوں پر مجبور کرتا رہا اور دریا میں پانی کو خشک سمجھ کر کود پڑا احمق آدمی! کیا تجھے خبر نہیں دریا کبھی خشک نہیں ہوتے وہ دریا کو خشک سمجھ کر دریا میں کود گیا اور ڈوب گیا آدمی کتنا بھی سیانا ہو، دانشور ہو، عقل و فراست کا نمونہ ہو، لیکن آنکھ آخردھوکا کھا جاتی ہے۔

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ

دیتے ہیں یہ دھوکا بازی گر کھلا

دریا بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور وہ اس کے حکم کی پابند ہے۔ مالک کہے کہ بہنا شروع

کردے اس نے بہت شروع کر دیا مالک کہے خشک ہو جاوہ خشک ہو گیا۔ انسان اندھا ہو جاتا ہے اسے کچھ نہیں نظر آتا جبکہ دریا سب کچھ سمجھ گیا تھا کہ کس کو پار کرنا ہے اور کس کو ڈوبنا ہے۔ اس نے بنی اسرائیل کے ستر لاکھ انسانوں کے چہرے پہچان لئے تھے اور ان میں سے کسی کا پاؤں بھی گیلیا نہیں ہونے دیا اور وہ سارے فرعونوں کو بھی پہچان گیا۔ اس کی آنکھ نے دھوکا نہیں کھایا اس نے کسی فرعون کو بچ کر نہیں جانے دیا اسے خبر تھی اگر ایک بھی فرعون قبلی بچ کر نکل گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ڈنڈا پھرتیا رہے۔

انسان کی آنکھ نے اکثر دھوکا کھایا اور بڑے بڑے دانشوروں نے عقل و فراست کے پہاڑوں نے تجربہ کاروں نے دھوکے کھائے کاروبار میں، یاری دوستی میں، رشتہ داروں میں، پیار و محبت میں، ہر جگہ دھوکا کھایا یہ فہم و فراست کا عیب بھی ہے، فکرو ذہن کی حماقتوں کا ثبوت بھی ہے، اور آنکھوں کی بصارت کا دھوکا بھی ہے ایک آنکھ جس نے کسی بھی مقام پر کسی بھی انداز میں کبھی دھوکا نہیں کھایا وہ آنکھ صرف حضرت مصطفیٰ کریم ﷺ کی آنکھ ہے جن کا نام محمد ﷺ ہے ان کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ میں یہ عیب بھی نہیں رہنے دیا آپ ﷺ نے جب بھی دیکھا صحیح دیکھا، حق دیکھا، اور اگر حق کو دیکھا تو بھی اعلان ہوا

مَا زَاغَ الْبَصَرُ مَا ظَنَىٰ (انجم)

”اس آنکھ نے نہ دھوکا کھایا ہے اور نہ حد سے بڑھی ہے۔“

زلف مشکیں تیری ابرو لا تھٹھو، تیرے ابرو ہیں تو سین کی آبرو
چشم مازاغ، تاب نظر ما ظنی، یا نبی مصطفیٰ یا نبی مصطفیٰ ﷺ

ضبط و برداشت

ضبط و برداشت اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے لیکن یہ تجربہ بار بار ہوا کہ ہر آنکھ کو یہ نعمت میسر نہیں۔ بس ایک نظر کسی صاحب حسن و جمال پر پڑی تو وہیں ڈھیر ہو گئے۔ اس میں بھی معیار کوئی نہیں کسی کے ابرو پر شمار ہو گئے، کسی کی زلف عنبریں و مشکیں سے مست ہو گئے، کسی

آواز پر لوٹ پوٹ ہو گئے، کسی کے پنکھڑی گلاب پتیاں لب مسح کر گئے، کسی کی صراحی نما لمبی گردن مار گئی، یعنی پسند کا معیار کوئی نہیں، کوئی رنگ پر فریفتہ ہے تو کوئی ڈھنگ پر قربان ہے کوئی کسی ادا کو دیکھ کر جان ہوش و حواس سے ہاتھ دھو بیٹھا کوئی کسی کی دولت پر لجا گیا تو کوئی کسی کی غربت میں شان بے نیازی پر فدا ہو گیا کسی کی آواز حسین دل میں اتر گئی اور کسی کی بہادری و جواں مردی نے دل کھینچ لیا گو معیار پسندیدگی کسی آنکھ کا بھی ایک نہیں پھر شمار ہونے کے انداز بھی مختلف ہیں ان تمام میں صرف ایک بات قدر مشترک ہے کہ قوت برداشت نہیں جو نبی کوئی ادا دل کو بھائی وہیں دل ہار گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب طور پر تجلی ذات الہی سے مستنیر ہوئے تو خَدَّ مُوسَى صَعِقًا کے الفاظ کے ساتھ قرآن پاک کی گواہی قیامت تک کیلئے ثبت ہو گئی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ کے چہرے اور مبارک آنکھوں میں سمائے ہوئے محبوب لازوال کے جلووں کی چمک دمک کے وفور سے، آپ کی زوجہ مطہرہ سیدہ صفورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نظریں جب آپ کے چہرہ انور پر پڑیں تو آپ برداشت نہ کر سکیں بلکہ دیدار جلوہ الہی سے مستنیر چہرے کا وفور ان کی آنکھوں کی بینائی ہی اچک کر لے گیا۔

لیکن چونکہ ایک نبی کی بیٹی تھیں اور ایک نبی کی بیوی تھیں اور ایک نبی کی بھانج تھیں یہ نسبتیں کام آگئیں اور آنکھوں کا نور ختم ہونے کو برداشت کر گئیں اور اس نعمت کے چھن جانے پر افسردہ نہ ہوئیں بلکہ عرض کرنے لگیں میرے کریم میرے مہربان خالق و مالک بشارت چھن جانے کا دکھ نہیں البتہ جو بصیرت ہاتھ آئی ہے اس پر شکر گزار ہوں کرم فرما اپنی نطا کردہ بصیرت سے ملنے والی لذت کو سلامت رکھ۔

سکھ بھی مجھے عزیز، دکھ بھی مجھے عزیز

سکھ بھی عطاء دوست، دکھ بھی عطاء دوست

اللہ تعالیٰ کو حضرت صفورہ رضی اللہ عنہا کی یہ ادا بہت پسند آئی اس نے بصیرت اور بصیرت سے ملنے والی لذت کے ساتھ ساتھ ان کی بصارت کی نعمت بھی دوبارہ عطا فرمادی۔

ہماری یہ حیثیت تو نہیں کہ ان پاک لوگوں کا اور سرکار ﷺ کے درمیان تقابلی جائزہ لینا شروع کر دیں۔ خاکم بدہن اپنی اوقات میں رہنا چاہئے۔ البتہ حکایہ مستند کتب کے حوالہ سے اور ازلی وابدی اور لازوال قرآن پاک کے مقدس اوراق و سطور کے حوالے سے بات کر کے لذت تو حاصل کر سکتے ہیں، ان کی آنکھوں کے ذکر جمیل سے اپنی بے بصیرت آنکھوں کی بصارت کو تو سکون ریز کر سکتے ہیں۔

طور ایک مقدس وادی ہے اس کے تقدس پر ہمارا ایمان ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۗ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ (طہ)

کہ ”اے موسیٰ! اپنے نعلین اتار دیں آپ ایک مقدس وادی میں داخل ہو رہے ہیں۔“ کی قرآنی شہادت گواہ ہے اس سفر طور میں جو عظمت و معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلا واسطہ تکلم الہی سے نصیب ہوا وہ پہلے کسی بھی اللہ کے عظیم نبی کو نصیب نہ ہوا۔ اس پر کیف پہاڑ پر ایک درخت کو مرکز بنا اور اس کو منور و روشن فرما کر جو قرب ہوا وہ بھی بہت بڑی بات تھی پھر ہم کلامی میں بات سے بات بڑھانے کی کیفیت بھی کیف آور ہے اور یہ جانبین کا اس انداز سے بات بڑھانا ایک عجیب لطف اندوز ہے وہ ہر چیز سے ہمہ وقت باخبر رہنے والا خود پوچھتا ہے۔

اے موسیٰ! آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟

موسیٰ جواب دیتے ہیں۔

مالک میرے ہاتھ میں لاٹھی ہے۔ میں اس پر تکیہ لگا کر کھڑا بھی ہو جاتا ہوں۔ اپنی بکریوں کیلئے درختوں سے پتے بھی جھاڑ لیتا ہوں۔ میں اس سے یہ کام بھی لیتا ہوں میں اس سے وہ کام بھی لیتا ہوں۔ یہ انداز عجیب لذت افروز ہے اس لذت افروزی میں حسرت دیدار کا اظہار بھی بہت اہم ہے۔ جواب میں اگر چہ لٹری ترائی ہے لیکن حسرت ٹوٹنے نہ دینا مایوس و ناامید بھی نہ کرنا یہ بھی کوئی معمولی بات نہیں پھر بالواسطہ دیدار کی ایک ہلکی سی جھلک

دکھانا بھی اہمیت رکھتا ہے۔ اس نظارہ جمال کی تاب نہ لاسکنا اس وقت زیب موضوع ہے۔ دوسری جانب کیفیت یہ ہے کہ حضور رحمت عالم ممدوح دو عالم ﷺ گھر میں رات کو آرام فرما ہیں فضاء اعلیٰ اور جنت میں پیغام رسائی اور محبوب ﷺ کو عرش پر بلانے کے انتظام ہونا شروع ہو گئے سواریوں میں سے براق کا انتخاب ہوتا ہے فرشتوں کے سردار اعلیٰ جبریل امین علیہ السلام کی سرپرستی میں کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے اور ستر ہزار فرشتوں کی ایک بہت بڑی ٹیم ساتھ لیتے ہیں اور مکہ معظمہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ دوسری طرف آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جملہ انبیاء و رسل یعنی ساری دنیا انسانیت کا نچوڑ قابل فخر قابل تقلید شخصیات کو حکم دیا جا رہا ہے اٹھو اٹھو جلد از جلد قبلہ اول عالم اسلام مرکز نگاہ ہائے مسلمین بیت المقدس پہنچ جائیں۔ وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۱۷۱﴾ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱۷۲﴾ (آل عمران) کے عہد و پیمان کے ایفا کا وقت آپہنچا۔ تمہاری ظاہری حیات طیبہ میں امامت و نبوت اور رسالت میں تمہیں موقع نہیں ملا اب وہ ساری کائنات ارضی و سماوی کی سیر فرمانے والے ہیں لہذا ساری دنیا کے مرکزی نقطہ عقیدت بیت المقدس میں پہنچ جائیں۔ دوسری طرف آسمانوں کی بلندیوں کے انتظامات علیحدہ ہو رہے ہیں۔ ہفت آسمان کی بلندیاں قدموں کے نیچے آگئیں ان کی اپروچ یہیں تک تھی سرکار آگے گئے عرش و کرسی نے قدم۔۔۔ جب کون و مکاں کی حد بندیاں بھی دم توڑنے لگیں ادھر ادھر یہاں وہاں تحت اور فوق کی تمام قیود یکسر ختم ہو گئیں انتہائی خلوت حضور میں پہنچ کر بھی ارشاد ہوتا ہے اُدُنُّ مِنبیٰ اور قریب آجائیں آپ اور قریب ہوئے اتنے کہ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ ﴿۱۷۳﴾ کہ کمان کے دو کنارے یا اس سے بھی بہت قریب بلکہ بہت ہی قریب۔ اس کی کیفیات کیا تھیں یہ قرب و بعد کے فاصلوں کے جھگڑوں میں ہم کیوں پڑیں قریب بلانے والا جانے یا قریب ہونے والا جانے وہاں

آپ نے فرمایا۔ رايت ربى فى احسن صورة۔ میں نے اپنے رب کو دیکھا انتہائی خوبصورت صورت و شکل میں وہ جو خود اعلان فرماتا ہے۔

اللہ جمیل و يحب الجمال۔

”اللہ تعالیٰ حسین و جمیل ہے اور حسن و جمال کو پسند کرتا ہے۔“

اس کے حضور اس کی مخلوق میں سے اس کا اپنا اعلیٰ ترین شاہکار حاضر ہے۔ ان ساری کیفیات حضوری میں خَيْرٌ مُّوسَىٰ صَعِقًا تو بڑی دور کی بات ہے، ڈگمگاہٹ، لرزش و لغزش بہت دور کی بات ہے وہاں تو کمال دید کا یہ عالم ہے کہ مَا ذَا غَا بَصَرًا وَمَا طَعْنِي ⑤ ہے۔ آنکھ چندھیائی تک نہیں اور نہ وفور جذبات میں آگے حد سے بڑھنے والی بات ہوئی۔ ایک تحمل کی شان ہے ایک برداشت ہے کہ سبحان اللہ نگاہ مصطفیٰ ﷺ کے تحمل برداشت اور ضبط کی ان کیفیات پر لاکھوں بار سلام پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔

فرق مطلوب و طالب میں دیکھے کوئی
قصہ طور و معراج سمجھے کوئی
کوئی بے ہوش، جلووں میں گم ہے کوئی
کس کو دیکھا، یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

آنکھ کا سو جانا

انبیاء و رسل ہوں یا صحابہ کرام، صالحین امت ہوں یا شہداء ملت اسلامیہ، قطب ہوں یا قطب عالم، قطب کبری ہوں یا قطب الارشاد، قطب مدار ہوں یا قطب الاقطاب، قطب جہاں ہوں یا جہانگیر عالم، غوث الوری ہوں یا غوث زمانہ، اماماں ہوں یا اوتاد، ابدال ہوں یا اختیار، ابرار ہوں یا نقبا، نجبا ہوں یا عمہ، مکتوبان ہوں یا مفردان، قطب اقالیم ہوں یا قطب ولایت، قطب زہاد ہوں یا قطب عباد، قطب عرفاء ہوں یا قطب متوکلان، صوفیاء و متصوفین یا مستصوفین، ملامتیہ ہوں یا قلندر و مجازیب، یہ رجال اللہ ہوں یا رجال الغیب علیہم الرضوان

ان کے علاوہ دنیوی اعتبار سے جتنے بھی مدارج کے اعلیٰ و ادنیٰ لوگ ہیں وہ فقیر ہوں یا بادشاہ، وہ امیر ہوں یا وزیر، وہ گداگر ہوں یا کوئی سخی و بخیل، وہ معلم ہوں یا متعلم، وہ محدث ہوں یا مفسر، وہ مجاہد ہوں یا غازی، وہ شہید ہوں یا قاتل، وہ اعلیٰ ہوں یا ادنیٰ، وہ غریب مسکین ہوں یا یتیم و بیوگان، وہ مرد ہو یا عورت غرض جو کوئی بھی ہو اسے نیند ضرور آتی ہے صرف ایک ذات ہے جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند لانا تاخذہا سنة ولا نوم۔ باقی ہر شخص ہر فرد بلکہ انسان ہو یا حیوان نیند اس کیلئے از بر ضروری ہے۔ نیند قدرتی ایک ایسا بیٹری چارج ہے جس سے انسانی و حیوانی توانائیاں لوٹ آتی ہیں تھکن دور ہو جاتی تازگی لوٹ آتی ہے۔ نیند نہ آنا ایک بیماری نہیں بلکہ ایک عیب ہے۔ نیند ہزار خوبیوں نعمتوں اور نوازشوں اور عنایتوں میں سے ایک ہونے کے باوجود ایک بہت بڑا عیب بھی ہے کہ سونے والے سوتے ہیں تو پھر کھو بھی جاتے ہیں، مثل مشہور ہے جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے، اور جو کھوتا ہے وہ روتا ہے، یہ نیند غفلت کی ہو یا آرام کی بہر حال نیند ایک عیب بھی ہے کہ کچھ ہوش نہیں رہتا کسی ایک لمحے میں بھی کسی کا ہوش نہ رہنا بھی ایک بہت بڑا عیب ہے۔ نیند کے پہلے جھٹکے اونگھ آتے ہی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ نیند میں بعض اوقات شیطان کے غالب آجانے پر غسل بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ انسان ہزار چاہت کے باوجود بھی شیطان کے اس حملے اور غلبے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ الا ماشاء اللہ

مگر جو شخصیت میری ممدوح ہے تیری ممدوح ہے ممدوح کائنات بھی ہے اور ممدوح رب کائنات بھی ہے وہ محمد ﷺ ہیں وہ فرماتے ہیں ینام عینی ولا ینام قلبی۔ یعنی میری آنکھ سوتی ہے کہ میں مخلوق ہوں مخلوق کو نیند نہ آنا بھی ایک عیب ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے اس عیب سے پاک رکھا لیکن ولا ینام قلبی یعنی میرا دل نہیں سوتا گویا میں سوتا ضرور ہوں لیکن تمہاری طرح نہیں۔ ساری مخلوق خدا کی طرح کھوتا نہیں ہوں۔ میں روتا ضرور ہوں لیکن سونے پر نہیں، تمہارے سونے پر روتا ہوں۔ میری صنف کے لوگ جنہیں انبیاء و رسل کے مقدس القابات سے پکارا جاتا ہے ان کے سونے پر شیطان غالب نہیں آتا۔ سونے میں

سب کچھ ہوش و حواس کھوجانا ایک بہت بڑا عیب ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا ہے
تمہاری تو اونگھ بھی وضو توڑ دیتی ہے میری تو نیند بھی میرا وضو نہیں توڑتی۔

حسین تھیں تکلیل تھیں آنکھیں حضور کی
انصاف کی دلیل تھیں آنکھیں حضور کی
ہاں رحمتوں کی جھیل تھیں آنکھیں حضور کی
انسان کو جو شعور کا رستہ دکھا گئیں
مخلوق کو رحیم کا جلوہ دکھا گئیں
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میں صدقے داری میرے آقا میری جان قربان۔ میرے آقا سو جان سے قربان۔
میرے مولا تیرا جاگنا بھی عبادت، تیرا سونا بھی عبادت، تیرا مالک، تیرا خالق، تجھے سونے پر
آمادہ فرماتا ہے، کہ تیرا سونا صرف تیرا سونا نہیں پوری کائنات کیلئے تیرا سونا سنت بن جائے
گا جو لوگ تیرے سونے کو سنت بنا کر سونیں میں ان کے سونے کو سونا بنا دوں گا ان کا سونا بھی
عبادت بنا دیا جائے گا۔

خفتگان شب غفلت کو جگا دیتا ہے
سالہا سال وہ راتوں کو نہ سونا تیرا

آنکھ کی تاثیر

بہت کم لوگ ہوتے ہیں جن کی آنکھ میں تاثیر ہو کہ جس پر پڑے کوئی اثر کر جائے ورنہ
ہزاروں لاکھوں ایسے ہیں وہ دیکھتے رہیں دیکھتے رہیں کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ میں دیکھوں یا
آپ کی یہ آنکھ کا اثر نہ کرنا عیب نہیں، اگر یقیناً ہے تو یقیناً جائے یہ عیب میرے کریم میرے
مدوح ﷺ کی آنکھ میں نہیں کیونکہ محمد ﷺ صرف ایک شخص کا نام نہیں آپ ﷺ کا
ہر عضو محمد ﷺ ہے آپ کی ہر ادا محمد ﷺ ہے آپ ﷺ کی ہر فکر اور سوچ محمد ﷺ ہے
ہے اسی طرح آپ کی آنکھ بھی محمد ﷺ ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم۔

کیا کسی کو مجال انکار ہے کہ بیت اللہ شریف کو سارے جہانوں، سارے انسانوں، اور سارے زمانوں کا قبلہ بنانا، آپ ہی کی نظر عنایت کا صدقہ ہے، قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ آپ کا آسمانوں کی طرف بار بار چہرہ اٹھانا ہم نے دیکھا ہے۔ فَلَنَوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا۔ ہم آپ کی ہی چاہت تمنا اور رضا کی مطابق ہی قبلہ تبدیل کر دیں گے۔ قَوْلٍ وَجْهِكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تو اب آپ اپنا چہرہ، اپنا رخ، مسجد حرام ہی کی طرف موڑ لیں۔

ابو قحافہ کے بیٹے عبد اللہ کو کون جانتا تھا سوائے ان کے خاندان، ان کے محلے دار، اور ان کے شہر والوں کے۔ اب اگر وہ ابو بکر کی کنیت اور صدیق کے لقب سے دنیا جہاں کی آنکھ کا تار بنے ہوئے ہیں تو نگاہ مصطفیٰ ﷺ کی خیرات کے سوا اور کیا ہے اور عالم یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ خادم خانہ رسول اللہ ﷺ اپنی چاہت کا اظہار فرماتے ہیں، انی لا حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و احب اعمل لعملم یعنی میں رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں، مجھے یقین کامل ہے کہ دن قیامت کو میں انہی کے ساتھ اٹھایا جاؤں گا اگرچہ میں نے ان جیسے عمل نہیں کئے۔

طائف سے دور بے آب و گیاہ صحراء کے عبو کے فاصلے پر شحمہ گاؤں میں ایک چھوٹے سے مکان میں رہنے والے ابو ذویب کی بیٹی اور ابو کبشہ کے بیٹے کو کون جانتا اگر وہ حضور نبی رحمت ﷺ کی رضاعت کے لئے انتخاب میں نہ آتے۔ ابو ذویب کی بیٹی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ابو کبشہ کے بیٹے حارث رضی اللہ عنہ کو تاریخ کے مقدس صفحات کا حصہ بنا لیا گیا۔ وہ پوری دنیا اسلام کے جذبوں دھڑکنوں اور امنگوں میں بسنے لگے۔

دنیا کہتی ہے کہ حلیمہ تو نے نبی ﷺ کو پالا ہے

میں کہتا ہوں تجھ کو حلیمہ میرے نبی ﷺ نے پالا ہے

مکے کے قرب و جوار کی وادیوں میں خطاب کا بیٹا اونٹ چراتا تھا اور اونٹ سنبھال نہیں

سکتا تھا ایک اونٹ ایک طرف بھاگ جاتا ہے اور دوسرا دوسری طرف۔ ایک کو گھیر کر لاتا ہے تو دوسرا دوسری سمت دور بھاگ کر نکل جاتا ہے یوں وہ سارا دن بھاگ بھاگ کر پھاوا ہو جاتا ہے اور جب ان کی نگاہ ناز کا مطلوب و مراد بنتا ہے تو تینتیس لاکھ مربع میل سے زیادہ دنیا پر تنہا کامیاب ترین حکومت کرتا نظر آتا ہے اور اس کی ہیبت و جلال کا عالم یہ ہے کہ پوری دنیا میں انسانیت کا دشمن، جس نے قیامت تک راہ ہدایت سے انسان کو بہکانے بھٹکانے اور دور لے جانے کی قسمیں کھا رکھی ہیں اور دنیا اس کے شر سے تعوذ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرتی ہے اس کو اگر پتہ چل جائے کہ خطاب کا بیٹا عمر رضی اللہ عنہ آج اس گلی میں سے گذر رہا ہے تو وہ نہ صرف راستہ بدل جاتا ہے بلکہ ڈر کر خوف زدہ ہو کر ویسے ہی اس بستی سے بھاگ جاتا ہے۔

پتھروں کو موم، سینوں کو درد داغ، جگر کو سوز و گداز، پتھر دلوں، قذاقوں کو درد کی میٹھی کسک بے راہروں کو اطاعت شعاری، خشک سوتوں والی آنکھوں کو نم آلودگی، بھٹکے ہوئے آہوں کو خزینہ علم و حکمت، خاندانی، جھوٹی اناؤں کو عجز و انکسار، محسوسات کی فریب خوردگی سے غیر محسوس معبود حقیقی کے حضور میں حضوری کی لذت، بے رحمی و بے مروتی کے گہرے کھڈ میں گرے ہوؤں میں رحمت و رافت کا نکتہ عروج، غیروں کے حقوق غصب کرنے والے اور بے حسی سے پامال کرنے والوں میں فداکاری کا چسکا، انتقامی جذبوں میں صدیوں جلنے والوں کو حسن سلوک اور پاسداری کی نعمتوں کا جھومر، لا قانونیت کی راہ پر چلنے میں فخر کرنے والوں کے ہاتھوں میں اقصاء عالم کی سلطنتوں کو سنبھالنے کی صلاحیتیں، جہالتوں کی دلدل میں لتھڑوں کو علم و عرفان کے آب سے نکھار، ننگ انسانیت کو فخر انسانیت کا مقام، گھر میں آئے مہمانوں کو لوٹ لینے والوں میں جذبہ حقوق و فرائض کی پاسداری، یہ سب کچھ اور اس کے علاوہ اور بھی اتنا کچھ کہ لَا تُحْصُوہَا کے زمرے میں آئے یہ کس کی نگاہ کا فیض ہے۔

میری جانب بھی یہ شان لطف اے جان حیات

وہ نگاہیں جو بدل دیتی ہیں عنوان حیات

ذرا سوچ کر جواب دیجئے گا کہ اگر آپ سرکارِ مہدی ﷺ مکہ مکرمہ یا بیت المقدس میں وصال فرما ہوتے اور وہیں آرام فرما ہوتے تو مدینے کون جاتا۔ دن رات جو ستر ستر ہزار فرشتوں کے غول پر باندھے ادب و احترام سے آتے ہیں کیا وہ کبھی مدینے کا رخ کرتے؟ لاکھوں کروڑوں اور کھربوں انسانوں کی آمد، شام سے مدینہ منورہ تک ریلوے لائن بچھانے کیلئے عالمی دباؤ، ہندوستان، چین، جاپان، روس، چینیا، فرانس، امریکہ، برطانیہ، پاکستان سے کھربوں روپوں کے تحائف مدینہ منورہ کی تمدنی، ثقافتی اور عمرانی پوزیشن کیا یہی ہوتی جو اب ہے۔ یہ مدینے کے چار جانب کھجوروں کی سبز پریاں یوں قطار اندر قطار کھڑی نظر آتیں، نہیں ہرگز نہیں، بلکہ ان وادیوں میں دھول اڑ رہی ہوتی یہ ساری بہار ان کی نگاہِ کرم کی اترن ہے۔

غیر مہذبوں کو مہذب بنایا، بے نام و نشان بدوؤں، مفلسوں، کمزور صحرائیوں کو متحد، طاقتور اور متحرک کر دیا، پرکاہ کو کوہ گراں بنا دیا یہ سب شہہِ خوباں کے جمال کا پرتو ہے۔

تیری غلامی کے صدقے ہزار آزادی
 پڑ گئی جس پہ محشر میں بخشا گیا
 دیکھا جس سمت ابر کرم چھا گیا
 رخ جدھر ہو گیا زندگی پا گیا
 جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
 اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

آپ کی ذات بھی محمد ﷺ ہے

ذات، تشخص کا نام ہے، وجود کا نام ہے جیسے ہم صفات کے بارے کہہ سکتے ہیں کہ ہر وجود کا حسن اس کی صفات سے ہوتا ہے۔ صفات بغیر کسی وجود کے کیا اہمیت کے حامل ہو سکتی ہیں جیسے کہتے ہیں ”پیش ازیں اس خاک کے پتلے کی کوئی ذات نہ تھی“ یا یوں کہتے ہیں ”مال بیجا ہے ذات نہیں بیچی“ گویا درخت پر پتے نہیں، پھول نہیں، پھل نہیں، سبزہ و ہریالی

نہیں، اس کا گھنسا سا یہ نہیں، ٹنڈ منڈ، ننگا اور برہنہ کھڑا ہے، اس سوکھی لکڑی کی کوئی حیثیت نہیں، خوبصورت نہیں بدصورت نہیں نہ کسی کو نفع دیتا ہے نہ نقصان، اس انسان کی کیا حیثیت ہے۔

لیکن یہ حقیقت ایک مسلمہ حقیقت ہے اس سے انکار ممکن نہیں کہ میرے مدوح حضور سرور قلب و جان ﷺ کا ذاتی تشخص بھی محمد ﷺ ہے وہ بچپن اور لڑکپن کا عالم جب آپ ﷺ کسی سے ہم کلام ہونے کی کیفیت میں نہ تھے جب آپ ﷺ بظاہر کسی سے تعلقات کسی سے لین دین کسی سے بات چیت کے مکلف نہ تھے جب آپ ﷺ کی صادق اور امین کی صفات بالکل پوشیدہ تھیں آپ ﷺ اس وقت بھی محمد ﷺ تھے۔ اس وقت آپ ﷺ کا سجدہ ریز ہونا، رَبِّ هَبْ لِي امْتِي کی دعا مانگنا تسلیم نہ کریں لیکن اس حقیقت سے تو دشمن بھی انکار نہیں کر سکتا کہ آپ ﷺ نے اپنی رضاعی والدہ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا دائیں طرف سے ہی دودھ نوش جاں فرمایا ہے اور بائیں طرف کبھی دیکھا بھی نہیں اور اپنے رضاعی بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حق غصب نہیں فرمایا حالانکہ اسکی ماں کی چھاتی میں دودھ کی نہروں کا اہل پڑنا انہی کا صدقہ تھا جیسا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ کربلا میں کھڑے ہونے کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ

پیا سا کھڑا وہ سر تسلیم خم کئے

یہ جانتے ہوئے بھی کہ دریا اسی کا ہے

کوئی مثال لاؤ ایسی کہ اس عمر میں بھی کوئی بچہ اتنے شعور کا مالک ہو۔

آپ یہ حقیقت بھی تاریخ کے اوراق سے کھرچ نہیں سکتے کہ حلیمہ سعدیہ کی سوزیوں کی تیزی ان کے گھر میں انعامات الہیہ کی فراوانی، دودھ کی کثرت، اور دیگر برکات، صرف ایک وجود کی، اسی ایک تشخص کی، اسی ایک ذات کی مرہون منت تھیں، جو ابھی مکلف ہونے کی بظاہر حیثیت میں نہ تھے۔ اب بھی آپ انہیں محمد ﷺ تسلیم نہیں کریں گے نہ کریں ہم تو کرتے ہیں۔

وہ لوگ جو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کے منکر تھے آپ ﷺ کے معجزات دیکھ کر

بھی انکاری تھے آپ ﷺ کا وجود، آپ ﷺ کی گفتگو، آپ ﷺ کا پیغام، آپ ﷺ کے مشن اور آپ ﷺ کی تعلیمات سے اتنے متنفر تھے کہ مارنے اور مرنے پر تل گئے تھے جو آپ کو دکھ دینے، ایذا دینے اور پریشان کرنے میں لذت محسوس کرتے تھے، راستوں میں کانٹے بچھا بچھا کر حسرت دکھ دہی کی مذموم تکمیل پر خوشی و مسرت سے لبریز ہو جاتے تھے وہ جو گندگی بھری اونٹ کی اوجھ کے بوجھ تلے دبا کر قہقہے لگاتے تھے ان کو آپ ﷺ کی صفات عالیہ سے کیا کام ان کو آپ ﷺ کے حسن ظاہری اور حسن باطنی سے کیا مطلب اس کے باوصف وہ اپنی قیمتی اشیاء، اپنا قیمتی سامان، اپنے گھر کے اثاثے، کیوں آپ کے پاس امانت رکھتے تھے صرف اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ اس شخص ﷺ سے ہزار اختلاف سہی پھر بھی اس میں یہ اوصاف تمام و بکمال موجود ہیں کہ کسی سے دھوکا نہیں کرتا کسی سے فریب نہیں کرتا اس لئے کہ وہ محمد ﷺ ہے۔

انہیں اس بات کا احساس بھی تھا وہ اتنے غبی بھی نہ تھے، وہ کور مغز بھی نہ تھے، وہ کند ذہن بھی نہ تھے، وہ سوچتے بھی تھے، کہ ہم جس کو (معاذ اللہ) پاگل، دیوانہ، مجنوں، ساحر، شاعر اور جادوگر کہتے ہیں، اس کی اتنی بد تعریفی کرتے ہیں اس میں اتنے عیب اور اتنے نقص نکالتے ہیں لوگ کیا کہیں گے کہ عجیب احمق لوگ ہیں ایک طرف اسے محمد ﷺ بھی کہتے ہیں اور دوسری طرف اس پر عیب جوئی بھی کرتے ہیں تو انہوں نے اپنی خفت مٹانے کیلئے اپنی بے عزتی کا داغ اپنے چہروں پر ملنے سے بچانے کیلئے آپ کو محمد ﷺ کی بجائے مذموم کہنا شروع کر دیا۔ کیا یہ ان کا ذہنی و فکری اعتراف شکست نہ تھا؟ انہیں تسلیم کئے بغیر چارہ نہ تھا کہ مذموم تو ہم اپنی خفت مٹانے کیلئے کہ رہے ہیں، ہے تو وہ واقعی محمد ﷺ۔

وہ شخص جس کو حضور رحمت عالم ﷺ نے امت محمدیہ کا فرعون کہا وہ جو ایام جاہلیت میں ابوالحکم کہلاتا تھا یعنی انتہائی دانشور گویا وہ ایک طرف اپنے معاشرے کا ذہین ترین دانشور اور سمجھدار انسان تھا دوسری طرف دشمنی و سرکار ﷺ میں اتنا غلو کا شکار تھا کہ اس قوم امت محمدیہ کے فرعون ہونے کا داغ دار تھا وہ بھی تو کئی بار کہہ چکا تھا لوگو! مجھے اس شخص کے محمد

ﷺ ہونے میں کوئی شک نہیں میں اس کی ذات میں کبڑے نہیں ڈال سکتا اس لئے کہ جس کے دادا عبدالمطلب نے جس کا نام محمد ﷺ رکھا ہے وہ واقعی محمد ﷺ ہے مجھے تو صرف اس کی تعلیمات سے انکار ہے۔

آپ کی صفات بھی محمد ﷺ ہیں

دنیا میں کوئی ذات ایسی نہیں جس میں کوئی صفت نہ ہو اچھی یا بری، نیک یا بد، سیاہ یا سفید، خوبصورت یا بدصورت، اعلیٰ یا ادنیٰ، دانا و بینا یا بے وقوف و احمق، عالم یا جاہل، رحم دل یا ظالم، بہر حال کوئی نہ کوئی صفت تو موصوف میں ضرور ہوگی البتہ ان صفات کا کسی میں بتمامہ اور بکمال پایا جانا ضروری نہیں ہو سکتا۔ موصوف سخی تو ہو سکتا ہے لیکن اتنا نہیں ہو سکتا کہ اس کی مثال دی جاسکے۔ وہ متقی و پارسا ہو سکتا ہے لیکن اتنا نہیں کہ دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں وہ لکھاری ہو سکتا ہے لیکن اتنا نہیں کہ اس کی تحریر پڑھے بغیر کسی کو چین نہ آئے۔ وہ عابد و زاہد بھی ہو سکتا ہے لیکن اتنا نہیں کہ اس کی عبادت و ریاضت پر لوگ یا خاندان فخر کر سکے۔ وہ ایک اچھا استاد تو ہو سکتا لیکن ایسا نہیں شاگرد تادم زیست بھول نہ پائے۔

البتہ میرے مدوح حضور سید عالم فخر آدم ﷺ میں پائی جانے والی ہر صفت اپنے موصوف میں اتنے کمال میں پائی جاتی ہے جس کی پوری دنیا میں مثال لانا ممکن ہی نہیں۔

آپ کی صفت نبوت و رسالت

یہ موضوع جتنا اہم ہے اتنا نازک بھی ہے۔ اہم اس اعتبار سے کہ امت محمدیہ کو فخریہ بیان کرنا چاہیے کہ آپ ﷺ کی عظمتوں اور زفتوں کا ذکر محبت و الفت اور عقیدت بڑھاتا ہے جو عین ایمان ہے اور نازک اس اعتبار سے کہ تقابل کرتے ہوئے کسی دوسرے اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی کی شان مبارک میں کوئی ایک جملہ یا لفظ و حرف زبان و قلم پر نہ آجائے جو تخیر کے زمرے میں آئے جس کے بارے میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث پاک بخاری شریف اور مسلم شریف میں موجود ہے جس میں فرمایا گیا لا

تخیر و ابین الانبیاء ہمارے علماء اولین و سابقین اور سلف صالحین علیہم الرضوان نے فضیلت بیان کرنے کو منع نہیں فرمایا، البتہ تخیر بین الانبیاء سے منع فرمایا گیا حکم خداوندی بھی ہے لَا نَفَرْتُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ کہ اہل ایمان یہ کہتے ہیں کہ ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے جیسے یہود و نصاریٰ نے بعض انبیاء و رسل کی نبوت اور رسالت کو تسلیم کیا اور بعض کی نبوت و رسالت کو تسلیم نہیں کیا۔ ہم سب کو مانتے ہیں ان کی عظمت ان کی شان سب تسلیم کرتے ہیں۔

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ

میں سب کو مانتا ہوں مگر عتقنی ﷺ کے بعد

البتہ اسی سورہ بقرہ میں یہ آیت مبارکہ بھی ہے کہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ۔ یعنی یہ وہ عظیم الشان رسول ہیں جن کے بعض پر بعض کو ہم نے فضیلت بخشی ان میں کچھ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور ان میں سے کچھ اور بھی ہیں جن کے ہم نے درجات بلند کر دیئے ہیں۔

اسی آیت مبارکہ کی روشنی میں ہم اپنے مدوح و مکرم سید الانبیاء و رسل ﷺ کی فضیلت بیان کرنے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ یذ بیضاداری

آنچه خوباں ہمہ دارند تو تنها داری

حضرت آدم علیہ السلام اور رسالت محمد یہ صلی علیہ وسلم

قرآن پاک میں حضرت آدم علیہ السلام کے ذکر میں ارشاد ربانی ہے۔

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا (بقرہ: 31)

”کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام اسماء کی تعلیم دی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم دینا ان کو بطور شاکر و ربانی متعارف کرانا ان کا مدوم و فضائل میں پایہ تمام تک پہنچنا ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور اسی اعزاز کے پیش نظر تمام

فرشتوں کے سران کے حضور جھکا دینا معراج عظمت ہے۔ ہزاروں اور لاکھوں سلام ہوں آپ ﷺ پر۔

ہمارے ممدوح مکرم و معظم ﷺ کے بارے میں ارشاد ہوا۔

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ (النساء: 113)

”یعنی آپ کو وہ کچھ سکھا دیا گیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔“

الرَّحْمَنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْآنَ ۖ خَلَقَ الْإِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۖ (الرحمن)

”یعنی وہ رحمن ہے جس نے قرآن کی تعلیم دی اس نے عظیم الشان انسان کی تخلیق فرمائی اس کو بیان سکھایا۔“

ہمارے جدا کرم حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم اسماء ہوئی اور حضور ممدوح حضرت محمد ﷺ کو تعلیم حقیقت اشیاء عالمین ہوئی قرآن مجید کی تعلیم بھی خود خالق ارض و سما نے فرمائی آپ کا پہلا سبق ہی اقراء ہوا۔

حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام معلم باری تعالیٰ ہوئے اور عالم اسماء کل ہوئے تو نتیجہ تمام فرشتوں کے مسجود ہوئے اور جن کو حقیقت عالم و عالمیان کی تعلیم دی گئی ان کی عظمت کا اندازہ یقیناً حد امکان سے ماوریٰ ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم اسماء کلی کے بعد اس کو آگے تعلیم دینے کی ذمہ داری نہیں سونپی گئی جبکہ ہمارے کریم و مہربان آقا و مولا ﷺ کو استاد عالم کل بنا دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۖ (البقرہ)

”یعنی یہ رسول معظم و مکرم تمہیں تعلیم کتب و حکمت سے بھی سرفراز فرمائے گا اور ایسے علوم و معارف کی تعلیم بھی دے گا جو تم نہیں جانتے۔“

الکتاب یعنی قرآن حکیم جو خلاصہ جملہ شرائع الہیہ ہے اور جملہ کتب سماوی کا نچوڑ بھی ہے۔ ان تمام شرائع اور کتب کا ناخ بھی ہے۔ یعنی ہدایت و حکمت کے حصول کیلئے وہ تمام

شریعتیں اور کتابیں اپنی جگہ حق و صداقت کی علامت ہوں بھی پھر بھی ان سے اخذ فیض نہیں کیا جاسکتا بلکہ فیوض و برکات روحانی و وجدانی اور فیوض و برکات دینی و دنیوی کیلئے اب رجوع صرف قرآن حکیم سے ہے اور اس کتاب سے فیض کے حصول کیلئے صرف اور صرف معلم کتاب و حکمت سے رجوع ہی جائز ہوگا جو صرف کتاب ہی نہیں سکھائے گا بلکہ اس میں پوشیدہ حکمتیں اور کائنات کے اندر سمائی ہوئی، چھپی ہوئی اور بکھری ہوئی حکمتوں کی تعلیم دے گا۔

السلام اے امی و استادِ کل

السلام اے صاحبِ ارشادِ کل

حضرت سیدنا آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَىٰ آدَمَ مِنْ قَبْلِ قَنبَسَی (طہ: 115)

”یعنی ہم نے آدم (علیہ السلام) سے پہلے عہد لیا تھا لیکن وہ بھول گئے۔“

بھول ہو جانا ایک فطری امر ہے جو بشریت کا لوازمہ ہے لیکن اس میں بھی ”بھول ہو جانا“ اور ہے۔ ”بھول جانا“ اور ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہو گئی جو فطرت انسانی ہے اور بھول جانا یہ غفلت کی علامت ہے جو شانِ نبوت کے خلاف ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بھول ہو گئی جو معاف ہو گئی۔

بھول ہو جائے تو توبہ سے معاف ہو جاتی ہے اور اگر کوئی بھلا دے تو اس کی سزا کا انداز اتنا بھیانک ہے کہ اس کے تصور سے بھی دل کانپ اٹھتا ہے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ

الْفٰسِقُونَ ﴿١٦﴾ (الحشر)

”یعنی ان نادانوں کی مانند نہ ہو جانا جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا پس اللہ تعالیٰ

نے ان کو خود فراموش بنا دیا ہے۔ یہی نافرمان لوگ ہیں۔“

اس آیت مبارکہ کی وضاحت و تشریح میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ بڑی اہم حقیقت کی طرف بڑے ہی دلنشین پیرائے میں متوجہ کیا جا رہا ہے بتایا، جو خدا کو فراموش کر دیتا ہے وہ صرف خدا فراموش ہی نہیں ہوتا وہ خود فراموش بھی ہو جاتا ہے اسے اپنے نفع و نقصان کا صحیح اندازہ ہی نہیں ہوتا وہ سوچتا ہے یہ کام اس کیلئے مفید ہوگا اس کی فارغ البالی کا سبب بنے گا اس کی عزت کو چار چاند لگائے گا اس کے اقتدار کو استحکام بخشے گا دراصل وہ کام اس کی ہلاکت کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔ تاریخ انسانی میں اس کی بیسیوں نہیں سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل کے بچوں کا قتل عام جاری رکھا تا کہ کوئی بچہ ایسا جنم نہ لے سکے جو کل اس کے اقتدار کو مسمار کر دے۔ لیکن یہی اقدام اس کی غیر مقبولیت کا سبب بنا بنی اسرائیل بھی ہمیشہ کے لئے اس سے متنفر ہو گئے اپنی قوم میں بھی اس کی حیثیت ایک ظالم قاتل کی ہو گئی۔ ابو جہل، ابولہب اس لئے اسلام میں داخل نہ ہوئے کہ ان کی چودھراہٹ ختم ہو جائیگی وہ اب قوم کے سردار ہیں مسلمان ہونے کے بعد انہیں اللہ تعالیٰ کے رسول کا غلام بن کر رہنا پڑے گا کہ جو شخص خدا فراموش ہوتا ہے وہ خود فراموش بھی ہوتا ہے۔ اپنا خیر اندیش بھی وہی ہوتا ہے جو اپنے رب کے ذکر کی شمع کو روشن رکھتا ہے کس عمدگی سے ذکر الہی کے ترغیب دلائی گئی ہے۔

(ضیاء القرآن جلد پنجم ص ۲۸-۲۹)

اس کو بھول جانا کہتے ہیں یہ انبیاء سے نہیں ہو سکتا ہاں بھول ہو جانا اور بات ہے جو فطرت بشریت ہے حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق اسی بھول ہو جانے کا تذکرہ ہے جبکہ ہمارے آقا و مولا ﷺ کی عظمت دیکھئے ان سے بھول ہو جانے کی فطرت بشریت بھی ختم کر دی گئی کہ یہ عیب بھی لباس بشریت میں رہتے ہوئے بھی نہیں رہنا چاہئے کہ آپ کی ذات گرامی محمد ﷺ ہے ملاحظہ فرمائیے۔

سَقِرْ لَكَ فَلَا تَنْسَى ① (اعلیٰ)

”ہم آپ کو پڑھائیں گے اور آپ بھولیں گے نہیں۔“

اس آیت مبارکہ میں سُنُقِرِ نِكَ فاعل خود باری تعالیٰ ہے جو المقری ہو کر حضور ﷺ کو حرفاً حرفاً پڑھانے والا ہے اور پھر خود ہی صفت نسیان کی نفی فرمانے والا ہے۔

یہاں ایک امر وضاحت طلب ہے کہ احادیث صحیحہ میں تین واقعات کا ذکر ملتا ہے جن میں حضور نبی رحمت ﷺ سے سہو کی نسبت کی گئی۔ ایک حدیث مبارکہ ذی الیدین میں آپ ﷺ کا دو رکعت میں سلام پھیر دینا اور دوسرا حدیث مبارکہ ابن الجینہ میں دو رکعت سے قیام فرمانا اور تیسری حدیث مبارکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں پانچ رکعت کا پڑھا جانا مذکور ہے۔ اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ احادیث مبارکہ سُنُقِرِ نِكَ فَلَا تَنْسَى ① سے معارض نہیں ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ آیت مبارکہ میں نسیان ہے جس میں غفلت اور ذہن کی پراگندگی کا عنصر شامل ہوتا ہے جبکہ سہو ایہ بات نہیں ہوتی اس کی وضاحت بھی انہی میں سے ایک حدیث مبارکہ میں موجود ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے چار رکعت کے بجائے دو پر سلام پھیر دیا تو ایک صحابی نے عرض کیا۔ اقصرت الصلوة ام نسیت یا رسول اللہ۔ کیا نماز ہی کم ہو گئی ہے یا آپ بھول گئے ہیں یا رسول اللہ ﷺ تو حضور عالم علم و حکمت ﷺ نے فرمایا و لیس کذا لک ان دونوں میں سے کچھ نہیں ہوا۔ انہوں نے عرض کیا حضور کچھ تو ہوا ہے کہ چار کی بجائے دو پڑھی گئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ فعل مجھ سے سرزد نہیں ہوا بلکہ بھلا دیا گیا ہوں گویا بتانا مقصود تھا کہ یہ میرا بھلایا جانا بھی آپ لوگوں کی تعلیم کیلئے ہے کہ جب تم نماز پڑھتے ہوئے بھول جاؤ تو تم اس کمی کو اس خطا کو کیسے مکمل کرو۔ (اوکما قال رسول اللہ ﷺ)

اللهم صل و سلم علی حبیبہ محمد و آلہ و بارک و سلم۔

۳۔ حضرت سیدنا آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ

تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَتَلَقَّ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ (البقرہ: 37)

”یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے رب کی طرف سے چند کلمات ملے تو اللہ تعالیٰ

نے آپ کی طرف نظر رحمت فرمائی۔“

گویا آپ کی وہ خطا جس میں لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا والی شان شامل تھی یعنی ہم نے آدم علیہ السلام کی طرف سے اس خطا کرنے کا ارادہ نہیں پایا بس خطا ہونی تھی ہوگی البتہ چونکہ بڑوں کی خطا بھی بڑی ہوتی ہے اس خطا کو معاف کرنے کیلئے چند کلمات تعلیم دیئے جو انہوں نے ادا کئے تو اللہ رب العزت نے ان پر نظر رحمت فرمائی۔

دوسری طرف حضور رحمت عالم و عالمیان ﷺ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

وَيَسَّخُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَ يُحْيِي الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ

الضُّدِّ ۗ ﴿٣٠﴾ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ (الشوریٰ)

”یعنی وہی اللہ تعالیٰ باطل کو مٹانے والا ہے اور حق کا اپنے کلمات سے ثابت کرنے

والا ہے اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرمانے والا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں بھی حضور معلم علم و حکمت ﷺ کو عطا کئے جانے والے کلمات

کا ذکر ہے وہ کلمات تھے اکیلے حضرت آدم علیہ السلام کی خطا کی معافی کیلئے اور یہ کلمات ہیں

مجموعی طور پر باطل کو مٹانے کیلئے اور حق کو ثابت کرنے کیلئے اور اپنے بندوں کی توبہ قبول

کرنے کیلئے سبحان اللہ کتنا واضح فرق ہے۔

ان کلمات کا القاء آدم و حوا کی دعا کی قبولیت کیلئے تھا۔ ان کلمات کا نزول قانون

فطرت کے ثبوت کیلئے ہے یعنی باطل کا مٹانا عین قانون فطرت ہے اور حق کا ثابت ہونا بھی

عین قانون فطرت ہے اور اس کا اپنے بندوں کی دعا کی قبولیت عمومی رحمت کی حسین جھلک

ہے اور انعام حضور رحمت عالم ﷺ کے لئے خاص ہے۔

اللهم صل على محمد و آله بقدر حسنہ و جمالہ

۴۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضور رحمت عالم ﷺ ہر دو عظیم شخصیتوں کے حوالے

سے قرآن پاک میں ایک شجرہ یعنی ایک درخت کا ذکر موجود ہے دونوں مقامات پر درخت کا

تذکرہ کیجئے اور ہر دو درختوں کی حیثیت و اہمیت اور مقام و مرتبہ اور اس درخت کے حوالہ سے

ان ہر دو مبارک ہستیوں کا تذکرہ پڑھئے اگر واضح فرق دیکھ کر محبت رسول ﷺ دیکھ کر جذبات محبت کے دھارے میں بہہ نہ جائیں تو فقیر کا گریبان حاضر ہے۔
ایک طرف ارشاد ربانی ہے۔

وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۲۰﴾ فَآزَتْهُمَا
الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ
لِبَعْضٍ عَدُوٌّ (البقرہ)

”یعنی اے آدم و حوا، تم دونوں کو یہ حکم ہے کہ تم دونوں نے اس درخت کے قریب بھی نہیں جانا ہے ورنہ اپنے اوپر زیادتی کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔“
(لیکن ہوا یہ) کہ شیطان نے ان دونوں کو پھسلا دیا۔ (نتیجہ) ان دونوں کو اس جنت میں سے (جس میں وہ رہتے تھے) نکال دیا اور ہم نے کہا اب زمین پر اتر جاؤ تم آپس میں بعض میں سے بعض کے دشمن ہو گے۔

الف۔ سب سے پہلا حکم۔ حکم امتناعی ہے کہ تم دونوں نے اس درخت کے قریب بھی نہیں جانا لیکن دونوں شیطان کے پھسلانے میں غیر اختیاری طور پر آ گئے۔
ب۔ درخت کے قریب جانے کی صورت میں اور حکم امتناعی پر عمل نہ ہونے کی صورت میں صرف ظالمین میں شامل ہونے کی خبر جو عملاً ہو گئی اور آپ دونوں اپنے اوپر زیادتی کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔

ج۔ حکم امتناعی پر عمل نہ ہونے کی صورت میں اور شیطان کے بہکاوے میں آ جانے کی صورت میں جو نتائج نکلے وہ ہیں جنت سے نکلنا، زمین پر اترنا، ظالمین کی صف میں شامل ہونا، زمین پر رہنے کی صورت میں باہمی زنجشیں ناراضگیاں دشمنیاں گلے پڑ گئیں۔
دوسری طرف حضور سرور قلب و جاں، پاک و منزہ از نسیاں ﷺ کے حوالے سے ایک شجر ایک درخت کا تذکرہ ہے تلاوت فرمائیے۔
ارشاد گرامی ہے۔

لَقَدْ رَاضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ
مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَ
مَعَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ (الفتح)

”یعنی اللہ تعالیٰ ان اہل ایمان سے راضی ہو گیا جب وہ ایک درخت کے نیچے
آپ ﷺ سے بیعت کر رہے تھے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے یہ بات کہ ان
کے دلوں میں کیا ہے تو ان پر سیکڑہ اتاری گئی اور بہت جلد ان کو فتح قریب تک
پہنچا دیا۔“

اس آیت مبارکہ میں بھی ایک شجر اور ایک درخت کا ذکر ہے جس شجر کی نسبت ایک اعتبار
سے حضور نبی کریم ﷺ سے ہے۔ ہم سطور ذیل میں چند ایک امور پر گفتگو کرتے ہیں۔
الف۔ حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوعہ تھا اس کے قریب تک جانے سے منع کر دیا گیا
تھا اور اس درخت کے سائے میں حضور ﷺ اتفاقاً دوران سفر سایہ کی خاطر بیٹھ گئے اور
عام سا ایک درخت جو کسی صحرا میں تھا صرف حضور سرور قلب و جان ﷺ کی نسبت سے
عظمت و شان کا پیامبر بن گیا کہ چونکہ آپ اس درخت کے سائے میں بیٹھے ہیں اس لئے
اب یہ کوئی عام سا درخت نہیں تھا بلکہ آپ کے یہاں تشریف لانے سے پہلے اس شجر ممنوعہ
یعنی جنتی درخت کے مقابلہ میں اس کی کوئی حیثیت نہیں تھی وہ جنتی عظیم تر درخت، یہ زمین کا
ایک عام سا درخت بس ممدوح رب العالمین ﷺ کے اس کے نیچے بیٹھنے کی وجہ سے
عظمت کا مینار بن گیا۔

ب۔ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا اس درخت کے قریب جانا ناراضگی رب العالمین کا
سبب ہوا۔ خروج جنت، ہبوط زمین اور کئی ایک دیگر عوامل کا باعث بن گیا جبکہ سرور ہر دو عالم
ﷺ کا اس درخت کے نیچے بیٹھنا اصحاب رسول (ﷺ) رضی اللہ عنہم کا درخت کے
سائے میں آ کر حضور ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنا بھی محمود ہو گیا اور رضوان
الہی کی نعمت کے حصول کا ذریعہ بن گیا۔

ج۔ درخت کے نیچے بیٹھ کر رحمت عالم ﷺ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کرتے ہوئے اہل ایمان کے دلوں کے جذبات جو بھی تھے ان سے واقف ہونے کا اعلان اتنے خوبصورت انداز میں کرنا اس بات کی شہادت ہے کہ وہ اتنے پاکیزہ مقدس اور جاں نثاری سے بھرپور تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ان کے دلوں کے رازوں کو نگاہ پسندیدگی سے دیکھنا کتنا بھلا لگ رہا ہے۔

د۔ اس درخت کے نیچے حضور پر نور ﷺ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے کا صلہ نزول سکینہ، خوشنودی فتح مبین کی خبر اور کثیر مال غنیمت کا ہاتھ میں آنا بہر حال نتائج قرب شجرہ ممنوعہ سے کروڑ درجہ بہتر ہیں۔

اگرچہ اس آیت مبارکہ میں اور بھی کثیر انعامات پر گفتگو کی جاسکتی ہے لیکن خوف طوالت دامنگیر ہے ان چند میں رفعت شان ممدوح دو عالم ممدوح رب العالمین ﷺ کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔

اللهم صل و سلم و بارک علی سیدنا محمد و آلہ و بارک و سلم۔
ر۔ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے ایک خبریوں ارشاد فرمائی

ارشاد گرامی ہے

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ (البقرہ: 38)

”اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو انہوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔“

دوسری جانب فرشتوں ہی کے حوالے سے حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کا تذکرہ بھی بڑا دلفریب و دلنواز اور دلگداز ہے ملاحظہ فرمائیے۔
ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ (احزاب: 56)

”کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی رحمت ﷺ پر صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں۔“

سبحان اللہ۔

آپے چند لمحات کیلئے ان ہر دو آیات کے زمرے میں غور کرتے ہوئے محبت و عشق ممدوح کائنات ﷺ سے سرشار ہوتے ہیں۔

الف۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کا اعتراف کراتے ہوئے فرشتوں کو جو سجدے کا حکم دیا تو اس کے فاعلین سجدہ صرف ملائکہ ہیں خود اللہ تعالیٰ کی ذات نہیں جبکہ حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کیلئے صلوٰۃ کے فاعل کی حیثیت صرف فرشتوں کی نہیں بلکہ اس میں ذات باری تعالیٰ کی ذات خود بھی فاعل ہے حالانکہ بے نیازی عالم اس کی شان لم یزلی ہے فاعل صلوٰۃ علی النبی ﷺ فرشتوں کی بامر ربی اعتراف عظمت مصطفوی ﷺ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا فاعل صلوٰۃ ہونا صرف شفقت و محبت اور عطا و کرم کی بنیاد پر ہے۔ ﷺ

ب۔ حضرت آدم علیہ السلام کی وقوع سجدہ ملائکہ صرف ایک بار ہو اس سے پہلے یا اس کے بعد اس فعل کا صدور ملائکہ کی طرف سے کہیں مذکور نہیں نہ قرآن پاک میں اور نہ کسی حدیث مبارکہ میں البتہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ﷺ کیلئے فعل صلوٰۃ کیلئے جو صیغہ قرآن پاک میں استعمال ہوا وہ فعل مضارع کا ہے جس کا فطری امر استمرار ہے یعنی مستقل طور پر ہوتے رہنا۔ معلوم ہوا کہ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کیلئے صلوٰۃ کا نزول خواہ وہ ذات باری تعالیٰ کی طرف سے ہو یا فرشتوں کی طرف سے ہر دو طرف سے فعل استمرار پر ضلالت کرتا ہے۔ یعنی جبکہ تخلیق انوار محمدی ﷺ ہوتی ہے اللہ تعالیٰ تو تب سے تعریف مصطفیٰ ﷺ بلندی و رفعت شان مصطفیٰ ﷺ فرما رہا ہے اور جب سے ملائکہ کی تخلیق ہوئی ہے خواہ وہ ماضی بعید میں تھی یا ماضی قریب میں مسلسل ہو رہی ہے حال میں بھی جاری ہے اور استقبال میں بھی جاری رہے۔ ﷺ دائماً ابداً

ج۔ صلوٰۃ علی النبی ﷺ کے استمرار اور دوام کی کیفیت بھانپ کر اہل علم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل و علی کی حمد و ثنا کائنات ارضی و سماوی کی ہر مخلوق کرتی رہتی ہے۔

إِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يَسْبِغُ بِحَمْدِكَ (اسراء: 44)

”یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جو اسکی تسبیح و تحمید اور تہلیل میں ہمہ وقت مصروف نہ ہو۔“
لیکن قیامت آئے گی تو ہر چیز فنا ہو جائے گی تو کوئی تسبیح و تحمید بیان کرنے والا زندہ نہ رہے گا حتیٰ کہ موت کو بھی موت آ جائیگی لیکن صرف ایک ذات ہے جسے موت نہیں۔
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝ (الرحمن)
”یعنی ہر چیز فنا ہو جائے گی اور اے محبوب (ﷺ) صرف تیرا رب صاحب جلال و اکرام ہی باقی رہے گا۔“

گویا اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف اور حمد و ثنا بیان کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور اے محبوب ﷺ! صرف تیرا رب صاحب جلال و اکرام رہے گا (شاید اس کا مفہوم یہ ہو، کہ تیرا حمد و ثنا اور توصیف و تکریم اور صلوة بھیجنے کا عمل جاری رکھنے والا باقی رہے گا)۔ واللہ اعلم و رسوله بالاصواب۔

اللهم صل و سلم دائماً ابداً على حبيبك خير الخلق كلهم۔

د۔ فرشتوں کو حکم سجدہ کرنے کے پس منظر میں جو سابقہ آیات میں بیان ہوا وہ علم آدم علیہ السلام ہے جب فرشتے علم کے معاملے میں اپنے عجز کا اظہار کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی فوقیت علم کو علت بنا کر فرشتوں کو حکم سجدہ ارشاد فرمایا لیکن حضور پر نور ﷺ کی تعریف و توصیف یا طلب عطا و رحمت کیلئے جو حکم دیا گیا ہے اس میں کوئی علت بیان نہیں کی گئی کہ چونکہ وہ وجہ تخلیق کائنات ہیں اس لئے ان پر صلوة بھیجو چونکہ امام الانبیاء والمرسلین ہیں اس لئے ان پر صلوة بھیجو چونکہ وہ عَلَمٌ تَكُنْ تَعَلَّمُ کے سزاوار ہیں اس لئے ان پر صلوة بھیجو۔ یعنی کوئی علت بیان نہیں کی گئی کیونکہ ان کی کوئی ایک صفت ہو جو بہت قابل تعریف ہو تو اس کا ذکر کیا جاتا چونکہ ان کی ہر ادا، ان کا ہر فعل، ان کا ہر قول، ان کا ہر امر قابل صد تحسین ہے، قابل تعریف ہے، قابل صد ستائش ہے، اس لئے کسی ایک دو صفت کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ فرمایا چونکہ آپ ہمہ صفت موصوف ہیں اس لئے ان کے حضور صلوة بھیجتے

رہا کرو۔

د۔ حضرت آدم علیہ السلام کو حکم سجدہ کی تعمیل میں ایک استثناء بھی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ہر فرشتے نے سر جھکا دیا صرف ایک ابلیس تھا جس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ حکم خداوندی کوئی معمولی امر تو نہ تھا لیکن کسی ایک کا بھی اس حکم کو نہ ماننا خوب کھٹکا اس انکار کی جو سزا ملی وہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے لیکن حکم عدولی کا فعل انتہائی گستاخی پر محمول کیا گیا لیکن جب محبوب ذوالکرم والاحسان ﷺ کے حضور صلوة بھیجنے کی بات آئی تو ان گنت فرشتوں میں سے ایک بھی نہیں جس نے اس حکم کی تعمیل میں کوتاہی کی ہو۔

اللہ تعالیٰ کی صلوة یہ ہے کہ ثناء ہ، علیہ عند الملائكة کہ وہ ملائکہ کے سامنے اپنے محبوب ﷺ کی تعریف و توصیف بیان کرتا ہے فرشتوں کی صلوة یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے محبوب ﷺ کی شان و عظمت کی بلندی کی دعا کرتے رہتے ہیں اہل ایمان کی صلوة یہ ہے کہ وہ حضور ﷺ اور ان کی آل اولاد کیلئے طلب رحمت و برکت کیلئے دعائیں کرتے رہتے ہیں معلوم ہوا کہ حضور ہمارے محمود و مطلوب و مقصود حضرت محمد ﷺ کی شان و صفت، نبوت و رسالت ہر اعتبار سے بلند ہے ارفع و اعلیٰ ہے۔

صلى الله على حبيب محمد و آله اصحابه وبارك وسلم۔ دائماً ابداً

حضرت ادریس علیہ السلام اور ہمارے ممدوح

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ کا اسم گرامی اخنوخ ہے۔ آپ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ سب سے پہلے رسول ہیں۔ آپ کے والد حضرت شیث ابن آدم علیہ السلام ہیں۔ سب سے پہلے قلم سے آپ ہی نے لکھا، کپڑوں کو سینا آپ ہی نے شروع کیا اس سے پہلے لوگ جانوروں کی کھالیں اوڑھتے تھے۔ ہتھیار، ترازو، اور اوزار بھی سب سے پہلے آپ ہی نے بنائے۔ علم نجوم و حساب آپ ہی نے شروع کیا، آپ پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔ آپ کتب الہیہ کا بہت درس دیتے تھے اسی سے آپ کا لقب ادریس مشہور ہوا یعنی بہت زیادہ درس دینے والے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا دور امامت و نبوت حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے درمیان کا ہے۔ صحیح بخاری شریف کی ایک روایت کے مطابق حضرت الیاس علیہ السلام کوئی علیحدہ نبی نہیں بلکہ یہ نام بھی حضرت ادریس علیہ السلام کا ہے اس لئے ہم اس مقام پر دونوں ناموں کے حوالے سے ایک جگہ پر تذکرہ کرتے ہیں۔

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِذِ الْيَسَّىٰ (مریم: 56)

۱۔ حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۝ (مریم)

یعنی ”حضرت ادریس علیہ السلام واقعہ سچے اور راست گو نبی تھے۔“

یہ اعزاز حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حصہ میں بھی آیا۔

وَإِذْ كُنَّا فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ۔ (مریم: 41)

إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا ۝ (مریم)

”کتاب میں ابراہیم علیہ السلام وہ بھی واقعہ سچے اور راست گونبی تھے۔“
یوں تو سارے انبیاء کرام ہی سچے تھے اپنے قول میں، اپنے فعل میں، اپنے عمل و کردار میں، اپنے پیغام میں، ہر اعتبار سے سچے تھے، لیکن حضور مخدومی محترمی محمود و مقصود من حضرت محمد رسول ﷺ کی نبوت و رسالت میں صفت و صداقت ایسے کمال کو پہنچی ہوئی تھی کہ کوئی بدترین دشمن بھی اعتراف کئے بغیر نہ رہتا تھا۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۳۳﴾ (زمر)

اس مقام پر الٰذٰی جَاءَ بِالصِّدْقِ سے مراد پیکر صداقت ممدوح کائنات ارضی و سماوی ﷺ ہیں۔ اور ایک روایت کے مطابق وصدق بہ کے فاعل بھی آمنہ کے لال چودہ طبق کے والی حضور پر نور ﷺ ہیں یعنی پیغام حق و صداقت لے کر آئے اور اس کے حق اور سچ ہونے کی خود بھی تصدیق کی اور آپ کی اطاعت و اتباع میں جس جس نے بھی اس کی تصدیق کی وہ سب مل کر وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ کے زمرے میں شامل ہو گئے۔ حضرت ادریس علیہ السلام کی صداقت، راست گوئی اور سچائی کے تذکرے میں آپ کے پیغام کی تصدیق کرنے والے آپ کے امتیوں کی صداقت کا کوئی تذکرہ نہیں جبکہ ممدوح ہر دو عالم ﷺ کی سچائی، راست گوئی، اور صداقت کے ساتھ اسی آیت مبارکہ میں آپ کے پیغام حق و صداقت کی تصدیق کرنے والوں کا تذکرہ فرما کر متقی و پرہیزگاری کا نورانی تاج ان کے سروں پر سجایا۔ سبحان اللہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

۲۔ حضرت سیدنا ادریس علیہ السلام کے متعلق دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

وَمَا فَعَلَهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۳۴﴾ (مریم)

”ہم نے انہیں علوم مرتبت عطا کیا۔“

یا اس کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے ان کو آسمانوں پر اٹھالیا۔ صحیح بخاری و مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سید عالم معراج کے دلہا ﷺ نے معراج کی شب حضرت ادریس علیہ

السلام کو چوتھے آسمان پر دیکھا اور آپ سے ملاقات فرمائی۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا میں موت کا مزا چکھنا چاہتا ہوں تم میری روح قبض کر کے دکھاؤ انہوں نے حکم کی تعمیل کی آپ کی روح مبارک قبض کر کے آپ کو واپس لوٹادی آپ زندہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا اب مجھے جہنم دکھاؤ تاکہ مجھے خوف الہی زیادہ ہو چنانچہ یہ بھی کیا گیا اور آپ جہنم پر سے گزر گئے پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا مجھے جنت دکھاؤ تاکہ میں اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر گزار بندہ بن جاؤں چنانچہ یہ بھی کر دیا گیا اور آپ کو جنت میں پہنچا دیا گیا تھوڑی دیر انتظار کے بعد ملک الموت نے عرض کیا حضور! اب آپ واپس تشریف لے چلیں آپ نے فرمایا: میں تو اب یہاں سے نہیں جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (آل عمران: 185)

”ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے“ وہ میں نے چکھ لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا (مریم: 71)

”تم میں کوئی بھی ایسا نہیں جو جہنم پر سے نہ گزرے“ وہ بھی میں گزر گیا اب میں جنت میں پہنچ گیا ہوں۔

اس لئے میں اب جنت میں جا کر باہر دنیا میں نہیں جاؤں گا حضرت عزرائیل ملک الموت علیہ السلام کی پریشانی دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا حضرت ادریس علیہ السلام نے جو کچھ کیا ہے وہ میرے اذن سے ہی کیا ہے اس لئے اب آپ جنت ہی میں رہیں گے چنانچہ آپ جب سے جنت میں ہی ہیں۔ کنز الایمان ص 495

اس گزشتہ آیت مبارک میں اور گزشتہ مذکور واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے کہ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۱۹﴾ ”آپ کی رفعت مکان علیا کی ہے“ جس پر آپ جب سے اب تک فائز ہیں۔

رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ

اب ہم رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ کی طرف رجوع کرتے ہیں جو آپ کی صفت نبوت و رسالت ہے۔ جس میں آپ تمام انبیاء و رسل سب میں ممتاز ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانشراح میں دیگر انعامات کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴿۱﴾ (الانشراح)

”اور ہم نے آپ کے ذکر کو آپ ہی کی خاطر بلند کر دیا۔“

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

تَرْفَعُهُ دَرَجَاتٍ مِّنْ تَشَاءُ ۗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿۱۰﴾ (یوسف)

”ہم جس کے چاہتے ہیں درجات کو بلند کر دیتے ہیں اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے۔“

اگرچہ یہ تذکرہ تو حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک اصول اور ایک حقیقت بیان کر دی ہے کہ ہم جس کے چاہتے ہیں درجات کو بلند کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ہر علم والے سے بڑھ کر دنیا میں علم والا موجود ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر عالم کے اوپر اس سے زیادہ علم رکھنے والا دنیا میں موجود ہے حتیٰ کہ یہ سلسلہ ذات باری تعالیٰ تک جا پہنچتا ہے کہ اس کا علم سب کے علم سے برتر ہے۔

درجات کا سلسلہ اگر علم کی دنیا تک محدود نہ رکھا جائے تو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ ہر حسین سے بڑھ کر دنیا میں حسین موجود ہیں یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ جمیل کی شان والی ذات تک جا پہنچتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک شخص حسین ہے اس کے حسن کے سحر میں مجو بیٹھے ہوں تو ایک اور حسین سامنے آجاتا ہے اور اس حسن کے انداز میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور سامنے آجاتی ہے جو پہلے سے زیادہ ہوتی ہے اور بعض اوقات تو ہم تقابل کرتے ہوئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس حسین میں پہلے حسین سے کون سا عضو زیادہ حسین ہے بس حسن کی ایک جھلک ایسی ہوتی ہے جو دوسرے میں نہیں ہوتی اسی طرح یہ سلسلہ آگے آگے بڑھتا چلا جاتا

ہے حتیٰ کہ اللہ جمیل و یحب الجمال شان والے خالق حسن و ادا تک جا پہنچتی ہے۔

تیرے خلق کو حق نے عظیم کہا، تیری خلق کو حق نے جمیل کیا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا، تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

ہر طاقت والے سے بڑھ کر طاقت والا، ہر بڑے اختیار والے سے بڑھ کر اختیار والا، ہر حسن تدبیر سے بڑھ کر حسن تدبیر کرنے والا، ہر حسن تکلم سے بڑھ کر حسن تکلم والا، ہر صفائی پسند سے بڑھ کر صفائی پسند، ہر دولت مند سے بڑھ کر دولت مند، اسی طرح ہزاروں نہیں لاکھوں شعبہ ہائے زندگی کی بکھری رعنائیوں میں ڈوبنے والے دیکھ سکتے ہیں کہ بات کہاں پہنچتی ہے اور ہر کمال، ہر خوبی، ہر حسن کی انتہا اس ذات والا صفات تک پہنچتی ہے جو ان سب کا خالق ہے اور دوسری طرف ساری مخلوقات کی رعنائیوں کی انتہا اور آخری نکتہ اور ذات باری سے نیچے بہت نیچے صرف ایک ذات ہے جو میری اور تیری ممدوح ہے ممدوح کائنات ہے اور ممدوح رب کائنات ہے جو مخلوق میں سب سے ارفع، سب سے اعلیٰ، سب سے بلند، سب سے حسین، سب سے جمیل، سب سے علیم، صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

میں نے یہ اپنے بڑوں سے سنا ہے

کہ صرف ایک اللہ ہی ان سے بڑا ہے

☆☆☆

یا صاحب الجمال و یا سید البشر

من وجھک المنیر لقد نور القمر

لا یمكن الشاء كما كان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ذکر مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے خود نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اتانی جبرائیل وقال ربک یقول اتدری کیف رفعت ذکرک قلت

اللہ تعالیٰ اعلم قال اذا ذکرک ذکرک معی۔

یعنی ایک روز جبرائیل علیہ السلام حاضر اقدس ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کا ذکر کیسے بلند کر دیا ہے۔ میں نے کہا یہ تو اللہ تعالیٰ ذکر بلند کرنے والا ہی بہتر جانتا ہے تو جبرائیل نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”آپ کا ذکر اس انداز سے بلند کر دیا گیا ہے کہ اب جہاں میرا ذکر ہو گا وہیں تیرا ذکر بھی ہو گا“۔

اسی حدیث پاک کی روشنی میں دیکھا جائے تو کوئی شخص مسلمان ہونے کیلئے صرف توحید باری تعالیٰ کی شہادت دینے پر مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک رسالت مصطفوی ﷺ پر ایمان اور آپ کی عظمت و رفعت کا اقرار زبان اور دل سے نہ کر لے۔ شہادت توحید ذات الہی اور رسالت محمد ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور سر نیاز جھکانے کا طریقہ بھی وہی اختیار کرنا ہو گا جو حضور معلم انسانیت ﷺ نے متعین فرمایا اور نہ مشرکین بھی جو بتوں کو پوجتے تھے تو ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ۔ لِيُقَرَّبُنَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ۔ کہ ہم ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے لیکن واضح فرمایا کہ اب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے نہ ستاروں کے حضور سر جھکائے، نہ چاند اور سورج کے حضور، نہ لات و منات کے حضور اور نہ کسی کی عظمت و جبروت کے حضور بلکہ بتایا گیا کہ یہ راستے نہ پہلے اس تک پہنچانے والے تھے نہ اب ہیں بلکہ تمام غلط ہیں اور گمراہی کے گڑھے تک لے جانے والے ہیں۔ ذات واحد تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ ہے وہ وہ راستہ ہے جو میرا محبوب ﷺ بتا دے بلکہ اگر کوئی تلاش رب میں عرش تک آنے کی بھی کوشش میں مصروف ہے تو اسے بھی کہ دیا جائے کہ اب تمہیں عرش پہ آنے کی ضرورت نہیں اب تم اس کے پاس جاؤ جس نے عرش بھی دیکھ لیا ہے اور عرش والا بھی دیکھ لیا ہے اور انہوں نے بھی فرمایا۔ صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي۔ کہ تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

نماز پڑھنے کا طریقہ، نماز پڑھنے کے اوقات، نماز کے ضروری مسائل، نماز کیلئے شرائط، یہ سب کچھ انہی کے بتائے ہوئے انداز ہیں۔ نماز کیلئے اعلان ہو گا تو اس اعلان میں بھی توحید کی شہادت کے ساتھ رسالت محمدی ﷺ کا بھی اعلان اتنی ہی بلند آواز سے کیا

جائے گا نماز میں جو کچھ پڑھا جائے گا وہ بھی انہی کا بتایا ہوا ہوگا اس میں ذرا سارو بدل بھی گوارا نہیں اگر کوئی قیام میں تشہد اور تشہد میں سورۃ الفاتحہ پڑھے گا اگرچہ جو کچھ اس نے پڑھا وہ نماز ہی کا حصہ ہے اس کے باوجود صرف ترتیب ہی بدل دینے کی وجہ سے ایسی نماز اس کے منہ پر دے ماری جائیگی۔

رفعت ذکر مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ جل و علیٰ نے اپنے ذکر کے ساتھ متصل کر دیا ہے۔ نماز اور دیگر امور عبادت میں بھی انہی کی ذات کو سامنے رکھا جائے گا۔ نماز میں سمت قبلہ کا تعین بھی انہی کے ایماء پر ہوا۔ سمت قبلہ بدلنے کے پس منظر میں جو سبب مضمحل تھا وہ یہ تھا۔ لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ۔ کہ پتہ چل جائے کون ہمارے محبوب و محمود حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی خاطر قبلہ کو چھوڑتا ہے اور کون قبلے کی خاطر میرے محبوب و محمود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو چھوڑتا ہے۔

زکوٰۃ، صوم، حج غرضیکہ ہر فرض عبادت میں بھی انہی کو سامنے رکھا جائے گا۔ سیاست، میں، کاروبار حیات میں، تعلیم و تعلم میں، تربیت و اصلاح میں، بچوں کو پالنے میں، بیوی سے تعلقات میں، خویش و اقرباء کے تعلقات کو برقرار رکھنے میں، اڑوس پڑوس میں بسنے والوں کے ساتھ زندگی گزارنے میں، ملکی و غیر ملکی۔ اپنوں اور بیگانوں، قانونی، سول یا فوجداری، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں صرف انہی کو مطاع اور متبوع قرار دیا جائے گا۔ ہم نے اسی انداز میں اپنے محبوب ﷺ کے نام کا گھر گھر، بستی بستی، قریہ قریہ، کوہ کوہ، چرچا کرنا ہے۔ زندگی کے جس شعبہ سے بھی کوئی تعلق رکھتا ہو ہم نے اپنے محبوب ﷺ کا نام اس کے اس شعبہ سے ایسا چسپاں کر دیا ہے کہ کوئی ان کے ذکر کے بغیر چاہتے نہ چاہتے ہوئے بھی زندگی نہیں گزار سکتا۔

باپ نے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ جو تربیتی سلوک برقرار رکھنا ہے وہ بھی آپ ﷺ سے پوچھے۔ بیٹے، بیٹی کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیلئے انہی ﷺ سے راہنمائی لینا ہوگی خاوند و بیوی کے ساتھ، بیوی کو خاوند کے ساتھ، بھائی کو بھائی کے ساتھ اپنے

دوست کے ساتھ اپنے دشمن کے ساتھ جو جو سلوک روا رکھنا ہے اس میں کسی کی اپنی مرضی نہیں چل سکتی ہے۔ ہر شخص کیلئے حسن عمل کا بہترین انداز آپ ﷺ کی حیات ہے آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے خول سے جو باہر نکلے گا اس کا اپنے مالک و خالق کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری مخلوق اس کے محبوب ﷺ کے حق میں ہی رنگی جائے۔

چاہتے ہو تم اگر نکھرا ہوا فردا کا رنگ
سارے عالم پر چھڑک دو گنبدِ خضریٰ کا رنگ

وَمَا فَعَنَّا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ اے محبوب ﷺ! ہم آپ ﷺ ہی کی خاطر آپ کا ذکر عرب کے ریگزاروں سے، شرق و غرب تک، بلکہ فرازِ عرش سے بھی آگے تیرے پاک ذکر کی بہار ہوگی، جہاں جہاں خالق کائنات کا ذکر ہوگا وہاں وہاں باعثِ تخلیق کائنات ﷺ اور وجہِ تکوین کائنات ﷺ کے ذکر کے زمزمے فردوسِ گوش ہوں گے۔ غم و آلام کی سیاہ رات کی سحر ہوگی، شدائد و مصائب و آلام کی گھنگھور گھنائیں چند لمحوں، چند مہینوں اور چند سالوں تک چھٹنے والی ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب آفتاب ایسا طلوع ہوگا کہ سب اہل نظر کی نظریں تیری راہوں پر لگی ہوں گی اہل دل آپ ﷺ کی راہوں میں اپنے دل فرس راہ کئے ہوئے ہوں گے۔

فرازِ عرش سے لے کر حریمِ دل کی دھڑکن تک
خلقِ ساری قدم چومے، حکومت ہو تو ایسی ہو

جن حالات میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اگر ان حالات کا جائزہ لیا جائے تو نظر آتا ہے کہ بیگانے تو بیگانے اپنے بھی جان کے دشمن ہیں راہوں میں کانٹے بچھانے والے سر پر کوڑے کرکٹ کا ڈھیر جمع کر کے پھینکنے والے غیر نہیں اپنے ہیں۔ بات بات پر طنز کے تیر چلانے والے اور تیر بھی ایسے کہ سیدھے دل تک اتر جانے والے آپ ﷺ کے چاہنے والوں کی زندگی اجیرن کر دینے والے ان کی زندگیاں عبرت کا سامان بنانے والے وہی اہل

مکہ ہیں جن کا کسی نہ کسی طرح آپ ﷺ سے دور و نزدیک سے کوئی نہ کوئی رشتہ بنتا ہے سارا مکہ اس کی راہ میں دیوار ظلم بن کر کھڑا ہے کہ کوئی ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے لیکن وَاللّٰهُ صَتِيْمٌ نُّوْرِيْہٖ وَاَلُوْكَرَّةَ الْكٰفِرُوْنَ ① کے پیش نظر اس ماحول میں اعلان ہو رہا ہے کہ اے محبوب ﷺ! یہ دشمن، یہ ظالم، اور یہ سب مخالفین اپنی تمام ظلم کی تدابیر آزمائیں یہ سارے تیر اپنے ترکش کے چلائیں یہ اپنی ساری سازشیں پھیلائیں آخر ایک وقت بہت جلد آنے والا ہے کہ وَاللّٰخِذَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاٰوَلٰی کہ ہر پہلے دن سے دوسرا دن تیرے لئے خوشخبریوں، رفعتوں، بلندیوں، کامیابیوں کا پیش خیمہ ہوگا اور آپ ﷺ کا نام، آپ ﷺ کا ذکر، آپ ﷺ کا پیغام سر بلند ہوگا اور ہوتا ہی رہے گا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور اب یہ عالم ہے کہ اپنے تو رہے اپنے، اب تو بیگانے ایک تعصب کی چال میں مست رہنے والے اور ہر رنگ میں مخالفت کا جامہ اوڑھنے والے بھی خراج عقیدت پیش کئے بغیر رہ نہیں سکتے۔

رفعت ذکر مصطفوی ﷺ کی بہار دیکھنی ہو تو اس کی ہلکی سی جھلک یوں بھی نظر آتی ہے کہ آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ جس جس کو نسبت ہوتی گئی وہ بھی اور اس کی تاریخ اس کا کردار، اس کا ذکر، اس کی بات، اس کا قول و فعل لوگوں کیلئے مشعل راہ بن گیا۔

پہلے دن آپ کی صداقت و امانت آپ کی عظمت و رفعت تسلیم کرنے والوں سے لے کر آج اس پندرہویں صدی کے پہلے چوتھائی حصہ میں بھی ایمان لانے والوں تک کی پوری زندگی صفحات تاریخ اپنے اندر محفوظ کرنے لگے۔ ابو قحافہ کے بیٹے ابو بکر کو کون جانتا تھا، خطاب کا بیٹا عمر، عفان کے بیٹے عثمان، عوف کے صاحبزادے عبدالرحمن جیسے بڑے بڑے سرداروں سے لے کر خبیب، بلال، یاسر، سلیمان، وغیرہ کی زندگیاں روشن ہو گئیں (رضوان اللہ علیہم اجمعین)۔ دنیا ان کے ناموں کی روشنی کی جھلک اپنے گھروں کی

”اے میرے محبوب ﷺ! تم اہل ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو خوشخبری سناؤ۔“

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلْجِبْرِيلِ (بقرہ: 97)

”اے میرے محبوب ﷺ! تم کہ دو کہ جو بھی جبریل کا دشمن ہے۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا (بقرہ: 104)

”اے ایمان والو! میرے محبوب ﷺ کو آئندہ راعنا کہہ کر اپنی طرف ملتفت نہ کرنا بلکہ کہا کرو ”انظرنا“ یعنی ہمارے حال زار پر نظر کرم فرمائیں۔“

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا (بقرہ: 119)

”کہ اے میرے محبوب ﷺ! ہم نے آپ ﷺ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے“

قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا (بقرہ: 135)

”اے محبوب ﷺ! تم فرما دو بلکہ ملت ابراہیم حنیف تھی۔“

قُلْ ءَأَنْتُمْ أَعْلَمُ أَمِ اللَّهُ (بقرہ: 140)

”اے محبوب ﷺ! آپ فرمادیں کہ تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے۔“

قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (بقرہ: 142)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ کہ دیں اللہ ہی کیلئے ہے مشرق اور مغرب بھی۔“

قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ (بقرہ: 144)

”اے محبوب و محمود و ممدوح محمد ﷺ ہم نے آپ ﷺ کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھتے ہوئے دیکھا۔“

قَوْلٍ وَجْهِكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (بقرہ: 144)

”تو اب آپ ﷺ اپنا چہرہ انور و مبارک مسجد حرام کی طرف پھیر لیں۔“

وَلَيْنِ اتَّيَّتِ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ (بقرہ: 145)

”اے میرے محبوب ﷺ! اگر تم ان اہل کتاب کیلئے ہر وہ نشانی لے آؤ جس کا یہ

مطالبہ کرتے ہیں پھر بھی یہ تیرے قبلے کو نہیں مانیں گے۔“

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ (بقرہ: 147)

”حق تو آپ ﷺ کے رب کی طرف سے ہے۔“

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (بقرہ: 149)

”کہ تم جہاں سے بھی نکلو اب تم اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔“

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ (بقرہ: 186)

”جب آپ ﷺ سے میرے بندے میرے حوالے سے پوچھیں تو

آپ ﷺ کہ دیں میں تو قریب ہوں۔“

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَهْلِ (بقرہ: 189)

”آپ ﷺ سے چاندو کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ ﷺ فرمادیں کہ

یہ تو لوگوں کے لئے اور ارکان حج وغیرہ کی ادائیگی اوقات معلوم کرنے کا ایک

ذریعہ ہیں۔“

وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (بقرہ: 204)

”دنیا میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی بات دنیاوی زندگی میں آپ ﷺ کو اچھی

لگے گی۔“

سَلِّ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ آيَاتِنَا (بقرہ: 211)

”آپ ﷺ بنی اسرائیل سے پوچھیں ہم نے ان کو کتنی روشن نشانیاں عطا فرمائیں۔“

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ (بقرہ: 215)

”آپ ﷺ فرمادیں کہ تم جو کچھ بھی چیز خرچ کرو وہ والدین اور قریبی رشتہ

داروں کیلئے ہے۔“

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ (بقرہ: 217)

”آپ ﷺ سے حرمت والے مہینوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔“

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ (بقرہ: 219)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ سے شراب اور جوئے کے بارے میں حکم پوچھتے ہیں۔“

قُلْ فِيهَا إِثْمٌ كَبِيرٌ (بقرہ: 219)

”آپ ﷺ فرمادیں ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔“

وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ (بقرہ: 219)

”آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں۔“

قُلِ الْعَفْوَ (بقرہ: 219)

”آپ ﷺ فرمادیں جو فالتو بچے وہ خرچ کر دو۔“

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى (بقرہ: 220)

اور آپ ﷺ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ (بقرہ: 220)

”آپ ﷺ فرمادیں ان کی اصلاح کرنا ہی بہتر ہے۔“

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ (بقرہ: 222)

”آپ ﷺ سے حیض کے دنوں کے بارے میں پوچھتے ہیں۔“

قُلْ هُوَ أَذَى (بقرہ: 222)

”آپ ﷺ فرمادیں وہ ناپاکی ہے تکلیف ہے۔“

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ (بقرہ)

”اور مومن کو خوشخبری سنا دیں۔“

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى (بقرہ: 246)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ نے نہیں دیکھا وہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں کے گروہ کو۔“

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٢٥٨﴾ (بقرہ)

”یہ اللہ تعالیٰ کی آیات مبارکہ ہیں جو ہم حق کے ساتھ آپ ﷺ پر تلاوت کرتے ہیں اور آپ ﷺ یقیناً رسولوں میں سے ایک ہیں۔“

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ حَاجَّكَ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ (بقرہ: 258)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس کو اللہ تعالیٰ نے بادشاہی دی تھی اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑ رہا تھا۔“

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ (بقرہ: 272)

”اے محبوب ﷺ! ان کو ہدایت دینا آپ ﷺ پر لازم نہیں ہاں اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت عطا فرمادے۔“

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَأَنْزَلَ التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ﴿٢٥٩﴾ (آل عمران)

”ہم نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی حق کے ساتھ جو تصدیق کرتی ہے اسکی جو جو ان کے ہاتھوں میں ہے اور اس نے تورات اور انجیل بھی نازل فرمائی۔“

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ

الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ (آل عمران: 7)

”وہی ہے جس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی جس میں کچھ آیات مبارکہ صاف معنی رکھتی ہیں وہی کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔“

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَعْيُهُمْ وَنَحْسُهُمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۗ وَيُنْفِثُ الْوَيْهَادُ ﴿٢٦٠﴾

”آپ ﷺ کافروں سے کھل کر کہہ دیں کہ بہت جلد تم مغلوب ہو گے شکست

خوردہ ہو جاؤ گے اور تمہیں جہنم کی طرف ہانک کر لے جایا جائے گا اور وہ بہت برا

ٹھکانہ ہے۔“ (آل عمران)

قُلْ أَوْنتِكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَلِكُمْ (آل عمران: 15)

”اے ہمارے محبوب و مطلوب و محمود و مدوح ﷺ! آپ ان سے فرمادیں کیا میں اس سے زیادہ بہتر چیز کے بارے میں بتاؤں۔“

فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ أَسَلْتُ اللَّهَ وَجِئْتُ بِاللَّهِ (آل عمران: 20)
 ”اے محبوب ﷺ! پھر اگر وہ تم سے حجت کریں تو آپ ﷺ فرمادیں میں نے اپنا چہرہ اللہ کے حضور جھکا دیا ہے اور وہ جو میرے نقش قدم پر چلے۔“

وَقُلْ لِلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَسَلْتُكُمْ فَإِنْ أَسَلْتُمْ فَقَدْ اهْتَدَوْا
 وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاءُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ (آل عمران)

”اور آپ ﷺ اہل کتاب اور ان پر دھوں سے فرمادیں کیا تم (تعلیمات ربانی) کو قبول کرتے ہو پھر اگر وہ قبول کر لیں تو وہ ہدایت یافتہ ہو گئے اور اگر وہ پھر جائیں تو آپ ﷺ پر ان تک پیغام پہنچا دینا تھا (وہ آپ ﷺ نے پہنچا دیا) اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھ رہا ہے۔“

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ

اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقًا مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢١﴾

”کیا آپ ﷺ نے دیکھا نہیں ان لوگوں کی طرف جن کو کتاب کا کچھ حصہ عطا کیا گیا ان کو کتاب اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے پھر ان میں سے ایک گروہ پھر گیا اور وہ ہیں ہی پھر جانے والے۔“ (آل عمران)

قُلِ اللَّهُمَّ مَلِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ

مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِإِذْنِكَ الْعِزُّ

إِنَّكَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٢﴾ (آل عمران)

”اے میرے محبوب ﷺ! آپ ﷺ کہیں ناں! اے ساری مملکت کے بادشاہ! تو جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے جس کو چاہے عزت عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل و رسوا کر کے رکھ دیتا ہے خیر تیرے ہی

ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (سوچتا ہوں، وہ بے نیاز مالک، ایسے بے
نیاز غنی و بے پرواہ مالک کو جس کا کسی کے بغیر کوئی کام رکنا نہ ہو اور اس کے بغیر کسی کا کوئی کام
ہوتا نہ ہو وہ بے نیاز اتنی تعریفوں کا مالک اتنے اوصاف کا مالک اپنے محبوب ﷺ سے
اپنی تعریف سن کر کتنا خوش ہوتا ہو گا یہ تو محبوب و محبت کی بات ہے)۔

قُلْ اِنْ تَحْفُوا مَا فِي صُدُوْرِكُمْ اَوْ تَبْدُوْا لَا يَعْلَمُ اللّٰهُ (آل عمران: 29)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں تم اپنے دل کی بات چھپاؤ یا ظاہر کرو وہ
اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔“

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحِبِّكُمْ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

ذُنُوْبِكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ (آل عمران)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے
ہو تو پھر میرے نقش قدم پر چلو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے
گناہوں کو معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔“

قُلْ اَطِيعُوا اللّٰهَ وَالتَّرْسُوْلَ ۗ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

الْكٰفِرِيْنَ (آل عمران)

”آپ ﷺ فرمادیں کہ اطاعت کرو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی پھر اگر وہ پھر
جائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا (یعنی اطاعت اللہ اور رسول سے
انکاری کفر ہے)۔“

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ

اِبْنَآءَنَا وَاِبْنَآءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ ۗ وَانْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۗ ثُمَّ

نَبِّهْهُمْ فَاِنَّهُمْ لَكٰذِبِيْنَ (آل عمران)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ کے پاس علم آچکنے کے بعد بھی اگر کوئی
آپ ﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جھگڑا کرے تو آپ

ﷺ اس سے کہ دیں کہ تم اپنے بیٹوں کو بلا لو، ہم اپنے بیٹوں کو بلا لیتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلا لو، ہم اپنی عورتوں کو بلا لیتے ہیں تم خود بھی آ جاؤ، ہم بھی آ جاتے ہیں پھر ہم مقابلہ کریں اور جھوٹوں پر لعنت کریں۔“

إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۗ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۱۱﴾ (آل عمران)

”بے شک یہی حق کی پہچان ہے اس کے سوا کوئی معبود والا نہیں ہے بے شک اللہ تعالیٰ ہی غالب ہے حکمت والا ہے۔“

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ ۖ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا ۚ وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۗ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۱۳﴾ (آل عمران)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں کہ اے سب کتاب! آؤ ایک ایسی بات پر اکٹھے ہو جاتے ہیں جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے اور ہم میں کوئی بھی کسی کو اپنا رب نہ تسلیم کرے اللہ کے سوا۔ پھر اگر وہ نہ مانیں تو آپ ﷺ کہہ دیں کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہی ہیں۔“

قُلْ إِنْ أَنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۶﴾ (آل عمران: 73)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی دراصل ہدایت ہے۔“

قُلْ إِنْ أَنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۶﴾ (آل عمران)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں فضل اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے

جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا علم والا ہے۔

وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدُّ إِلَيْكَ

وَمِنْهُمْ مَنْ إِنْ تَأْمَنَهُ بِدِينَارٍ لَا يُؤَدُّ إِلَيْكَ إِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ

قَائِمًا (آل عمران: 75)

”اور اہل کتاب میں کوئی ایسا بھی ہے جس کو آپ ﷺ ایک بھر پور خزانہ بھی

امانت کے طور پر دے دیں تو وہ اس کو امانت سمجھ کر واپس کر دے گا اور ان میں سے

کوئی ایسا بھی ہے جس کے پاس ایک دینار بھی امانت رکھیں وہ واپس نہیں کرے گا

مگر جب تک آپ ﷺ اس پر سوار نہ رہیں۔“

قُلْ أَمَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ

وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ

وَالنَّبِيُّونَ مِنْ تَرَاتُيْمِهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ

مُسْلِمُونَ ﴿٨٤﴾ (آل عمران: 84)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں ہم ایمان لائے اس پر جو نازل ہوا ہم

پر اور جو نازل ہوا ابراہیم پر اسماعیل پر، اسحاق پر، یعقوب پر (علیہم السلام) اور ان کی

اولاد پر اور جو کچھ دیا گیا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) کو اور حضرت عیسیٰ (علیہ

السلام) کو اور دوسرے انبیاء کرام کو جو ان کے رب کی طرف سے تشریف لائے ہم

ان میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے اور ہم ان سب کو مانتے ہیں۔“

دنیا میں احترام کے قابل ہیں جتنے لوگ

میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰ کے بعد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قُلْ فَاتُوا بِاللَّهِ مُرَّةً فَاتُوا هَآءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٨٥﴾ (آل عمران)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں اگر تم سچے ہو تو لاؤ تورات ہمارے

سامنے اور اس کو پڑھو۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٨﴾

(آل عمران)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں اے اہل کتاب! تم آیات الہیہ کا کیوں انکار کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو ہر اس بات پر گواہ ہے۔“

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مِمَّنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنْتُمْ شُهَدَاءُ ۗ وَاللَّهُ بِعَافِي عِبَتِكُمْ عَلِيمٌ ﴿٥٩﴾

(آل عمران)

”اے محبوب ﷺ! آپ ﷺ فرمادیں اے اہل کتب! جو شخص ایمان لاتا ہے تم اس کے راستے میں کیوں رکاوٹ بنتے ہو ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہو اور تم اس بات پر شاہد بھی ہو اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے غافل نہیں ہے۔“

تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۗ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِينَ ﴿٦٠﴾ (آل عمران)

”یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جو ہم حق کے ساتھ آپ ﷺ پر تلاوت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جہان والوں پر ظلم نہیں کرتا۔“

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٦١﴾ إِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٌ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلُوا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٦٢﴾

”اور اے محبوب ﷺ! یاد کرو جب تم صبح کے وقت اپنے دولت کدہ سے نکل رہے تھے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سنتا ہے جانتا ہے جب تم میں سے دو گروہوں کا ارادہ ہو ابرزدلی کا اور اللہ تعالیٰ ہی سنبھالنے والا ہے اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔“ (آل عمران)

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران: 144)
 ”اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی کئی رسول تشریف لائے ہیں۔“

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۗ وَ لَوْ كُنْتَ فَكَّا غَلِيظَ الْقَلْبِ
 لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي
 الْأَمْرِ ۗ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
 الْمُتَوَكِّلِينَ ﴿١٥٠﴾ (آل عمران)

”یہ اللہ تعالیٰ کی کتنی رحمت ہے کہ آپ ﷺ ان کیلئے نرم دل ہیں اگر آپ ﷺ تند مزاج اور سخت دل ہوتے تو یقیناً آپ ﷺ کے ہاں سے بھاگ جاتے تو آپ ﷺ ان کو معاف کر دیں اور ان کی شفاعت و سفارش فرمائیں اور ان کو مشوروں میں شریک فرمائیں اور جب آپ ﷺ کسی بات کا پختہ ارادہ فرمائیں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں توکل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔“

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ
 يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَإِنْ
 كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿١٥١﴾

”اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر بڑا احسان فرمایا جب ایک عظیم الشان رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیات مبارکہ کی تلاوت فرماتا ہے ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اگرچہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔“ (آل عمران)

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوكَ بِالْبَيِّنَاتِ وَ
 الزُّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ﴿١٥٢﴾ (آل عمران)

”اے محبوب ﷺ! اگر یہ لوگ آپ ﷺ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ ﷺ سے پہلے بھی کئی رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے وہ بھی روشن دلائل صحیفوں اور روشن کتاب کے

ساتھ تشریف لائے تھے۔

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي

مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (النساء)

”یہ اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہ داخل ہوگا باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔“

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَ مَا دَخَلَهُ نَارًا خَالِدًا

فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ (النساء)

”اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی اور اس کی حدود سے تجاوز کیا اس کو آگ میں داخل کیا جائیگا ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس کیلئے بڑا ہی ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔“

یہ آیات مبارکہ صرف پہلے چار پاروں سے انتخاب ہیں جن میں بلا واسطہ حضور پر نور میرے ممدوح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان مبارکہ بیان کی گئی ہے اس میں کسی تاویل کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں سینکڑوں آیات مبارکہ ایسی ہیں جن میں حضور سراپا نور ﷺ کے اوصاف حمیدہ و مدارج عظیم کا تذکرہ ہے ایسا ممکن ہی نہیں کہ کوئی تلاوت کرتے ہوئے ان آیات مبارکہ کو درمیان میں حذف کر سکے جو شخص بھی تلاوت قرآن پاک کرے گا خواہ وہ عقیدہ محبت سے تلاوت کرے یا معاندانہ نظر سے پڑھے وہ ان آیات مبارکہ کو تلاوت کے بغیر رہ نہیں سکتا اسی طرح سارا قرآن پاک کسی نہ کسی انداز سے ذکر مصطفیٰ ﷺ سے بھرا ہوا ہے۔ کہیں بلا واسطہ ان کے اوصاف جمیلہ بیان کئے گئے ہیں کہیں ان مناصب عظیم کا تذکرہ ہے کہیں ان کے چاہنے والے ان پر ایمان لانے والے پاکیزہ صفت لوگوں کا تذکرہ ہے اور کہیں ان پیغام اسلام سے انکار کرنے والے، ان کی حرکتیں، پھر ان پر عذاب کے تذکرے ہیں۔

بہتی نہیں سرکار کی سیرت سے نکا ہیں
ہر وقت میرے سامنے قرآن کھلا ہے

آپ ﷺ کا اسم گرامی ایسی صفات کا حامل جو سارے عالم کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں بلکہ تسلیم میں نجات، انکار میں ذلت و خواری ان کی اطاعت تمام اہل عالم پر فرض اور عالم و عالمان پر فرض، اہلبیت آدم، استقامت نوح، حلم اسماعیل، علم خلیل، درس اوریس، تنفیث شیث، حقانیت اسحاق، عاقبت بنی، یعقوب، نورانیت یوسف، صالحیت صالح، ہدیٰ ہود، جمعیت شعیب، لطافت ہود، عبدیت عزیز، شکوہ سلمان، اندوہ یحییٰ، داوداؤد، دعائے یونس، ایاب ایوب، ذہاب زکریا، امامت ہارون، علو موسیٰ، زہد عیسیٰ، انبیا الیاس، احسانیت لقمان، مساعی المسیح، کفالت ذوالکفل، یہ تمام کے تمام الوان و رنگ آپ جیسے الہی شمس، حقیقت کے پیکر نورانی میں جمع ہیں۔ رحمة للعلمین کا وہ رنگ جس نے سارے الوان اور رنگوں کو اپنے اندر جمع کر لینے کے بعد اپنے خاص رنگ سے عالم کو رنگیں بنا دیا قطب عالم کو منور کر دیا، روح اعظم کو مستنیر کر دیا، انسانیت کو تخت سیادت پر بٹھایا، تشنگان جمال، حضور کو زلال الطاف سے بہرہ یاب کر دیا، عطشان خشک زبانوں کو آپ نے جام کوثر سے سیراب و شاداب کر دیا۔

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری

آنچه خوباں ہمہ دارند تو تھا داری

اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف میں فرمایا **أَتَمَّ الْعَالَمِينَ** کہ وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، قرآن حکیم کے متعلق **ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ** فرمایا یعنی سارے جہانوں کیلئے نصیحت، خانہ کعبہ کو **مُبَرَّكَاتٌ وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ** فرمایا یعنی یہ سارے جہانوں کیلئے برکت اور ہدایت، کشتی نوح علیہ السلام کو اور مریم و مسیح علیہما السلام کو **آيَةٌ لِلْعَالَمِينَ** فرمایا، اللہ رب العزت نے اپنے بارے میں فرمایا **رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ** یعنی میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے ان تمام ارشادات کو پیش نظر رکھیے۔

حضور سر ایا نور ﷺ کو مَحَبَّةٌ لِلْعَالَمِينَ ارشاد ہوا۔ اس خطاب میں کتنی وسعت ہے کتنی برکت ہے اور اس خطاب میں کتنا فیض پنہاں ہے۔ حضور سرور قلب و سینہ کا فیضان اہل یقین کو پہنچا اہل ایمان اور جاں نثاروں کو پہنچا اور اسی کے صدقے وہ لوگ دنیا بھر کے حکمران بنے قیادت و سیادت زمانہ ان کے ہاتھ میں رہی اور آخرت میں مغفرت، نجات، شفاعت، رحمت اور رضاء الہی ملیں، جنتی باغات میں عظمتیں ملیں، وہاں کے انعامات و اکرامات انہی کے تصدق سے ملے، جہنم سے آزادی، خوشنودی، مالک الملک واحد و قہار جبار کی خوشخبری ملی۔

آپ ﷺ کی رحمت کا فیضان منکرین کو بھی پہنچا کہ ان کے انکار کی وجہ سے آنے والے عذاب و عتاب سے نجات پائی وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ۔ یعنی عذاب سے نجات پانے والوں یا اعمال بد سے عذاب الہی کو دعوت دینے والوں کو یہ اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ اس کا محبوب تم میں موجود ہو اور وہ تمہیں عذاب و عتاب میں مبتلا کر دے۔

حضور نبی رحمت ﷺ کی رحمت عورتوں، بچوں، بوڑھوں، جوانوں، بیواؤں، یتیموں، مسافروں، اسیروں، غلاموں، لونڈیوں، رعایا و حکمرانوں، امراء و حکماء و غرباء و فقیروں کو سب کو پہنچی۔ ان لوگوں کی راحت و آرام کے اصول بنائے۔ ان کے حقوق کا تعین کیا۔ ان کو فرائض سے آگاہ کیا۔ اصول و ضوابط تشکیل دیئے۔ دین متین کا کبھی تبدیل نہ ہونے والا ترمیم و اضافہ سے پاک آئین عطا فرمایا۔ سیاسی، سماجی، تمدنی، رفاہی، اصول و ضوابط وضع فرمائے، خود اس آئین کے مطابق زندگی گزاری، قانون کی پاسداری فرمائی، اپنوں اور غیروں، چھوٹوں اور بڑوں، ادنیٰ و اعلیٰ پر یکساں قانون کو نافذ کیا، قانون دان پیدا کئے، اور ان پر عمل کرنے والوں کی ایک عظیم جماعت تشکیل دے دی، اس قانون کی باریکیوں کو سمجھنے والے افراد تیار کئے، جینا سکھایا، مرنا سکھایا، انسانوں کے مقام و مرتبہ کی اہمیت اجاگر کی اور بے کسوں، مجبوروں، مقہوروں، لاچاروں کو صف انسانیت میں کھڑا کر کے معاشرے میں عزت و آبرو بخشی۔

کہنے والا کہہ سکتا وہ کوئی چیز ہے جو رحمت نہیں بلکہ ان میں چند ایک اشیاء تو سارے عالم کیلئے رحمت ہیں، پانی ہر زندہ چیز کیلئے رحمت ہے کلام الہی شاہد ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (الانبیاء: 30)

”کہ ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے تخلیق کیا۔“

جس جس چیز میں بھی رطوبت پائی جاتی ہے وہ انسان ہو یا حیوان وہ چرند پرند ہوں یا درندے وغیرہ حتیٰ کہ نباتات کی زندگی پانی ہی کی مرہون منت ہے کیا یہ رحمت نہیں۔

ہوا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ایک بہار ہے ہر چیز کا وجود اور اس وجود کا قرار ہوا کا مرہون منت ہے سانس کی نالیوں سے لیکر ہر زندہ ہو یا مردہ چیز حتیٰ کہ جمادات اور پہاڑوں کی دنیا کی ساری رعنائیاں اسی سے ہیں وہ کڑھ جہاں ہوا نہیں وہاں زندگی کا کوئی تصور نہیں کشش ثقل کا قانون ہو یا وجود کے برقرار رہنے کا تصور اسی ہوا سے ہے کہیں ہوا کے دباؤ کا فیضان ہے تو کہیں ہوا کے کم دباؤ کا فیضان ہے۔

اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور ایسی رحمت ہے کہ اس کی طلب میں اللہ تعالیٰ کی وہ برگزیدہ ہستیاں جن کے تذکرے جان ایمان کو تازہ کرتے ہیں انہوں نے بھی دعائیں مانگ مانگ کر التجائیں کی ہیں ان کی زبان ہائے مبارک سے نکلی دعاؤں کے اثرات آج بھی موجود ہیں۔

جس گھر میں اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کی جلوہ گری نہیں ہوتی اس گھر میں کبھی بہار نہیں آتی اس گھر میں رہنے والے میاں بیوی موسم خزاں کے ٹنڈ منڈ درختوں کی مانند تنہا کھڑے مایوسیوں کے گہرے غاروں میں گرنے کیلئے بے چین رہتے ہیں۔

علیٰ هذا القیاس۔ دنیا کی کوئی ایسی نعمت نہیں جو اس کی رحمت نہ ہو ہاں یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ کوئی چیز ایک مخصوص ماحول میں رحمت ہے یا ایک خاص طبقے کیلئے رحمت ہے لیکن ہے تو رحمت۔

لیکن ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ واقعی دنیا کی ہر نعمت مخلوق کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت

ہے البتہ یہ جتنی نعمتیں اللہ تعالیٰ کی رحمت ہیں اتنی ہی یہ زحمت بھی ہیں جتنی بڑی چیز جتنی بڑی رحمت ہوگی اتنی زیادہ وہ زحمت بھی ہوگی۔

پانی کے رحمت ہونے میں کسی کو جرأت انکار نہیں لیکن تاریخ انسانی میں ہزاروں ایسے واقعات دنیا کے سامنے آچکے ہیں کہ یہ پانی جب تک ایک حد اعتدال میں رہا رحمت ہی رحمت رہا لیکن اگر یہ سیلاب بلاخیز کی صورت اختیار کر گیا یا طوفانی بارشوں کا روپ پہن کر آ گیا تو یہ سراسر زحمت ہی زحمت تھا دنیا نے، انسانوں نے، حیوانوں نے، چرند، پرند نے، نباتات و جمادات، نے پناہ مانگی، ان کا وجود صفحہ ہستی سے مٹ گیا، جہاں اس کی بہتات زحمت ہے وہاں اس کا بالکل نایاب ہو جانا بھی زحمت ہے ہم نے پیاس کے ہاتھوں تڑپتے سسکتے اور بلکتے انسان مرتے دیکھے ہیں، لہذا یہ جتنی بڑی رحمت ہے اتنی ہی بڑی زحمت ہے۔

ہوا کا بھی یہی حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے لیکن یہ بھی جب تک حد اعتدال میں رہے رحمت ہے اور اگر یہ حد اعتدال سے بڑھ جائے اور طوفان بلاخیز اور آندھی کی شکل اختیار کر لے تو اس سے بڑی زحمت ہی کوئی نہیں بستے شہر کھنڈرات بن گئے، ہنتے بستے گھر ویرانیوں میں بدل گئے، علاقوں پر علاقے موت کا رقص کرتے نظر آنے لگے الغرض یہ ہوا بھی واقعہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور اگر حد اعتدال سے بڑھ جائے تو یہ بہت بڑی زحمت بھی ہے۔

اولاد۔ اللہ تعالیٰ کی واقعی ایسی نعمت ہے کہ انبیاء کرام نے بھی ان کیلئے دعائیں کیں اور جن گھروں میں یہ نعمت نہیں آتی وہ گھر آباد ہوتے ہوئے بھی ویران ہی ہوتے ہیں لیکن آپ نے ایک محاورہ نہیں سنا وہ ہماری بھرپور ترجمانی کرتا ہے اور وہ محاورہ یہ ہے۔

”دنیا وچہ اک میوہ ڈٹھا، جتاں کچا وناں مٹھا“

یعنی دنیا میں ایک ایسا پھل بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ جتنا کچا ہوتا ہے اتنا ہی میٹھا ہوتا ہے دنیا میں جتنے بھی پھل پائے جاتے ہیں وہ ایک مدت تک چکتے ہیں اور پھر میٹھے ہوتے ہیں بلکہ پکنے کے بعد بھی ان کی مٹھاس چند لمحات چند گھنٹوں یا چند دنوں کی محتاج ہوتی ہے اگر اس

مدت میں استعمال میں آگیا تو بہت نہیں تو گندگی کے ڈھیر میں اضافے کا باعث بنتا ہے۔
 لیکن اولاد والا پھل اپنے برانداز میں انوکھا پھل ہے پکنے سے پہلے پہلے میٹھا ہوتا ہے
 اور بہت ہی میٹھا ہوتا ہے لیکن جوں جوں یہ پکتا جاتا ہے کڑوا، کسیا، کٹنا، پھیکا، اور بدمزہ ہوتا
 جاتا ہے، شاید ہی کوئی خوش نصیب ہوگا جس کا یہ پھل پک کر بیٹھا رہتا ہو ورنہ بدنامیوں،
 رسوائیوں اور نافرمانیوں سے دلوں کی دنیا میں زہر بھردیتا ہے کہیں اپنے گھر، کہیں اپنے
 خاندان، کہیں اپنے محلے اور کہیں اپنے وطن اور دین کیلئے باعث شرم ہو کر دکھوں کی آماجگاہ
 بن جاتا ہے انسان اسی اولاد کیلئے حلال و حرام کی تمیز سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ **خَيْرَ الدُّنْيَا وَ
 الْآخِرَةِ**۔ دنیا بھی خراب عاقبت بھی خراب بہت کم خوش نصیب ہوں گے جن کیلئے یہ پھل
 پک کر میٹھے رہتے ہیں۔

گویا یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت سہی ہمیں تسلیم لیکن اگر یہ بگڑ جائے تو کہیں کا
 نہیں چھوڑتی ماں باپ کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے یعنی یہ جتنی بڑی اللہ تعالیٰ کی
 رحمت ہے یہ اتنی ہی بڑی زحمت بھی ہے۔

یہی حال دنیا کی ہر نعمت کا ہے کہ وہ جتنی بڑی رحمت ہے وہ اتنی بڑی زحمت بھی ہے
 لیکن ساری کائنات میں ساری دنیا میں صرف ایک اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسی ہے جو جتنی بڑی
 رحمت ہے وہ سراسر رحمت ہی رحمت ہے وہ ابتداء میں بھی رحمت ہے وہ انتہا میں بھی رحمت
 ہے وہ اپنوں کیلئے بھی رحمت ہے وہ غیروں کیلئے بھی رحمت ہے وہ اچھوں کیلئے بھی رحمت
 ہے وہ بروں کیلئے بھی رحمت ہے وہ دوستوں کیلئے بھی رحمت ہے وہ دشمنوں کیلئے بھی رحمت
 ہے اور وہ، وہ ذات ہے جس کی شان میں یہ لازوال جملہ آیا ہے۔

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝

آنکھوں میں بس گیا ہے سراپا حضور ﷺ کا

جن عظیم ہستیوں نے آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو کر آپ کا سراپا بیان کیا ہے ان میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت سیدنا ابن ابی حالہ رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا ابی جحیفہ، حضرت سیدنا جابر بن سمرہ، حضرت سیدہ ام معبد، حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس، حضرت سیدنا معاذ بن معقیب، حضرت سیدنا ابوالطفیل، حضرت سیدنا عداء بن خالد، حضرت سیدنا خرم بن فاتک، حضرت سیدنا حکیم بن حزام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور ان کے علاوہ بھی بہت سے حضرات رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ان حضرات گرامی قدر نے حضور اکرم نور مجسم ﷺ کا جو سراپا بیان کیا ہے وہ کچھ یوں ہے۔

مِنْ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَظْهَرَ اللَّوْنِ: حضور نبی کریم ﷺ کا رنگ مبارک سرخ اور سفید تھا چمکتا اور نکھرتا ہوا۔

ادْعَج: آپ کی آنکھیں مبارک بڑی بڑی تھیں ان کا سفید حصہ بہت ہی سفید تھا اور سیاہ حصہ واقعہ بہت سیاہ تھا۔

أَنْجَل: آپ کی مبارک آنکھیں بڑی تھیں۔

أَشْكَال: آپ کی آنکھ مبارک کے سفید حصہ میں سرخ ڈورے بھی تھے۔

أَهْدَبَ الْأَشْفَارِ: آپ کی پلکیں مڑگان مبارک دراز تھیں جو آپ کی مبارک آنکھوں کے حسن پر اضافہ فرما رہی تھیں۔

أَبْلَغُ: آپ کے ابرو مبارک کا درمیانی حصہ بالوں سے صاف تھا۔
 أَرْجُ: اور آپ کے ابرو مبارک کمان کی طرح خمیدہ جھکے ہوئے اور دراز تھے۔
 أَفْلَجُ: آپ کے دانت مبارک باہم ملے ہوئے نہ تھے درمیان میں تھوڑا سا فاصلہ تھا۔
 أَقْنَى: آپ کی ناک مبارک اونچی اور پتلی تھی۔
 مُدَوَّرُ الْوَجْهِ: آپ کا چہرہ مبارک گول تھا (جس کو آج کل کی زبان میں گول کتابی چہرہ کہتے ہیں)

وَاسِعَ الْعَبَيْنِ: آپ کی پیشانی مبارک فراخ تھی۔
 كَثَّ اللَّحْيَةَ: آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔
 تَمَلُّاً صَدْرَهُ: آپ کی داڑھی مبارک آپ کے سینہ مبارک پر پھیلی ہوئی تھی۔
 سَوَاءَ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ: آپ سرکار کا پیٹ اور سینہ مبارک باہم ہموار تھے۔
 وَاسِعَ الصَّدْرِ: آپ کا پر نور سینہ مبارک کشادہ تھا۔
 عَظِيمَ الْمَنُكَّتَيْنِ: آپ کے دونوں کندھے مبارک بڑے بڑے تھے۔
 ضَخْمَ الْعِظَامِ: آپ کے جسم مبارک کی ہڈیاں بھاری بھر کم تھیں۔
 عَيْلَ الْعُضْدَيْنِ وَالزَّرَاعَيْنِ وَالْأَسَافِلِ: آپ کی دونوں کلائیاں مبارک کہنیوں سے کندھوں تک بہت مضبوط اور طاقتور تھیں۔
 رَحْبَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ: آپ کے دونوں مبارک ہاتھوں کی مبارک ہتھیلیاں اور آپ کے دونوں پاؤں مبارک کشادہ تھے۔
 سَائِلَ الْأَطْرَافِ: آپ کے ہاتھوں کی مبارک انگلیاں ہموار تھیں۔
 أَنْوَرَ الْمُتَجَرِّدِ: آپ کا جسم مبارک منور بلکہ نورانی تھا۔
 دَقِيقَ الْمَسْرُوبَةِ: آپ کے سینہ مبارک کے مبارک بالوں کی وہ لکیر جو سینہ کی ہڈی سے ناف تک چلی جاتی ہے وہ پتلی تھی۔
 رُبْعَةَ الْقَدِّ: آپ کی قامت زیبا یعنی قد مبارک درمیانہ تھا (نہ اتنا دراز کہ برا لگے اور

نہ اتنا پست کہ کوتاہ قامتی کا احساس ہو۔

لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ: آپ سرکار زیادہ دراز قامت نہ تھے اور نہ از حد پست قامت۔
وَلَا بِالْقَصْرِ الْمُتَرَدِّ دَوْمَعِ ذَلِكَ لَمْ يَكُنْ بُمَاشِيهِ أَحَدٌ يُنْسَبُ إِلَى الطَّوِيلِ إِلَّا طَالَ رَجَلَ الشَّعْرِ: البتہ ان اوصاف حمیدہ کے ہوتے ہوئے اگر کوئی دراز قامت انسان آپ سرکار کے ساتھ چلتا تھا تو حضور سر ایا نور ﷺ اس سے زیادہ اونچے دکھائی دیتے تھے۔

إِذَا افْتَرَّ ضاحِكًا افْتَرَّ عَنْ مِثْلِ سَنَا الْبَرْقِ وَعَنْ مِثْلِ حَبِّ الغَمَامِ: جب آپ کریم آقا ﷺ ہنستے تو آپ کے دندان مبارک یوں چمکتے جس طرح بجلی کی چمک یا ژالہ باری کے وقت گرتے ہوئے دانے۔

إِذَا تَكَلَّمَ رُبِّي كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ ثَنَائِيَاهُ: جب آپ سرکار ﷺ گفتگو فرماتے تو یوں معلوم دیتا تھا کہ دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔

أَحْسَنَ النَّاسِ عُقُقًا: آپ سرکار کی گردن مبارک تمام دنیا کے انسانوں کی گردنوں سے زیادہ خوبصورت تھی۔

لَيْسَ بِمُطَهَّمٍ وَلَا مُكَلَّمٍ: آپ کا جسم مبارک نہ تو زیادہ فربہ اور موٹا تھا اور نہ لاغر و کمزور۔

مُتَمَاسِكُ الْبَدَنِ: آپ کا بدن مبارک مضبوط اور بھرا ہوا تھا۔

ضَرْبُ اللَّحْمِ: آپ کے جسم مبارک پر زیادہ گوشت نہ تھا (جیسے لٹکا ہوا ہو)۔

حضرت سعیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کا سراپا بیان کرتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ نَبِيًّا أَحْسَنُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ الشَّمْسُ

تَجْرِي فِي وَجْهِهِ وَإِذَا ضَحِكَ يَتَلَاءُ فِي الْجُدْرِ: (الشفاء جلد اول ص 82-83)

میں نے کسی کو بھی آپ سرکار ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل نہیں دیکھا۔ یوں احساس

ہوتا تھا جیسے آپ کے چہرہ انور میں آفتاب چمک رہا ہے۔ آپ جب ہنستے تھے تو آپ کی

مسکراہٹ کی روشنی سے دیواریں چمک اٹھتی تھیں۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ یوں نقشہ کھینچتے ہیں۔

قَالَ لَهُ رَجُلٌ كَانَ وَجْهَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ. فَقَالَ لَا بَلْ

مِثْلَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَكَانَ مُسْتَدِيرًا۔ (الشفاء جلد اول ص 84)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کی

تعریف کرتے ہوئے کہا کہ آپ کا چہرہ انور تلوار کی طرح چمکتا تھا تو وہ فوراً بول اٹھے نہیں

بلکہ آپ کا رخ پر نور آفتاب و مہتاب کی طرح خوبصورت گولائی میں تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں۔

مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حُمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

آپ فرماتے ہیں میں نے کسی لمبی زلفوں والے سرخ لباس پہنے ہوئے کو اتنا حسین و

جمیل نہیں دیکھا جتنے رحمت کائنات ﷺ دکھائی دیتے تھے۔

حضرت ابو ہالہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کا جملہ پڑھے اور جھوم جائیے۔

يَتَلَاءُ لَا وَجْهَهُ تَلَاءُ لَا الْقَمَرِ الْيَلَّةِ الْبَدْرِ۔

حضور پر نور سراپا نور ﷺ کا مبارک چہرہ یوں چمکتا تھا جس طرح چودھویں رات کا

بدر تمام چمکتا ہے۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے محبوب و مطلوب کا سراپا بیان کرتے ہیں۔

مَنْ رَأَاهُ بَدَاهَةٌ هَابَةٌ وَ مِنْ خَالِطَةٍ مَعْرِفَةٌ أَحَبَّةٌ۔

جو شخص آپ سرکار ابد قرار ﷺ کو اچانک دیکھتا وہ مرعوب و ہیبت زدہ ہو جاتا اور جو

آپ کے ساتھ میل جول کرتا وہ آپ سرکار کی محبت کا ایسا اسیر ہو جاتا کہ اس کی قید کی رہائی

پسند نہ کرتا۔

حضرت انس بن مالک خادم خاص رضی اللہ عنہ سے خوشبو نے رسول ﷺ کا تذکرہ سنیے۔

مَا شَمَمْتُ غَبْرًا قَطُّ وَلَا مِسْكَ وَلَا شَيْئًا أَطِيبُ مِنْ رِيحِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

میں نے کبھی بھی ایسا کوئی عنبر کوئی مشک یا کوئی اور چیز ایسی نہیں سونگھی جس کی مہک شہنشاہ خوبان ارض و سما ﷺ کی مہک سے زیادہ خوشبودار ہو۔

کہاں ہے بھنا ایسی پھولوں میں خوشبو

جیسی خوشبو نبی کے پسینے میں ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ خَدَّهُ قَالَ فَوَجَدْتُ لِيَدِهِ بَرْدًا وَرِيحًا كَأَنَّهَا أَخْرَجَهَا مِنْ جُؤْنَةِ عَطَارٍ۔

کہ ایک دن میرے کریم آقا ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے رخسار پر پھیرا تو حضور سرکار ﷺ کے ہاتھ کی ٹھنڈک، خنکی اور مہک میں نے ایسے محسوس کی جیسے سرکار ﷺ نے ابھی ابھی کسی عطار کی صندوقچی سے اپنا ہاتھ مبارک نکالا ہے۔

حضرت ابو عبیدہ بن شمد بن عمار بن یاسر رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں انہوں نے حضرت ربیعہ بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا صَفِي لَنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی ہمیں رسول اللہ ﷺ کے حلیہ مبارک سے مطلع فرمائیے۔ تو

قَالَتْ لَوْ رَأَيْتَهُ لَقُلْتُ الشَّمْسُ طَالِعَةٌ۔ (داری، بیہقی، ابو نعیم، طبرانی)

یعنی انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم دیکھتے حضور نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور کو تو تم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے کہ گویا آپ کے چہرہ انور سے ایک آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابی طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے کہ حضرت عامر بن واثلہ وہ بزرگ ترین صحابی ہیں جنہوں نے تمام صحابہ کرام

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سب سے آخر میں سو سال عمر پا کر وصال فرمایا۔ آپ نے

اپنی زندگی کے آخری دنوں میں ایک دن ارشاد فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی

زیارت کی۔

آپ نے مزید فرمایا کہ اس وقت پوری دنیا میں روئے زمین پر میرے سوا کوئی ایسا شخص نہیں جس نے آپ سرکار ﷺ کی ان ظاہری آنکھوں سے زیارت کی ہو۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت آپ مہربانی فرمائیں اور ہمارے آقا و مولا ﷺ کا حلیہ مبارک بیان فرمائیں کہ وہ کیسا تھا۔ تو آپ نے دو لفظوں میں سارا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

كَانَ أَيْضُ مَلِيحِ الْوَجْهِ۔ کہ آپ کا چہرہ انور روشن تھا اور اس میں ملاحظت ملی ہوئی تھی۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے

عرض کیا کہ حضور پر نور ﷺ کا سراپا بیان فرمائیے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

كَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَاءُ لَا وَجْهَهُ تَلَاءُ

لَا الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ۔ (السيرة النبوية جلد 3 ص 198)

یعنی حضور سراپا نور ﷺ لوگوں کی نگاہوں میں بڑے جلیل القدر اور بڑی شان والے

دکھائی دیتے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ حضور نبی رحمت ﷺ کا چہرہ انور یوں چمکتا تھا جیسے

چودھویں رات کا چاند چمک رہا ہو۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ ایک رات میں کوئی کپڑا

سی رہی تھی کہ اچانک میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی اور تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکی اچانک

سراج منیر سرکار ﷺ تشریف لائے۔ آپ کے چہرہ انور کے انوار و تجلیات سے میرا سارا

حجرہ منور روشن ہو گیا اور سوئی گم گشتہ ہاتھ آگئی۔ جب میں نے اس سرور کن واقعہ کا تذکرہ

حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا:

يَا حُمَيْرَاءُ الْوَيْلُ الْوَيْلُ (ثَلَاثًا) لِمَنْ حُرِّمَ النَّظَرَ إِلَى وَجْهِهِ۔ (علامہ ابن عساکر)

یعنی اے حمیرا (یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لقب تھا) ہلاکت ہے اس شخص

کے لئے، ہلاکت ہے اس شخص کے لئے، ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو میرے رخ پر نور

کی زیارت سے محروم رہا۔

یا رسول اللہ بیدار در زمانہ نزدیکے کے مرا
(ﷺ) در خواب اگر خیال تو گشتی مصوریم

اگر آپ کا خیال ہی کبھی میرے خواب میں مصور ہو جاتا تو دنیا مجھے کبھی بھی بیدار نہ دیکھ سکتی۔
خوش نصیب صاحبو! دور حاضر کے حضور سراپا نور ﷺ کے ہر غلام کی طرف سے اور
راقم الحروف فقیر کی طرف سے تمہاری عظمت کو سلام جنہوں نے ساری دنیا کے عظیم ترین،
حسین ترین، جمیل ترین، اعلیٰ و اکمل، اجمل و احسن، ازکی و اقلی، ارفع و برتر انسان ﷺ
کی زیارت کی اور ہلاکتوں سے بچ گئے۔ خوش بخت ہو گئے، خوش نصیب ہو گئے، بخت بیدار
ہو گئے۔

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن بڑھ کے لیتے قدموں کی اترن

مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

حضرت جامع بن شداد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص جس کا نام طارق تھا
اس نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم مدینہ منورہ سے باہر قیام پذیر تھے کہ حضور سراپا نور ﷺ
ہمارے ہاں تشریف لائے۔ آپ سرکار نے دریافت کیا تمہارے پاس کوئی قابل فروخت
چیز ہے۔ ہم نے ایک اونٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ اونٹ برائے فروخت ہے۔ آپ
نے معاملہ طے کیا اور اونٹ لے کر چل دیئے۔ اس وقت تو ہم کچھ نہ کہہ سکے بعد میں ہم نے
سوچا ہم بھی عجیب آدمی ہیں ہم نے ایک شخص سے معاملہ کیا جس کو ہم جانتے ہی نہیں حتیٰ کہ
اس کا نام تک نہیں جانتے۔ ہمیں پریشان دیکھ کر ہم میں سے ہی ایک دانشور عورت نے ہم
سے کہا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں میں نے اس شخص کا چہرہ غور سے دیکھا ہے ایسے
چہرے والا شخص جھوٹا، فریبی اور دھوکے باز نہیں ہو سکتا ﷺ۔

چنانچہ دوسرے دن علی الصبح ایک شخص آیا اس نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا
ہے پہلے تم خوب سیر ہو کر اور پیٹ بھر کر کھا لو پھر اس کے بعد تمہارے اونٹ کے حوالہ سے
میرے ذمہ جتنے وقت کھجوریں ہیں وہ پوری کر لو۔

حضرت عبادہ بن عبد الصمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک بار حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے گھر حاضر ہوئے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت انس بن مالک نے کینز کو کھانا لانے کا حکم ارشاد فرمایا۔ جب وہ دسترخوان لے کر آئی تو وہ بہت میلا تھا آپ نے اسے دیکھتے ہوئے تندور میں ڈال دیا۔ ہم حیران ہوئے آپ نے ایسا کیوں کیا اور دسترخوان جلنے کے لئے تندور میں کیوں ڈال دیا۔ ہم ابھی اسی منحصے میں تھے کہ تھوڑی دیر بعد وہ دسترخوان آپ نے تندور میں سے نکالا تو ہم حیرت زدہ رہ گئے کہ وہ جلا نہیں بلکہ دودھ کی طرح سفید ہو گیا۔ ہم نے حیرانی میں ڈوبتے ہوئے پوچھا کہ حضرت یہ کیا معاملہ ہے تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک دن حضور میرے گھر میں تشریف لائے تھے آپ نے کھانا تناول فرمایا اور اس دسترخوان سے اپنا منہ مبارک صاف کیا اب جب یہ میلا ہو جاتا ہے ہم اسے تندور میں ڈال دیتے ہیں یہ دودھ کی طرح سفید ہو جاتا ہے۔

لَاِنَّ النَّارَ لَا تَأْكُلُ شَيْئًا مَّرَّ عَلَيْهِ۔ کیونکہ آگ کی مجال نہیں کہ اس چیز کو جلانے جس کو سرکارِ دو جہاں ﷺ نے مس فرمایا ہو۔

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے عظیم ترین عالم دین تھے۔ وہ اپنے ایمان افروز ہونے کا ذکر جمیل خود فرماتے ہیں کہ جب نبی آخر الزمان ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو میرے دل میں ارمان پیدا ہوا کہ دیکھوں تو جن کا ذکر حسین ہماری کتب سماویہ میں ہے یہ وہی رسول معظم ہیں یا کوئی اور ہے۔ میں اسی چاہت میں کشاں کشاں جہاں سرکار تشریف فرما تھے حاضر ہوا۔ جب میری پہلی نظر آپ کے چہرہ انور پر پڑی تو دل نے گواہی دی اِنَّهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَاذِبٍ۔ یہ حسن و جمال کا شاہکار چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔

كَمْ فِيهِ لِلْأَبْصَارِ حُسْنٌ مُنْهَشٌ

كَمْ فِيهِ لِلْأَرْوَاحِ رَاحٌ مُسْكِرٌ

اس کے مدہوش کر دینے والے حسن میں آنکھوں کے لئے کتنا سرمایہ موجود ہے۔

روحوں کے لئے اس کی یاد میں ایک شراب نایاب کی طرح مدہوش کر دینے والی ہے۔
 حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک رات رسول اللہ ﷺ کی
 اس کیفیت میں زیارت کی کہ آپ نے ایک سرخ پوشاک زیب تن فرمائی ہوئی تھی اور
 چاندنی رات تھی۔ میں کبھی حضور سر اپا نور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کرتا اور کبھی آسمانی
 چاند کو دیکھتا۔ نہ جانے میں دیدار کے نشے میں کب تک مدہوش رہا۔ آخر میرے دل نے
 اس موازنہ کے بعد یہ فیصلہ دیا کہ حضور پر نور ﷺ کا چہرہ انور بدر منیر سے زیادہ دلربا، خوشنما
 اور خوب رو و خوبصورت ہے۔

غلام مردم چشم کہ با سیاہ دلی

ہزار قطرہ بارد چو درد دل شرم

میں اپنی آنکھ کی سیاہ پتلی پر قربان ہو جاؤں کہ جب میں اپنے درد دل کا تذکرہ کرتا ہوں
 تو یہ اپنی سیاہ دلی کے باوجود ہزاروں قطرے برساتتی ہے۔

أَلَا يَا صَاحِبَ الْوَجْهِ الْمَلِيحِ

سَأَلْتُكَ لَا تَغِيبُ فَأَنْتَ رُوحِي

اے صاحب حسن و جمال، اے دلربا و دلکش چہرے والے کریم آقا ﷺ! میں آپ
 سے التجا کرتا ہوں کہ اپنا چہرہ مبارک مجھ سے نہ چھپائیے اس لئے کہ آپ ہی تو میری روح
 اور میری جان ہیں۔

مَتَى غَابَ شَخْصُكَ عَنْ عَيَانِي

رَجَعْتُ فَلَا تَرَى إِلَّا ضَرْبِيحِي

اگر آپ کی ذات گرامی میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئی۔ آپ جب دوبارہ لوٹ کر
 آئیں گے تو آپ صرف میری قبوہ ہی دیکھ سکیں گے۔

حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کے چچا جان حضرت ابوطالب کا حضور ﷺ کی
 شان میں کہے ہوئے قصیدہ کا پہلا شعر ملاحظہ فرمائیے جسے حضور ﷺ نے خود بھی پسند فرمایا

اور ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان سے بھری محفل نے پورا قصیدہ سنا۔ اگر یہ قصیدہ حضور کا پسندیدہ ہے تو میں کیوں نہ پسند کروں اور آپ کیوں نہ پسند کریں گے۔

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ

ثَمَالُ الْيَتْمَى عِصْمَةً لِلْأَزَامِلِ

وہ روشن چہرے والے جن کے چہرے کے صدقے لوگ بارشیں طلب کرتے ہیں۔

وہ یتیموں کا فریادرس اور بیواؤں کا نگہبان ہے۔

یہ سارا قصیدہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وَإِنْ يَكُ شَاعِرًا يُحْسِنُ فَقَدْ أَحْسَنَتْ یعنی اگر کوئی شاعر کوئی اچھی بات کہے (تو سن کر کہو) فَقَدْ أَحْسَنَتْ تو نے کتنی اچھی بات کہی۔ میرے آقا آپ کے ارشاد گرامی کی روشنی میں حضرت ابوطالب کے اس حسین و جمیل قصیدہ پر آپ کا غلام عبدالحق ظفر چشتی بھی عرض کرتا ہے اے میرے کریم آقا کے عم محترم قَدْ أَحْسَنَتْ آپ نے کتنی اچھی بات کہہ دی۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ

نہ ہماری چشم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

إِنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ دَخَلَ عَلَيْهَا مَسْرُورًا تَبْرِقُ أَسَارِيرُ وَجْهَهُ.

(صحیح بخاری جلد 1 ص 502)

حضور رسراپا نور ﷺ میرے پاس اس کیفیت میں تشریف لائے کہ آپ خوش اور مسرور تھے اور آپ کی پیشانی مبارک کی خدو خال نور کی طرح چمک رہے تھے اور ہم آپ کو ایسی کیفیت میں دیکھتے تو ہمارے چہرے بھی خوشی و مسرت کی کتاب کے سرورق بن جاتے۔

تاجدار عرب و عجم ﷺ کے لب ہائے مبارک پر جب تبسم کے پھول کھلتے تو فضا میں انوار و تجلیات سے بھر جاتیں، درود یواریف و سرور میں ڈوب جاتے اور ہر طرف روشنی بکھر جاتی۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث ”إِنَّهُ إِذَا ضَحِكَ يَتَلَا لَوْ فِي الْجُدْرِ“ یعنی جب آپ مسکراتے تو نور دیواروں پر چمکتا تھا“ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

أَيُّ يَشْرِقُ نُورُهُ عَلَيْهِ إِشْرَاقًا كَمَا إِشْرَاقُ الشَّمْسِ عَلَيْنَا۔ یعنی آپ ﷺ کا نور مبارک یوں چمکتا تھا جس طرح سورج کی دھوپ سے درود یوار چمک اٹھتے ہیں۔
یعنی آپ کی سیرت تاباں تو اندھے شیشوں کو چمکانے والی تھی ہی البتہ صورت منور بھی کائنات کے حسن و جمال کا جھومر تھی۔
علامہ زرقانی تحریر فرماتے ہیں۔

إِنَّ وَجْهَهُ كَانَ شَدِيدَ النُّورِ حَيْثُ يَقَعُ نُورُهُ عَلَى الْجِدَارِ إِذَا قَابَلَهَا۔

(زرقانی علی المواہب 210/6)

کہ آپ کا چہرہ مبارک اس قدر نورانی تھا کہ جب بھی اس کی نورانیت دیواروں پر پڑتی تو درود یوار چمک اٹھتے تھے۔

آپ کے چہرہ کے انوار و تجلیات کی رم جھم ایسی تھی کہ اندھیرے کمرے بھی چمک اٹھتے تھے۔ حضرت سیدہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے آپ کے روشن المناظر سے پھر کاغذات کا سینہ منور کرنے کو بتی چاہتا ہے۔ آپ فرماتی ہیں میں سوئی کے گم ہونے پر پریشان تھی کہ اچانک آپ تشریف لائے تو معاً ایسا ہوا جیسے رات کے وقت میرے اندھیرے کمرے میں دن نکل آیا۔ آپ فرماتی ہیں فَكَشَفَ عَنِّي وَجْهَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتِ الْآبْرَةُ بِشُعَاعِ وَجْهِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ کہ آپ کے چہرہ انور سے انوار کی کرنیں پھوٹنے لگیں اور میری گم شدہ سوئی مل گئی۔ (ابن عساکر 324/1)

بلکہ بات اس سے بھی آگے بڑھتی ہے۔ کلام روشن ہوتا ہے، ساری دنیا کے اہل ایمان کی ماں جن کا لقب ہی صدیقہ یعنی سچی ماں ہے وہ فرماتی ہیں۔

كُنْتُ اَدْخُلُ الْخَيْطَ فِي الْاِبْرَةِ حَالَ اِظْلَمَةِ لَبِيَاضِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (الخصائص الكبرى 1/156)

یعنی میں ہمیشہ رات کی تاریکی میں آپ کے چہرے سے اٹھنے والی تابانیوں کی روشنی میں سوئی میں دھا کہ بھی ڈال لیتی تھی۔

ایک گم گشتہ سوئی ہی کیا چیز ہے آپ کے مبارک چہرہ کی تابانیوں سے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو بھی اپنا کھویا ہوا مقام مل گیا۔

کفر و شرک کی اندھی رات میں گم کردہ راہ انسانیت کو آپ کی صبح تاباں کی تجلیات سے کفر و شرک کے اندھیرے دم توڑ گئے اور کفر کی تاریکیوں میں سیدھی راہ صراط مستقیم نظر آنے لگی۔ خیر و شر میں تمیز کی روشنی جو صدیوں سے انسانیت سے روٹھ چکی تھی آپ کے چہرہ منور کی تابانیوں نے عطا فرمائی اور اس طرح رونے زمین پر عدل و انصاف کی حکمرانی کی فضا قائم ہوئی۔

ہے کلام الہی میں شمس الضحیٰ تیرے چہرہ نور فزا کی قسم

قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دو تان قسم

تیرا مسند ناز ہے عرش بریں تیرا محرم راز ہے روح الامیں

تو ہی سرور ہر دوسرا ہے شہا تیرا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار سرکار کائنات ﷺ نے ایک لشکر نجد کی طرف روانہ کیا۔ حضور کے غلاموں کو فتح نصیب ہوئی۔ اہل لشکر کو اس جنگ میں یمامہ کا سردار ثمامہ بن ملحال ہاتھ آ گیا۔ اس کو قیدی بنا کر حضور کے دربار میں پیش کیا گیا۔ آپ سرکار ابد قرار ﷺ نے اسے مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور وہ تین دن بندھا رہا۔ ہر روز سرکار اس سے سوال جواب کرتے۔ تیسرے روز سرکار دو عالم ﷺ نے اسے آزاد کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ وہ مسجد نبوی سے نکلا قریب کے کسی باغ میں پہنچا۔ غسل کیا، پاک صاف ہوا اور واپس پھر مسجد ہی میں آ گیا اور حضور پر نور ﷺ کے دست اقدس میں ہاتھ دے کر اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل کیا اور کہنے لگا۔

يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ مَا كَانَ عَلَيَّ وَجْهِ الْأَرْضِ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْ وَجْهِكَ فَقَدْ
أَصْبَحُ وَجْهِكَ أَحَبُّ الْوُجُوهِ كُلِّهَا إِلَيَّ. وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ دِينِ أَبْغَضُ إِلَيَّ مِنْ
دِينِكَ. فَأَصْبَحُ دِينِكَ أَحَبُّ الدِّينِ كُلِّهِ إِلَيَّ. وَاللَّهِ مَا كَانَ مِنْ بَلَدٍ أَبْغَضُ إِلَيَّ
مِنْ بَلَدِكَ فَأَصْبَحُ بَلَدِكَ أَحَبُّ الْبِلَادِ كُلِّهَا إِلَيَّ. (مشکوٰۃ المصابیح 344)

اے محمد! ﷺ اللہ کی قسم مجھے اس روئے زمین پر آپ کے چہرے سے بڑھ کر کوئی شے
ناپسندیدہ نہیں تھی مگر اب آپ کے چہرہ اقدس سے بڑھ کر مجھے کوئی شے محبوب ہی نہیں۔ اللہ
کی قسم آپ کا دین میرے ہاں سب سے ناپسندیدہ دین تھا لیکن اب تمام دینوں میں سب
سے زیادہ پسندیدہ دین آپ کا ہے۔ اللہ کی قسم آپ کے شہر سے بڑھ کر کوئی اور شہر ناپسندیدہ
نہ تھا اور اب یہ حال ہے کہ آپ کا شہر ہی سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

زیب حسن محفل اشراف عالم تو ہوا
تھی موخر گرچہ آمد پر مقدم تو ہوا

☆☆☆

تیرے سائے سے منور دیدہ افلاک ہے
کیسا کہتے ہیں جس کو تیرے در کی خاک ہے

☆☆☆

آگیا ہوں در تیرے پر وقت ہے امداد کا
سرفرازی چاہنے بدلہ میری افتاد کا

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک دیہاتی حضور
سراپا نور ﷺ کے چہرہ انور سے پھوٹنے والی نورانی شعاعوں کی رم جھم دیکھ کر پکار اٹھا۔
إِنَّكَ الْيَوْمَ أَحَبُّ وَالِدِي وَمِنْ عَيْنِي وَإِنِّي لِأَجْبُكَ بِدَاخِلِي وَبِخَارِجِي
وَسِرِّي وَعَلَانِيَتِي. (تاریخ ابن کثیر 2/150-149)

آپ مجھے میرے والدین حتیٰ کہ خود اپنی ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ میرے

اندر، میرے باہر، میرے ظاہر اور میرے باطن میں صرف آپ ہی کی محبت کی حکمرانی ہے۔

حافظ گفت کہ خاک در نے خانہ نہ ہوئے

گو مکن عیب کہ من مشک ختن می بوئیم

حافظ سعدی شیرازی نے مجھے کہا کہ تو مئے خانہ کے دروازے کی خاک نہ چوم تو میں

نے اس سے کہا کہ میں مئے خانہ کی خاک تو نہیں البتہ مشک ختن سونگھ رہا ہوں۔

ایک دفعہ کفار و مشرکین مکہ نے ابورافع کو کسی سلسلہ میں اپنا سفیر اور نمائندہ بنا کر بھیجا۔

جب وہ نبی رحمت ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے تو شائد اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ آنکھ عطا

فرمادی جس سے جمال مصطفیٰ ﷺ کی جھلک ان کے دل کے آئینے میں اتر گئی اور دل کی

کیفیت تو یہ ہے کہ ایک دفعہ اگر کسی کو اپنے گھر میں جگہ دے دے پھر جان دے دے گا اسے

جانے نہیں دے گا۔ ابورافع نے اپنا واقعہ خود ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

بَعَثَنِي قُرَيْشٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلْقَى قَلْبِي الْإِسْلَامَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي وَاللَّهِ

لَا أَرْجِعُ إِلَيْهِمْ أَبَدًا۔

مجھے قریش نے اپنا سفیر بنا کر حضور نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ کا

شرف زیارت حاصل کرتے ہی اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا میں نے عرض کیا یا

رسول اللہ ﷺ میں اللہ کی قسم کفار و مشرکین کی طرف کبھی واپس لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ معلم جن وانس ﷺ نے مجھے مخاطب

کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنِّي لَا أَخِيسُ بِالْعَهْدِ وَلَا أَحْسِبُ الْبُرْدَ وَلَكِنْ أَرْجِعُ فَإِنْ كَانَ فِي

نَفْسِكَ الَّذِي فِي نَفْسِكَ الْآنَ فَارْجِع۔

میں عہد کی خلاف ورزی کرنا پسند نہیں کرتا اور نہ ہی پیغام لانے والے قاصد کو روکنا میرا

کام ہے۔ آپ اس وقت تو واپس لوٹ کر جائیں اگر وہاں جا کر پھر بھی آپ کی محبت اسی

بات کا تقاضا کرے تو لوٹ آنا۔

کوئی ہم سا تھوڑے دل کا مالک ہوتا تو کہتا یا دل میں سوچتا ایک اچھا آدمی ہاتھ آگیا ہے ہم نے اسے کون سا مجبور کیا ہے خود بخود اسلام لایا ہے۔ ہو سکتا ہے واپس چلا جائے تو واپس نہ آئے اس لئے اس دنیا میں سب جائز ہے۔ اگر یہ رہنا چاہتا ہے تو رکھ لینا چاہیے پھر دیکھ لیا جائے گا۔

لیکن پوری انسانیت کو درس انسانیت دینے والے اتنے چھوٹے دل اور خاکم بدہن کم طرف ہوتے تو ایسا ہو جاتا۔ آپ نے خود انسانیت کو قانون دیا، قانون کا پابند بنایا اور قانون پر عمل کر کے اس کے احترام کا درس دیا۔ یعنی جو اصول انسانیت کو اشرف المخلوقات بنانے میں کام آتا ہے وہ اختیار نے بھی بنایا ہو تو اس کا احترام کرنا بھی لازمی ہے۔

اس واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ لَا اَكْرَاهُ فِي الدِّينِ كَدِّينِ مِّنْ زَبْرَدَسِي نَبِيْسٍ يَدْلُ كَا سُوْدَا هِي قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ يَعْنِي سِيْدَهَا اُوْرُثِيْرَهَا رَا سْتَه دُوْنُوْنَ كُوْل كُوْل كَر بِيَان كَر دِيْے هِيْنَ - فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُوْمِنْ بِاللهِ تُوْجَسْ نِيْ بِي شِيَا طِيْنِ كِي رَا سْتَه كُو خِيْر بَا د كَبَا اُوْر الله تَعَالَى پَر اِيْمَان لِيْ آيَا فَقَدْ اسْتَسْكَبَ بِالْعُرُوَّةِ الْوُثْقَى تُو اس نِيْ يَقِيْنَا اللهُ تَعَالَى كِي رِي كُو مَضْبُوْطِيْ سِي تَهَام لِيَا لَا اِنْقِصَامَ لَهَا وَه اس سِي چھوٹے كِي نَبِيْسِ -

حضرت ابو رافع کہتے ہیں اب یہ میرے آقا ﷺ کا حکم تھا۔ میں واپس چلا آیا لیکن اب یہاں کس کا جی لگتا تھا۔

اگر ہو جائے من غیري گزیند دوست حاکم اوست

حرامم بادا اگر من جاں بجائے دوست بگر نیم

اگر وہ مہربان میرے سوا کسی اور کو پسند کرے تو کرے کہ وہ بادشاہ ہے اور اپنی مرضی کا مالک ہے لیکن اگر میں اس کی جگہ اپنی جان کو بھی پسند کر لوں تو یہ حرام ہے۔

چھوڑ آیا ظہوری میں دل و جان مدینے میں

اب جینا یہاں مجھ کو دشوار نظر آئے

ثُمَّ آتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْلَمْتُ۔ (سنن ابوداؤد کتاب

الجهاد 2758، مشکوٰۃ المصابیح باب الايمان 347، مسند امام احمد بن حنبل 7-8)

چہرہ مصطفیٰ پر بھوک کے اثرات نہ ہونا

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

مِمَّا أَكْرَمَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ بِهِ نَبِيَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ إِنَّهُ مَعَ تَالِمِهِ

بِالْجُوعِ يُضَاعَفُ لَهُ الْأَجْرُ حِفْظِ كَمَالِ قُوَّتِهِ وَصَانَ نَضَارَةَ جِسْمِهِ حَتَّى أَنْ

مَنْ رَأَاهُ لَا يَظُنُّ بِهِ جُوعًا بَلْ كَانَ جِسْمُهُ الشَّرِيفُ وَ وَجْهُهُ اللَّطِيفُ أَشَدُّ

رَوْنَقًا وَبِهَا مِنْ أَجْسَادِ الْمُتَرَفِّينَ۔ (جمع الوسائل 2/188)

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ارفع و اعلیٰ مقامات آپ کو عطا فرمائے ہیں ان میں ایک وصف کمال

یہ بھی تھا کہ (اختیاری) فقر و فاقہ کی کیفیت سے درجات میں بلندی کے ساتھ ساتھ آپ کے

کمال قوت اور جسم کی تروتازگی کی حفاظت اس طرح فرمائی کہ زیارت کرنے والا کوئی بھی شخص

محسوس نہ کر سکتا تھا کہ یہ ذات ستودہ صفات کئی ماہ سے اس شان میں ہے بلکہ آپ کا جسم لطیف

اور چہرہ انور تمام دولت مندوں، اہل ثروت سے زیادہ پر رونق اور تروتازہ ہوتا۔

ان کیف مست کوثر پاش آنکھوں کے نثار

ہے شراب من رانی زیب جام مصطفیٰ

دیکھ کر رنگینی حسن و جمال کائنات

آگیا بے ساختہ ہونٹوں پہ نام مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خلاق عالم کی انوکھی تخلیق

یوں تو حسن اور خوبصورتی کی تلاش میں ساری دنیا کے سات چکر بھی لگا آئیں اگر حسن اور خوبصورتی آپ کے اندر موجود نہیں تو وہ آپ کو کہیں سے نہیں مل سکے گی۔ لیکن پھول پھر پھول ہی ہے کون کور مغز ہے جس کو اس کی لطافت، نزاکت، مہک، رنگت اور بناوٹ مسحور نہ کرے۔ چاند پھر چاند ہے چاند کی چاندنی اور کہکشاؤں کا حسن کسے پسند نہ آئے گا۔

دیدہ کور کی بات نہیں اور نہ کور چشم کی اور نہ ان کی بات کہ **وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا** ہے کہ ان کی آنکھیں ہیں اور لیکن دیکھتے نہیں بلکہ انہیں نظر ہی نہیں آتا۔ بات ان کی ہے جو **يَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ** کی خو کے مالک ہیں۔ جو تخلیق ارض و سما میں آسمان کی وسعتوں میں روئی کے گالوں کی صورت ہزاروں من پانی سے بھری مشکیں اٹھائے پھرتے بادلوں میں، غضبناک اچھلتی ابھرتی دریائی سمندری لہروں میں اور ان کے اوپر خراماں خراماں ہزاروں من بوجھ اٹھائے بہتی کشتیوں میں لیل و نہار کے خوبصورت اور خاموش انقلاب میں تدبیر و تفکر کرتے ہیں۔ ان تخلیقی ندرتوں میں، مخفی اثرات میں، فیوض و برکات میں ڈوب کر پہروں گم رہتے ہیں۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں **رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا** کہ اے ہمارے رب! تو نے کوئی چیز بھی بے کار محض پیدا نہیں فرمائی تو پاک ہے۔

اگر تدبیر و تفکر کے ساتھ ساتھ کوئی شخص تنقید و تحقیق کی موٹے شیشوں والی عینک بھی آنکھوں پر چڑھالے تو ایسے شخص کے لئے حکم ہے **الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا** مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفْوُتٍ ۗ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۗ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ ۗ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ ﴿۱۰﴾ (الملك)

جس نے سات آسمان بنائے تہ بہ تہ رحمٰن کی تخلیق میں کچھ تفاوت نہیں پاؤ گے پھر نگاہ

دوڑاؤ کہیں تمہیں رخنہ نظر آتا ہے؟ ایک بار پھر نظر دوڑاؤ تمہاری نگاہ تھکی ماندی ناکام تمہاری طرف لوٹ آئے گی۔

آسمان کی وسعت کا اندازہ لگانے والے مشاہدہ کے بعد یقیناً یہ کہنے پر مجبور ہوں گے کہ بظاہر نظر آنے والی اشیاء میں اس سے بڑی کوئی چیز نہیں۔ سات براعظموں پر ایک آسمان ہی چھت کا درجہ رکھتا ہے اور اتنی بڑی شے میں کوئی نقص نہ ہو اس میں نہ کبھی نقص تھا نہ ہے اور جب تک مالک کی طرف سے مقررہ وقت نہیں آجاتا اس وقت تک کوئی نقص نہیں آئے گا۔

اس کی واضح وجہ یہ ہے کہ وہ رحیم ہے، وودود ہے۔ وہ رحم فرمانے والا ہے، محبت کرنے والا ہے۔ گویا اس نے جو کچھ بنایا ہے اس نے بڑی محبت سے بنایا ہے اور ہر صانع اپنی وہ صنعت جس سے صانع محبت کرتا ہو اپنی محبت کے پیش نظر اس کی نظر میں اس صنعت میں اس کے حسن کے مکمل کرنے کے لئے جو جو پہلو ادنیٰ یا اعلیٰ، چھوٹا یا بڑا، مہنگا یا سستا ممکن ہو اس کو پورا کرتا ہے اور جو ہو ہی قادر مطلق اور وودود بھی یعنی محبت کرنے والا اور اپنی صنعت پر اسے ناز بھی ہو تو اس میں کیونکر نقص رہنے دے گا۔

اس صانع مطلق، رحیم وودود کی بے حد و عد مصنوعات میں سے صرف آسمان دنیا کی طرف ہی اپنی نظر اٹھ رہی ہے جس کو اس نے زَيْنَا السَّمَاءِ الدُّنْيَا بِصَاحِبِهَا فرما کر اس کی تعریف کی ہے کہ ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا ہے اسی طرح اس کی ہر صنعت ہے زمین کا فرش اس کے اندر مخفی معدنیات، جواہر اور قیمتی اشیاء کے خزانے، نباتات کروڑوں قسم کی نباتات ان کی فطری اٹھان اس اٹھان میں قدرت کی قدرتی جھلک۔ ان تمام نباتات کے اندر ہر ایک کی الگ الگ تاثیرات، مفادات، عنایات اور لذات وغیرہ۔ جمادات حیوانات وغیرہم، وہ کون سی چیز ہے جس کی بناوٹ ہو چکی ہے اس بناوٹ میں جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے ترمیم و اضافے کی ضرورت محسوس ہوتی ہو۔

اس ساری تمہید کا نکتہ عروج یہ ہے کہ اس کی وہ تمام مخلوقات جو اس نے بے شک محبت ہی سے بنائی ہیں لیکن ان میں سے ایک مخلوق اس کی وہ بھی ہے جو ساری مخلوقات کی تخلیق کا

باعث ہے۔ وہ وجہ تخلیق کائنات ہے وہ سبب ہے۔ تمام مخلوقات صرف ایک ذات کی خاطر معرض وجود میں لائی گئی ہیں جس نے اپنی ساری مخلوقات کے ہر حسن کے عروج کی انتہا کو اس کی ذات میں سمو کر رکھ دیا ہے بلکہ ہر چیز کی تخلیق کی خلقت کے مقصد میں وہ ایک ہی ذات نظر آتی ہے۔

جد آیا محبوب خدا دا ہو گیا نور اجالا

سارا حسن سمیٹ لیا یا سوہنا کالیاں زلفاں والا

وہ حسن مطلق کے نقش اول، برگ و گل کے حسن و عشق کا مرکز، گل و لالہ کی نرم و نازک پنکھڑیوں کا نکھار، ہواؤں کی جانفزا کیفیتوں میں کیف و جذبات کا تلامطم، رونق گلزار ہستی حضرت مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات بابرکات ہے۔

داستان حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی

اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

جس انداز کے ساتھ اس صانع مطلق نے اپنی عظیم الشان تخلیق کے ناز اٹھائے ہیں دنیا میں کہیں کوئی مثال نہیں ملتی۔ وَالضُّحٰی ۱۰ وَاللَّیْلِ ۱۱ اِذَا سَجٰی ۱۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ۱۳ قسم ہے چاشت کے وقت کی طرح چمکتے دکتے چہرے کی اور قسم ہے سیاہ رات کی طرح شانوں کو چھوتی ہوئی زلفوں کی تیرے رب نے نہ تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ تجھ سے روٹھا ہے۔ پاک ذات کی باتیں سن اور پاک ہو جا جس نے ان باتوں کو کان سے سنا اس کے کان پاک، جس نے خوش ہو کر آگے بیان کیا ان کی زبان پاک، جس نے دل میں محفوظ رکھی اس کا دل پاک۔ جن کی باتیں سن کر انسان پاک ہو جاتا ہے اگر ان کو دل میں بٹھالیا جائے تو اس دل کی قدر و منزلت کون جانے۔ یہ پاک لوگوں کی باتیں ہیں پاک کرنے والوں کی باتیں ہیں جو وَيُزَكِّيهِمْ کی شان والے ہیں۔ خدا کرے اس ذات پاک یعنی پاک کرنے والی ذات کی محبت کا قدم میرے دل سے کبھی نہ نکلے۔

آپ قدرت کا عظیم شاہکار ہیں۔ حسن ظاہر اور حسن باطن کے تمام مظاہر میں ایک

کامل، مکمل اور اکمل نمونہ۔ تمام حسینان جہاں ان کے سراپا پر سر سے پاتک فدا ہیں۔
خالق و مالک، صانع اور مبدع نے اپنے لازوال کلام میں اپنے اس حسن ازل کے
شاہکار کو خود کئی انداز سے نوازا اور خوب نوازا۔ ذات محمد ﷺ سے متعلق صفات کو پوری
ذی شعور انسانیت کی تلاوت کا حصہ بنا دیا اور فرمایا وَ كَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا کہ
آپ پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہے۔

اعضا کے تناسب کے حسن نے بھی جہاں جہاں اپنے جلوے دکھائے ہیں دنیا نقد دل
کے نذرانے پیش کرتی رہی۔ رخ انور کے حسن میں گم لوگ اپنی انگلیاں کٹوا بیٹھے۔ حسن
موسوی کو دیکھ کر ان کی اہلیہ حضرت صفورہ نے آنکھوں کی بینائی نذر کر دی۔ لیکن حسن محمد
ﷺ نے کیا دھوم مچا ڈالی۔ مردان عرب ان پہ نثار ہو ہو کر سر کٹاتے پھریں۔ درخت فدا
ہوئے، پتھروں نے کلمہ یاد کر لیا، خشک تنے بھر برداشت نہ کر سکے اور فراق میں رونا دھونا
سیکھ لیا، مردوں نے قصیدے لکھے، جنوں نے اشعار لکھے، ساتھ پیدا ہونے والا قرن جن
ایمان لے آیا۔

عمر بھر کا ایک ایک لمحہ خالق کی نظر میں اِنکِ بِاَعْيُنِنَا آپ تو ہماری آنکھوں میں بستے
ہیں، عمر مبارک کی ایک ایک ساعت بصورت چیلنج پیش کر دی۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا قَبْلَ
قَبْلِهِ میں تم میں عمر کا ایک حصہ بسر کر چکا ہوں لاؤ تو کوئی مثال ڈھونڈ کے۔

کوئی شاہکار ایسا کبھی تھا نہ ہے نہ ہوگا

چاند، سورج، ستارے، کہکشاں حسن کا ایک آئیڈیا ہیں، آئیڈیل ہیں، معیار ہیں۔
روشنی پھیلانا، خوبصورت لگنا، منافع تقسیم کرنا، سمندروں کی لہروں میں اتار چڑھاؤ پیدا کرنا،
پھلوں کے پکنے میں مدد دینا، ان میں مٹھاس بھرنا اور مختلف رنگوں میں رنگنا، میٹھی نیند سلانا،
نیند سے بیدار کرنا یہ اور اس قسم کے لاکھوں کام کرنا یہ سب ان کے حسن کی رعنائی ہے،
دلفریبی ہے۔ یہ سب اپنی جگہ لیکن حسن ازل کا اکمل ترین نمونہ حضور کی ذات والا صفات کی
باہ، کیا بات ہے کہ وہی چاند، اس کے بچپن کے پھپھنے کی ننھی پھپھن اللہ اکبر انگلیوں کے

اشاروں پر ناچتا ہے کھلنا بنتا ہے، اپنے دل کو درمیان میں سے چیر کر قدموں کو بوسہ دیتا ہے۔ سورج کبھی مغرب سے طلوع نہیں ہوا وہ بھی ان کی انگلی کے اشارے کا منتظر رہا کہ کبھی مجھے حکم کی تعمیل کا ارشاد ہو۔ اشارہ ہوا تو اپنی فطرت طلوع و غروب بدل ڈالی۔ ڈوبا سورج ابھرا اور ان کے غلام علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نماز عصر پڑھانے تک کھڑا رہا۔

ستارے اور کہکشاں سنا ہے دنیا کی قسمتیں، تقدیریں بتاتے ہیں۔ مقدر بنانے اور بگاڑنے پر مامور ہیں لیکن ان کے اپنے مقدر کا ستارہ خود مدوح رب کائنات ﷺ کے ہاتھ میں ہے۔

تیرے نور سے اے حبیب رب، مہ و مہر کی ہے یہ تاب سب

جسے لوگ کہتے ہیں کہکشاں، تیری راہ گزر کا غبار ہے

میں اکثر سوچتا ہوں کہ اب اگر میں آپ کی شان میں کچھ کہوں گا یا لکھوں گا تو یہ یہ لفظ لکھوں گا، یہ یہ بات کروں گا۔ اب اس پیرائے میں بات ہوگی۔ اب کے یہ شعر پڑھوں گا، یہ نعت لکھوں گا، وہ قصیدہ پڑھوں گا۔ لیکن وہ سارے الفاظ، وہ سارے جملے، وہ ساری فصاحت و بلاغت سے بھری باتیں وہ صاف و سادہ انداز سے کہی جانے والی بے ساختہ زبان اور قلم سے نکلنے والی کہاوتیں لکھ چکا ہوں، کہہ لیتا ہوں تو پھر اپنی کم مائیگی اپنی علمی بے بضاعتی، اپنے عجز، اپنی بے بسی پر شرم سے ڈوب جاتا ہوں کہ میں نے تو ان کی شان میں کچھ بھی نہیں کہا۔

میرے خیال نے جتنے بھی لفظ سوچے تھے

تیرے مقام اور مرتبے سے چھوٹے تھے

پھر ایک نئے عزم سے نئے حوصلے سے اٹھتا ہوں اور یہ سوچ کر اٹھتا ہوں کہ تیرے ان حرفوں سے، لفظوں سے، قصیدوں سے، شعروں سے، نعتوں سے ان کی ثنا کا حق تو ادا نہیں ہو سکتا لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جب سے تو اس کام میں مصروف ہے تیری اپنی شان تیرے اپنے مرتبے کتنے بڑھ گئے ہیں۔ قدم اٹھتے ہیں لوگ رستہ دیتے

ہیں، بات کرتا ہوں کہتے ہیں اس زبان سے پھول جھڑتے ہیں۔ لوگ بار بار سننے کی تمنا رکھتے ہیں اور

مَا إِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِي
لَكِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِي بِمُحَمَّدِ
میں تصور میں کھڑا تھا اپنے آقا کے حضور
شہر بھر میں لوگ میری جستجو کرتے رہے
ہم کہاں عزت کے قابل تھے مگر بستی کے لوگ
نعت کے صدقے ہماری آبرو کرتے رہے

پھر کیوں نہ ان کے رخ کی بات کروں۔ کیوں نہ زلف عنبریں کا ذکر چھیڑوں۔ کیوں
نہ مکحول آنکھوں کے تذکرے کروں۔ کیوں نہ ان لب ہائے مبارک کے ذکر سے لذت
لوں۔ حق ادا کرنا تو میرے بس میں نہیں ذکر کرنا تو میرے بس میں ہے۔

ویران تھی زندگی اور میں خاک چھانتا تھا
تیری عطا سے پہلے مجھے کون جانتا تھا

حضرت براء بن عاذب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَحْسَنُ
النَّاسِ وَجُفَاءً وَأَحْسَنَهُ خُلُقًا یعنی حضور نبی کریم ﷺ چہرے کے حسن کے اعتبار سے
لوگوں میں سب سے حسین تھے اور اعلیٰ ترین اخلاق کے مالک تھے۔

حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں إِنْ نَبَيْكُمْ صَبِيحُ الْوَجْهِ
كَرِيمِ الْحَسْبِ حُسْنُ الصَّوْتِ۔ یعنی اے لوگو! تمہارے نبی ﷺ کا چہرہ انتہائی
خوشنما اور خوش منظر تھا۔ آپ کا نسب مبارک اعلیٰ تھا اور آپ کی آواز بہت ہی حسین تھی۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت کے بعد اپنے
تاثرات ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں رَأَيْتُ رَجُلًا ظَاهِرًا لَوْضَاءَ مُتَبَلِّجُ الْوَجْهِ۔
یعنی آپ کا چہرہ اقدس سورج کی سی تابانی اور درخشندگی لئے ہوئے تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ
كَانَ الشَّمْسُ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ - میں نے آپ سے بڑھ کر حسین کسی کو نہیں پایا آپ
کے چہرہ انور کو دیکھ کر احساس ہوتا تھا گویا آپ ﷺ کے چہرہ انور میں آفتاب مجوزا م ہے۔

چہرے کو ان کے چاند کہوں یہ بھی ہے غلط
خورشید نیم ریز کہوں یہ بھی ہے غلط
میں! اور پھر خاموش رہوں یہ بھی ہے غلط

یکتا تھا بے مثال تھا چہرہ حضور کا
بس اتنا جان لیجئے منبع.. تھا نور کا

يَا أَيُّهَا الْمَرْمَلُ

يَا أَيُّهَا الْمَرْمَلُ قُمْ الْبَيْتَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۔ اے کملی اوڑھنے والے اٹھیے! اگر آپ ہی نے روپوشی اختیار فرمائی تو یہ دنیا گمراہی کے بھنور میں ہی پھنسی رہے گی۔ پھر یہ لوگ کس کے دیدار سے مشرف ہو کر اور روشنی پا کر منزل مقصود پر پہنچیں گے۔

آپ رات کو قیام کیا کریں کہ آپ شمع کی مانند ہیں اور شمع کا کام ساری رات کھڑا رہنا ہوتا ہے۔

آپ امت کے کشتی ران اور ملاح ہیں اور بیدار ملاح ہی کشتی کو اور کشتی میں بیٹھنے والوں کو پار لگا سکتا ہے اس لئے اٹھیے! کشتی اور مسافر انتظار میں ہیں۔

آپ ہی تو ساری امت کے پشتی بان اور نگران ہیں۔ بھٹکی انسانیت کی پشت پناہی تو کوئی کامل و بیدار مغز ہی کر سکتا ہے کہ جاگنے والے ہی جگاتے ہیں۔

آپ کے علم میں ہے یہ بات، کہ اس وقت پوری دنیا میں علم لدنی کا فیض پہنچانے والا آپ کے سوا کوئی نہیں۔

آپ کا خلوتوں میں گم ہو کر بیٹھ جانا مناسب نہیں۔ میں نہاں ہوں آپ عیاں ہیں۔ آپ میری صفت ”الظاہر“ کے مظہر اتم بنئے! اٹھیے کہ جو تجھے دیکھ لے وہ مجھے دیکھ لے۔

چاند ساری رات اپنا سفر جاری رکھتا ہے اور کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار کم نہیں کرتا۔ حالانکہ وہ آپ کی پیشانی سے بھیک لے کر روشن ہوتا ہے آپ ان اندھوں کے شور سے دل برداشتہ ہو کر کملی اوڑھ کر لیٹ نہ جائیے اپنی روشنی سے دنیا کو محروم نہ کیجئے۔

آپ کے مخالف کتے ہیں آپ ان کو بھونکنے دیں۔ کتوں کے بھونکنے سے تو گداگر بھی اپنی منزل کھوٹی نہیں کرتا۔ آپ تو ہادی ہیں، راہبر ہیں، امام ہیں، آپ کیوں لیٹیں۔ اٹھیے۔

سورج نے کبھی چمگادڑ کو بددعا نہیں دی حالانکہ چمگادڑ سورج کی شکل بھی دیکھنا پسند نہیں

کرتا جب کہ وہ صرف سراج ہے اس کا کام چمکنا ہے اور صرف چند شمار میں آنے والے چاندوں کو چمکاتا ہے۔ اے کملی اوڑھنے والے آپ صرف سراج ہی نہیں بلکہ سراج منیر بھی ہیں جو سورجوں کو چمکاتا ہے اس وقت کی دھول میں بے شمار سورج دھندلا دھندلا کر بے بسی کی موت مرنے والے ہیں۔ آپ اٹھیے اور ان اندھے شیشوں کو چمکا دیجئے۔

آپ شاہد، مبشر، نذیر ہیں میرے حکم سے داعی الی اللہ ہیں اور سراج منیر ہیں۔ سارا عالم بیمار ہے اور آپ مکمل شفا ہیں۔ آپ کے قدموں سے لگی مٹی بھی خاک شفا کہلاتی ہے آپ اٹھیے۔ سارے عالم کے دکھ درد بانٹ لیجئے بلکہ ہر بیمار کے لیے پیغام شفا بن کر اٹھیے۔ میں چاہتا ہوں میری مخلوق میں ہر دکھی جب آپ کو دیکھے تو کہہ دے میرے آقا!

آپ کا نام جب ورد زباں ہوتا ہے

بھول جاتا ہوں درد کہاں ہوتا ہے

جو کسی اندھے کی چالیس قدم رہنمائی کرتا ہے میں اس کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہوں اس وقت ساری دنیا کے اندھوں کو آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔ اے کملی اوڑھنے والے قم! آپ اٹھیے اندھوں کو کمر بند سے پکڑ پکڑ کر میرے حضور قطار اندر قطار لا کر کھڑا کر دیجئے۔ ہمارا وعدہ ہم آپ کو فتح مبین بھی عطا فرمائیں گے اور آپ کے صدقے سب کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر کے آپ پر اور آپ کے چاہنے والوں پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کر دیں گے۔

صدیاں بیت گئیں دنیا نے کبھی بہار کا اور خوشی کا منہ نہیں دیکھا۔ آپ نبی آخر الزمان ﷺ ہیں اٹھیے کالی کملی اتار دیجئے اور ان کے سوگ کو خوشیوں میں بدل دیجئے۔

وہ اندھے جو آپ کی مخالفت میں بالکل ہی اندھے ہو چکے ہیں آپ فکر نہ کریں وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے **وَ اللّٰهُ يَعْصِيكَ مِنَ النَّاسِ** (اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا) بلکہ ہم ان نہ ماننے والے مخالفین کو ایسا اندھا کر دیں گے کہ وہ زہر کو بھی شکر سمجھ کر کھا جائیں گے۔ **صُمٌّ بُكْمٌ عُمَىٰ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ** (بہرے، گونگے، اندھے تو وہ پھر آنے

والے نہیں) سے بھی بڑھ کر ہم یوں کریں گے۔ وَ يَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (اور وہ انہیں ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں)۔

اے کالی کملی اوڑھنے والے ہمارے محبوب! قیامت میں ”اسرائیل“ صور پھونکیں گے اور سارے مردے زندہ ہو جائیں گے۔ آپ اٹھیے اور اپنا صور یہیں پھونکیں۔ اعلان نبوت علی الاعلان فرمائیں اور مردہ دلوں کو حیات جاودانی عطا فرمائیے۔

اسرائیل کے صور پھونکنے سے جو مردے زندہ ہوں گے ان میں کچھ جہنمی ہوں گے اور کچھ جنتی۔ ان کی قسمت کا فیصلہ اس وقت کریں گے اور آپ جس جس کو بھی زندہ فرمائیں گے اس کا بھی اعلان کئے دیتے ہیں۔

وَ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا (النساء: 13) اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا۔ اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ بلکہ ہم یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ وہ ایسے ہی جنت میں نہیں رہیں گے جیسے کوئی عام انسان آ کر سرانے میں رہ جاتا ہے بلکہ نَزَّلْنَا مِنْ عَقُوبِهَا شَاحِبٍ ۝ (حم سجدہ) وہ اپنے غفور و رحیم رب کے مہمان کی حیثیت سے رہیں گے۔ آپ کو پتا ہے مہمان کی کتنی عزت ہوتی ہے۔ اٹھیے میری وسیع و عریض جنت کے لئے میرے مہمانوں کی ایک ان گنت تعداد کی ٹیم تیار فرما دیجئے۔

اے کالی کملی اوڑھ کر لیٹنے والے صاحب معراج میرے محبوب! ہم تو تیرے غلاموں کو بھی معراج کا اعزاز عطا فرمانے والے ہیں لیکن ان کی معراج ایسی نہ ہوگی جیسے گرد و غبار اور دھواں اٹھتا ہے اور پھر خود ہی بیٹھ جاتا ہے۔ ہم ان کو ایسی معراج کرانا چاہتے ہیں کہ جب آپ خود معراج پر ہوں اور آپ جنت کی سیر کر رہے ہوں تو کسی کے چلنے کے انداز اور اس کی آواز سے ہی محسوس کر لیں کہ ایسے لگتا ہے جیسے میرا بلال جا رہا ہو۔

اس لئے آپ ابھی تہانہ لیٹئے۔ وہ سونا معراج کی شب کا سونا ہوگا اب آپ اٹھیے اور ان سوتوں کو جگائیے اور معراج کے لائق بنا دیجئے۔

تمام تاریکیاں، تمام اندھیرے، تمام خباثتیں، چوروں کی چوریاں، ڈاکوؤں کی ڈاکہ زنیاں، غافلوں کی غفلتیں، نیند کے ماروں کی نیندیں یہ سب کچھ بلکہ اس سے بھی زیادہ نہ جانے کیا کچھ رات کی تاریکی میں ہوتا ہے۔ ان تمام تاریکیوں کے لئے اجالا صرف آپ کی ذات ہے۔ گھر والا جاگتا ہو تو چور کو ہمت نہیں پڑتی۔ محبوب یہ ساری دنیا تیری ہے۔ جاگ اور اس دنیا اور اس میں رہنے والی ساری مخلوق کو اپنی رحمتوں کی چادر میں لپیٹ لے تاکہ کوئی چور شیطان اس طرف منہ نہ کر سکے۔

خریدار اور غلام

پانچ وقت کی اذان گویا ذات باری تعالیٰ کی طرف سے گریہ زاری کی دعوت ہے اس کی محبت میں بہایا ہوا آنسو، شہید کے خون کے برابر سمجھا گیا ہے۔ دیکھ خریدار نے تیرے مال کی کیا قیمت لگا دی ہے۔

اتنا قدر دان، خریدار، اتنا کریم مالک چھوڑ کر کسی اور خریدار کی طرف لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھتے رہنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ اگر اس کے سوا کوئی اور خریدار تجھے مل بھی جائے تو بتا وہ تیری کیا قیمت لگائے گا۔ اس کے پاس ہے کیا۔ چند کھوٹے سکے۔

ثُمَّ قَلِيلًا اپنی قدر پہچان نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز۔ اپنی قیمت بڑھا کسی کے پاس تجھے خریدنے کے لئے مال کہاں۔ اس کے چند کھوٹے سکوں کی چمک کے لالچ میں نہ آ۔ کہ لالچ انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ تیرے دوسری طرف دیکھنے سے اتنا عظیم قدر دان اگر غیرت میں آ گیا تو تیری قیمت چند کھوٹے سکے بھی نہ پڑ سکے گی۔ وہ بڑا غیور ہے۔ تو نفرتوں کے جہنم میں ایسا گرے گا کہ کوئی تیرا مددگار اور تیرا معاون نہ ہوگا۔ نہ تو مر سکے گا نہ توجی سکے گا۔

حق تعالیٰ کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں۔ جب عطا ہوتی ہے قابلیت خود ہی پیدا ہو جاتی ہے۔ عطا مالک کی صفت ہے اور اس کی طرح اس کی صفت بھی قدیم ہے۔ قابلیت غلام اور بندے کی صفت ہے جو غلام اور بندے کی طرح حادث ہے۔ پتھر، لاکھ پتھر سہی لیکن جب اس کی عطا کی پھوار برسنے لگتی ہے کہ پتھر دل بھی موم بن جاتے ہیں۔

دنیا کا کوئی دوست وفادار نہیں بلکہ شاہ کے سوا باقی سب تیرے دشمن ہیں۔ وہی ایک سچا دوست ہے سچے دوست سے شکوہ کرنا گناہ ہے۔ سچے دوست سے بدگمان نہ ہو بدگمانی سے دوستیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ اسی سچے دوست کا وفادار غلام بن۔ غلام تو غلام اگر کتا بھی مالک

سے وفاداری کرے تو مالک کی ہزاروں ہمدردیاں جاگ اٹھتی ہیں۔

محمد بوٹیا جھوٹا ای جگ سارا

سچے نبی دیاں سچیاں یاریاں نی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے جادوگروں نے جب مالک کی۔ شاہ کی۔ دین سے شناسائی حاصل کر لی تو انہوں نے اس کی محبت میں ہاتھ اور پاؤں کٹوا دیئے اور دارورسن کو چوم لیا۔ یہ مقام تو پچاس، سو دو سو سال کی عبادت کے بعد بھی نہیں ملتا۔ مالک نے ان کے تذکرے کے ایک ایک حرف کے بدلے ساری کائنات کو دس دس، بیس بیس نیکیاں باٹنا شروع کر دیں۔ آج تک بٹ رہی ہیں اور تا ابد بٹتی رہیں گی۔ اس خیرات سے دامن بھرنے والوں کے لئے خزانوں کے بوروں کے منہ کھول دیئے ہیں۔ تقدیس بھری کتاب میں جادوگروں کے اس تذکرے سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہو اور فیض و کیف سے جھولیاں بھرتے جاؤ۔ سلام ہو اس کامل نگاہ والے شاہ کے بندے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جس کے ذرا سے ادب کرنے پر قدردان و شکور و حلیم شاہ نے ذروں کو عزت و شرف کے اوج تریا پر پہنچا دیا۔

یہ تو اس کے ادب کا صلہ تھا جو شاہ سے صرف ہم کلام ہوا تھا اور جس نے شاہ سے قاب تو سین کا قرب اور خلوت پائی رَائَتْ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ كَأَشْرَفِ دِيدَارٍ پايا۔ مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى ۝۱۰ کی آنکھ سے شاہ کو جی بھر کر دیکھا۔ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِي مَا أَوْحَىٰ ۝۱۱ کی راز و نیاز کی باتیں کیں۔ ذرا سوچ اس کے ادب کی کیا کرامات ہوں گی۔ اگر تری سوچ کا شہ پروہاں تک پرواز نہیں کر سکتا تو نہ سہی ادب کر پھر شاہ کے دین کو دیکھو وہ بہت ہی قدردان ہے۔ یا حی یا قیوم، یا شکور یا حکیم۔

بادشاہ نے خریدے جانے والے ایک ہندی غلام ایاز کی طرف دیکھ کر کہا تھا کہ تیرے غلام ہونے نے غلامی کے منصب کو منور کر دیا۔ تیرے وجود سے تو آزاد لوگ بھی تیری غلامی جیسی غلامی کی حسرت رکھنے لگے ہیں۔ ہاں مومن ہوتا ہی وہی ہے جسے دیکھ کر کافر بھی

حسرت سے دیکھتا رہ جائے کہ باایمان ایسے ہوتے ہیں۔ یوں تو مومن ایسے بھی ہزاروں مل جائیں گے جن کی طرف دیکھ کر کافر ایمان لانے کا ارادہ ہی ترک کر دیتے ہیں۔

اگر آگ کا ایک شرر سارے جنگل کو جلا دینے کے لئے کافی ہو سکتا ہے تو کیا ایمان کے پانی کا ایک قطرہ سارے جہنم کو بجھانے کے لئے کافی نہ ہوگا۔

اگر یار مہربان ہو تو ہر امتحان کی ہر تلخی خوشگوار ہو جاتی ہے بلکہ ان تلخیوں میں اتنی شیرینی ہوتی ہے کہ اس کا ایک قطرہ سمندر کے سارے کھارے پن کو دور کر دیتا ہے۔

جو ایک بے رونق مٹی سے پھل پھول اور پتیاں پیدا کر دیتا ہے وہ تیرے سارے کھوٹے سکے وصول کر کے تجھے مسجود ملائک بنا سکتا ہے۔ اے خاک کے پتلے وہ تیری خاک میں اتنا نور بھر سکتا ہے کہ نوری تیرے گھر کا پانی بھرتے پھریں۔ تیری چوکھٹ پر در بانی سرمایہ افتخار سمجھنے لگیں۔ وہ بڑا قدر دان ہے۔ یا شکور یا حلیم

سوچ اس شاہ سے بہتر تیرا خریدار کون ہو سکتا ہے جس کے اپنے خزانے سچے مال سے بھرے ہوئے ہیں اور پھر بھی جو غلام اپنا مال لے کر اس کے پاس آتا ہے وہ اس کا سارا مال خرید لیتا ہے اور اس کے عوض ختم نہ ہونے والے خزانوں سے جھولیاں بھر دیتا ہے۔

جس کی دکان پر ایک جان کے بدلے سو جان مل جانے کی یقین دہانی ہو اس دکان سے کون جان چھپا کر رکھتا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام ہنستے مسکراتے آتش نمرود میں جو کوڈ پڑے تھے اس کی کوئی وجہ تو ضرور ہوگی۔ اسماعیل علیہ السلام نے اپنی گردن اس کی چوکھٹ پر کیوں رکھ دی تھی۔ ان کو شاہ کے بھالے کا زخم اتنا پیارا ہوتا ہے کہ دوسرے زخم کی تمنا میں روتے ہیں۔ آگ کے انگاروں پر لیٹنے والوں سے پوچھ، یہ انگارے یہ شرر، یہ شعلے تمہیں اتنے اچھے کیوں لگتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ ہم سے نہ پوچھ، نہ ہمارے پاس اتنا وقت ہے کہ ہم تیری طرف دیکھیں۔ وہ دیکھ! چلمن سے لگے اوٹ میں بیٹھے کوئی مسکرائے جا رہا ہے۔ اس کی ایک مسکراہٹ ہی نے ساری تلخیوں میں شیرینی بھر دی ہے۔ اس کی اک نظر کی قیمت میری ساری زندگانی۔

وہ خریدار ہی نہیں وہ سخی داتا بھی ہے۔ اس کی سخاوت چاہنے والوں کو یوں تلاش کرتی رہتی ہے جیسے حسین آئینے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ آئینے سے ان کے اصل حسن ہی میں نکھار آتا ہے۔ سخی داتا اپنے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے رکھتا ہے۔ سارا دن ہر خاص و عام کے لئے اور رات کے تاریک سناٹوں میں صرف ہمراز لوگوں کے لئے۔ پتہ نہیں تو کن میں شامل ہے؟

خطاؤں کی پرہیز گلی کی ہر نکتہ پتہ ٹھہرا ہوں
 بدبودار غلاظت والی ہر گندگی سے لتھڑا ہوں
 غفلت کے اندھیاروں میں، میں جی بھر بھر کے سویا ہوں
 کوئی کوک جگانے والی، دیتی کان کے پردے پھاڑ
 قدم قدم پر اکھڑا ہوں میں قدم قدم پہ پھسلا ہوں
 مری آنکھ ہے جب بھی جھپکی غیروں کے گھر پہنچا ہوں
 دل کے احساسات کی دنیا میں ہوں جیسے مردہ ہوں
 کوئی کوک جگانے والی دیتی کان کے پردے پھاڑ
 بدنامی کے چشمے پہ قشے لگا کر بیٹھا ہوں
 عصیاں کاری کی لذت میں بدی بدی سے چپکا ہوں
 مدہوشوں بد مستوں کی میں پہلی صف میں یکتا ہوں
 کوئی کوک جگانے والی۔ دیتی کان کے پردے پھاڑ

ظفر چشتی

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ

اونچائی اور نیچائی میں بذات خود کوئی فضیلت نہیں۔ بلبہ پانی کی سطح پر ہوتے ہوئے بھی اپنا پیالہ خالی رکھتا ہے اور سیپ پانی کی انتہائی گہرائی میں نیچے ہوتے ہوئے بھی ایک بہت ہی قیمتی ہیرے کی ماں ہوتی ہے۔ اللہ و نبی کا قرب بلندی و پستی سے نہیں یہ دولت تو ترک ہستی سے ملتی ہے۔ ترک ہستی جتنا زیادہ ہوگا قرب بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی صفات کے مظہر اتم ہیں۔ وہ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ۔ کی صفات کے مظہر اتم سرکار ہیں۔ (فداہ امی و ابی الفنا الفنا) اس لئے سرکار ہی اَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ ہو سکتے ہیں۔

اہل ایمان کی جانوں سے زیادہ قرب کے کمال کا حق بھی انہی کو زیب دیتا ہے ﷺ۔ کہ جان جسم پر حکمران ہوتی ہے۔ زندگی کی ساری مصروفیات اسی جان کے احکامات کی پابندی کی وجہ سے ہیں۔ لیکن کتنا خوش بخت و خوش نصیب ہے مومن جس پر حکمرانی، اس کی اپنی جان نہیں، جان جہاں ﷺ فرماتے ہیں۔ اس کا کھانا پینا، اس کا اوڑھنا بچھونا، اس کا آنا جانا، اس کا سونا جاگنا اور لینا دینا سب انہی کے حکم کا پابند ہے۔ اس کے قدم کی ہر اٹھان انہی کے حکم کے تابع ہے کہ اصلی حکمران وہی ہیں۔ مومن ہر سانس، ہر بول، ہر قدم انہی سے پوچھ کر، انہی کے اشارے پر، انہی کی اجازت سے اٹھاتا ہے۔ کہ وہ جان سے قریب تر ہیں اور یہ قرب انہی کو زیب دیتا ہے جو مومن پر اصل حکمران ہیں۔

جسم جان سے ہے۔ جان ہے تو جسم ہے جان گئی تو جسم بیکار، مٹی کا ڈھیر۔ یہ سارا حسن، یہ ساری رعنائی، یہ زلفوں کا خم، یہ کاکل کی لمبائی، یہ عارض و رخسار، پنکھڑیوں کو شرماتے ہونٹ، غزالی و شربتی آنکھیں، ان کی ساری زندگی جان سے ہے اور جس سے زندگی کی ساری رعنائیاں وابستہ ہوں اس کی خبر ہی نہیں۔ کب رخصت ہو جائے۔ ایک لمحے

کا اعتبار نہیں۔ موت کا بلاوا آئے اور اس کے ساتھ ہی سب کچھ اور سب کو چھوڑ چھاڑ بھاگ نکلے۔ شاید اسی لئے کسی رقیب نے اپنے محبوب کو اپنے، اپنے رقیب سے جل کر اور جلانے کے لئے کہا تھا۔

اس نے تجھ کو جاں کہا، جانا کہ تجھ کو کیا کہا

اس نے بے وفا کہا جاں کا اعتبار کیا

ایسی بے وفا جان کا قرب، کیا قرب، جس کا اعتبار ہی نہ ہو پھر جس کے بغیر جسم مٹی کا ڈھیر۔ جاں آفریں جل و علیٰ کا ارشاد ہے سبحان اللہ کیا خوب ہے کہ تمہاری جانوں سے زیادہ وہ قریب ہیں جن کے قرب سے زندگی، زندگی ہے۔ ابد الابد تک کی زندگی۔ اس پر کافروں کی لاکھوں کھربوں جانیں قربان جو اس جاں سے دور ہو اسانپوں اور بچھوؤں کی خوراک بنا۔

تیرے در سے جو یار پھرتے ہیں

در بدر یونہی خوار پھرتے ہیں

اصل قرب یہی ہے کہ جسم کی حفاظت کریں۔ جان کی بھی، روح کی بھی حفاظت کریں اور ایمان کی بھی۔ ساتھ اتنا مضبوط کہ ساتھ چھوڑنے کا کوئی احتمال نہ ہو۔ نہ حذر میں نہ سفر میں، نہ قبر میں نہ حشر میں، ہر لحظہ ہر آن، ہر لمحہ قریب اور رگ جان سے بھی قریب اور یہ قرب جسم کو وقتی طور پر زندہ رکھنے والی جان کو نہیں جان کائنات ﷺ کو ہی زیب دیتا ہے۔ کافر کی شکست اور مومن کی شکست میں ایک خاص فرق ہے۔ کافر شکست پا کر شکستہ ہو جاتا ہے، ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے یا انتقام کے لئے اندھا ہو جاتا ہے۔ لیکن مومن کی شکست اسے شکستہ نہیں پختہ کرتی ہے۔ اصلاح کی طرف راغب کرتی ہے۔ مومن کی شکست اسے غازی بناتی ہے۔ کافر کی شکست گدھے کی لید کی طرح کہ جتنی ٹوٹے بدبو پھیلائے۔ بندہ مومن کی شکست مشک و عنبر کی ڈلی جتنی ٹوٹے خوشبو پھیلائے۔

ہم نے پھولوں کو چھوا کانٹے ہو گئے

تو نے کانٹوں پر قدم رکھا گلستان کر دیا

کافر و مومن کی شکست کا یہ واضح فرق صرف ان کے ذہن، فکر، خیال، نہاں خانہ دل میں بسنے والے کے اثرات ہیں۔ اس کے قریب ابلیس لعین ہے جو ہر بدی کے بھبھوکوں سے اٹھنے والی بدبو کا منبع ہے۔

ہوئے تم دوست جس کے

دشمن اس کا آساں کیوں ہو

جب کہ بندہ مومن کی فکر میں، خیال میں، سوچ میں، محبوب رب کائنات ﷺ کی ذات بستی ہے اور سرکار ﷺ کا قرب اسے ٹوٹنے نہیں دیتا۔

صحیح ایمان کی علامت یہ ہے کہ اس جان پر جان قربان کرنا اچھا لگے۔ ہم بھی دوست اس کو بناتے ہیں جو ہماری خاطر جان کی پرواہ نہ کرے۔ اگر بندہ مومن رگ جاں سے قریب بسنے والے پر جان نچھاور کرنا اپنی چاہت کا حصہ سمجھتا ہے تو ہماری جان ﷺ نے بھی ساری زندگی ہماری خاطر اپنی جان پر کیا کچھ نہ جھیلا۔

جب وصال کے شوق میں مرنا آسان ہو جائے تو موت صرف ایک نقل مکانی کی صورت ہوتی ہے۔ اس طرف بھی زندگی اس طرف بھی زندگی۔ باد صبا کے آنے سے زمین پر پڑی مردہ مٹی میں بھی جان پڑ جاتی ہے اور وہ اڑنے لگتی ہے۔ یہی احساس بندہ مومن میں جان پیدا کر دیتا ہے کہ میرے ہادی، میرے راہبر، دھڑکن دل کے مکیں، راحت جان و رحمت عالمین ﷺ باد نسیم، باد بہاری، باد صبا کی صورت میرے انگ انگ میں میری اپنی جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ وہ آئے تو مجھ جیسے مٹی کے ڈھیر، مردہ مٹی کے ڈھیر کو بھی اٹھا کر اوج ثریا تک پہنچا دیا ﷺ۔

اسم محمد ہے جسے ہونٹ بھی چومیں

کچھ ایسا حسین نام ہے ہر ایک حسین سے

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرب اور بعد

قرب اور بعد یعنی نزدیکی اور دوری، زمانی ہو یا مکانی، بذات خود کوئی معنی نہیں رکھتی۔ بعض اوقات بہت زیادہ قرب بھی محروم رکھتا ہے اور بعض اوقات دوریاں بہت دور لے جاتی ہیں۔ بسا اوقات دور والے قریب والوں سے نمبر لے جاتے ہیں اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ قریب والے مزے لیتے ہیں اور دور والے ترستے رہ جاتے ہیں۔

گھر کی دیوار ایک ہے رشتہ داری میں بھی کوئی ایک واسطہ دوری کا نہیں، پیدائش کے وقت سے لڑکپن، ابھرتی جوانی، نکھرنا شباب وہیں گزرتا دیکھا ہے۔ کاروبار حیات ہو یا لین دین، بڑوں کا ادب ہو یا چھوٹوں پہ شفقت، گفتگو میں ہر لفظ تول تول کر زبان سے نکلتا دیکھا۔ کہیں کسی لمحے نظر کی خیانت، ایک شمع نہیں دیکھا۔ لین دین میں اعتبار کا خراج ہر ایک سے وصول کرتے دیکھا۔ باہمی محاسبات اور لڑائی جھگڑوں سے نہ صرف گریزاں رہے بلکہ ہر مسئلے کا حل ایسا نکالتے دیکھا کہ دیکھنے والا عیش عیش کراٹھا۔ بے یار و مددگار اور بے سہاروں کا بازو بننے دیکھا۔ قول اور قرار کا پکا، قدم قدم محیر العقول، حیران کن واقعات کا تسلسل۔ چہرے کے حسن کے نکھار پر اپنے ہی بڑوں کو فدا ہو کر بارش مانگتے دیکھا اور فضا کی بسیط وسعتوں میں کہیں چھپے بادل گھر کر آتے اور برستے دیکھا۔ اسی طرح فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۰﴾ (یونس) کا اعلان اور چیلنج اور جھنجھوڑنا، ذہن کے خشک سوتے جگانے کے لئے کافی تھا کہ لوگو! میں نے تم میں اس سے پہلے ایک زندگی گزاری ہے تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ میری زندگی کے کسی لمحے میں کوئی جھول ہو تو دکھا دو۔

لیکن واحسرتا۔ یہ قرب، بد نصیبی و بد بختی کی دبیز تہوں میں سے ایک تہہ بھی نہ کھول سکا بلکہ محرومی اور دوری اور بڑھتی گئی حتیٰ کہ قول فیصل نازل ہوا۔ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۚ تَبَّ ۚ ویر باد ہو ابولہب۔ اور وہ ہو بھی گیا۔ یہ کم عقلی کی خارش ابولہب کو اس کی بیوی کو اور اس

کے بیٹوں کو لگ گئی۔ وہ قریب رہ کر بھی ہر نظارہ دیکھ کر بھی محرومی کی دلدل میں گرتے چلے گئے۔ خدا کرے یہ خارش، کم عقلی کی خارش، بے عقلی و گستاخی کی بوکی سڑاند والی خارش کسی کو نہ لگے۔ چودہ صدیوں سے ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، کھربوں، پدموں، سنکھوں انسانوں کی زبان سے نکلنے والی آواز تَبَّتْ يَدَا آيِنِ لَهَيْ وَتَبَّتْ جہنم کے گہرے پاتال میں بھی نہ جانے اس کو کتنے کرب میں مبتلا کرتی ہوگی۔

اور بھی کئی تھے اس شہر مکہ میں امن کے شہر میں، حرم شریف کے پڑوسی، بڑی بڑی شان والے، مرتبے والے، دانشور، سیانے، ابوالحکم ان میں کوئی ایک بھی ایسا نہ نکلا جس کی آنکھ سے کالے شیشوں والی عینک اترتی اور وہ ان کو ہر حال میں کالا ہی دیکھنے پر اصرار کرنے والے کبھی اس کے رنگ میں بھی دیکھ لیتے جس رنگ میں بنانے والے نے انہیں بنایا تھا، سنوارا تھا، نکھارا تھا۔ ہاں جس نے انہیں ایک نظر اس رنگ میں دیکھ لیا وہ پکارا اٹھا۔

سُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَجْمَلَكَ مَا أَحْسَنَكَ مَا أَكْمَلَكَ

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

کئی دور تھے بہت دور۔ سینکڑوں میل دور لیکن اس دوری میں بھی وہ قرب کے مزے لیتے تھے۔ ان کے ذہن میں، خیال میں، فکر میں، سوچ میں بس وہی سمائے ہوئے تھے۔ ان کی محبت، ان کا پیار، ان کی لگن، ان کی چاہت کی شیرینی میں ہر وقت ڈوبے رہتے تھے۔ ان کا تصور ایک حسین تصویر کی صورت میں خلوتوں میں جلوتوں میں سما یا رہتا۔

دن تیرے خیالوں وچ لنگدا، راتیں سوواں تے تیرے سفنے نے

تیری یاد بناں میرے جن سجناں، جیہڑا ساہ آیا اوہ حرام آیا

محرومیوں میں ڈوبے ہوؤں کو وہ ایک آنکھ نہ بھائے۔ جنہیں محمد ﷺ جیسا شخص بھی اچھا نہ لگا قتل کرنے پر اتر آئے۔ مارنے مرنے پر تل گئے۔ جب وہ باذن اللہ شہر مکہ سے نکلے تو رستے میں ایک جھونپڑی میں ٹھہرے۔ صرف چند لمحے ہاں صرف چند گھڑیاں۔ اور ایسا نور اجالا کر گئے کہ بوڑھی دیہاتی، گنوار اور پینڈو عورت ام معبد رضی اللہ عنہا فدا

ہوگئی۔ جب آپ سرکار، میرے آقا، میرے مولا ﷺ راہی مدینہ منورہ ہوئے۔ جھونپڑی میں انوار کی کرنیں بکھیر کر تشریف لے گئے تو وہ دشمن جان ادھر کہیں آنکے اور بوڑھی مائی کو حلیہ بتا کر پوچھنے لگے کوئی ایسا شخص تو یہاں نہیں آیا تھا۔ تو وہ پکار اٹھی تم نہ جانے کس کی تلاش میں ہو ما اذری ما تقولون قد منافتی حالب الحائل۔ پتہ نہیں کس کے متعلق پوچھ رہے ہو۔ میرے ہاں تو ایک ایسا شخص تھوڑی دیر کے لئے آیا تھا جو دودھ نہ دینے والی بکریوں کو بھی دودھ دینے والا بنا دیتا تھا۔ قریش چیخ اٹھے ہاں ہاں ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔ وہ کیوں محروموں کو بانصیب بناتا چلا جاتا ہے۔ وہ کیوں اندھیروں کو اجالوں میں بدلتا جاتا ہے۔ وہ گرے ہوؤں کو کیوں اٹھاتا چلا جاتا ہے۔ وہ دودھ نہ دینے والی کم نصیب بکریوں کو بانصیب دودھ دینے والی کیوں بناتا چلا جاتا ہے وہ ہمیں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔

لیکن کوئی ام معبد رضی اللہ عنہا کے دل سے پوچھے اس کا عالم کیا تھا وہ بھی تو اسی شہر کے پڑوس میں عمر گزارے بیٹھی تھی۔ تف ان قریبوں پر جو قریب رہ کر بھی دور رہے اور ہزار جان فدا ان دور رہنے والوں پر جو شاکد کہیں ایک یا دو بار دیکھ پائے اور پوری زندگی دیکھنے کو بے چین رہے قرار رہے۔

اک دن وہ مل گئے تھے سر راہ گزر کہیں

پھر دل نے بیٹھنے نہ دیا عمر بھر کہیں

نظروں پر دور بین لگا کر دیکھ لینے والوں نے بتایا ہے کہ چاند زمین سے لاکھوں کروڑوں میل دور رہتا ہے۔ رہتا ہوگا لیکن میرا وجدان کہتا ہے وہ دور کب تھا۔ اتنی دور رہنے والا ہوتا تو رات کی تاریکیوں میں انگلیوں کے اشاروں پر کیوں نثار نثار ہوتا۔

فلک پر چمکتے ہوئے چاند نے بھی

پیہر کی انگلی کو تعظیم دی

کبھی دائیں جھک کبھی بائیں جھک کر

ہمیں بھی غلامی کی تعلیم دی

مدینہ منورہ سے قرن نہ جانے کتنی دور ہے آپ نقشہ پر دیکھ لیں وہ جتنی دور بھی ہے اتنا دور وہ سارے زمانے کے لئے ہے۔ وہ مدینہ منورہ سے جب بھی اتنا ہی دور تھا اب بھی اتنا ہی دور ہے۔ لیکن سنا ہے اور یہ شنید صرف شنید ہی نہیں میرے نزدیک تو یہ شنید، دید سے زیادہ معتبر ہے کہ وہاں ایک شخص اولیس نام کا رہتا تھا اللہ ان سے راضی ہو وہ اتنی مسلمہ و مصدقہ دوریوں میں رہتے ہوئے بھی اتنا دور نہ تھا۔ سنا ہے جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے پوچھا میرے مہربانوں، کرم نوازو، تمہاری قسمتوں کی عظمت پر ہزار بار شمار جاؤں کہ تم نے صدیوں قرب و لذت کے مزے لئے۔ ذرا یہ تو بتاؤ میرے کریم آقا ﷺ کے ابرو باہم ملے ہوئے تھے یا جدا جدا تھے۔ انہوں نے کہا اولیس آنکھ کی پتلی چہرے کے کتنے قریب ہوتی ہے اور اس کا کام بھی صرف دیکھنا ہی ہوتا ہے اور اس کا کوئی اور کام بھی نہیں لیکن جس کے پاس وہ آنکھ بن کر رہتی ہے وہ حیا سے اس کے چہرے کو دیکھ نہیں سکتی ہمیں بھی پتلی ہی سمجھو۔ تو آپ نے فرمایا اے میرے محبوب کی آنکھوں کی پتلیو! شمار جاؤں تمہاری اس حیا کے۔ میں نے ایک دعا مانگی تھی جو قبول ہوئی۔

میں جب دیکھوں جدھر دیکھوں جسے دیکھوں تجھے دیکھوں

تو میری آنکھ کی پتلی میں یوں تحریر ہو جائے

پھر وہ میری آنکھوں کی پتلیوں میں تحریر ہو گئے اور ایسے ہوئے کہ آپ کی کوئی ادا، کوئی فعل، کوئی رنگ مجھ سے چھپا نہیں رہتا۔ اب تو آنکھیں بند کرتا ہوں تو وہ پھر بھی میری پتلیوں میں سمائے رہتے ہیں۔ ہاں

جے رب دل دیاں اکھیاں دیوے چانن دیوے نوروں

محبوہاں نوں دیکھی جاواں کیا نیڑے کیا دوروں

ہاں میرے محبوب کے دونوں ابرو باہم یوں ملے ہوئے تھے جیسے قاب قوسین آ

آڈٹی۔ اے اللہ! اے میرے پیارے مولا، ہمیں بھی ایسی آنکھ عطا کر دے جو دور و نزدیک

سے بھی دیکھے تو انہی کو دیکھے جن کے دیکھنے کا انداز تجھے پسند آیا اور بھا گیا۔ قَدْ نَرَى تَقَلُّبَ

وَجَهَكَ فِي السَّمَاءِ هَمِيں وِیسی آنکھ دے دے جو میدان جہاد میں مصروف ساریہ کو دور سے دیکھ کر دشمن کے حملے سے آگاہ کر دے۔ تو غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ دے دے جو فرماتے ہیں۔

نَظَرْتُ اِلَى بِلَادِ اللّٰهِ جَمْعًا كَخَرْدَلَةٍ عَلٰی حُكْمِ اِتِّصَالِ

کہ میں اللہ تعالیٰ کے تمام ملک یوں دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ پہ رکھا ہوا رانی کا دانہ۔
گائے اور بھینس کے تھنوں کے قریب ایک کیڑا چمٹا ہوتا ہے سفید سا چیڑ کہتے ہیں اسے۔ وہ دودھ دینے والے دودھ دان تھنوں کے کتنا قریب ہوتا ہے لیکن دودھ سے کتنا دور ہوتا ہے۔ شاید ساری زندگی دودھ کا ایک قطرہ بھی اس کے نصیب نہ ہوا ہو۔ کیوں کہ وہ تو گائے اور بھینس کا خون چوسنے والا ہوتا ہے۔ خون چوسنے والوں کی قسمت میں دودھ کہاں دودھ تو وہ دور رہنے والا آکر لے جاتا ہے جو اس سے محبت کرتا ہے اس کی خدمت کرتا ہے اس سے پیار کرتا ہے۔

اے کاش قرب ایسا نصیب ہو جس میں دوریاں حائل نہ ہوں۔ قرب ملے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سا اور بعد اور دوری بھی ملے تو حضرت اویس کی سی۔ رضی اللہ عنہم
شیر خوارگی کی عمر انتہائی معصومانہ عمر اگر ایسے بچے کی ہو جس کے لئے ان کے اعلیٰ نگہبان و خالق نے فرمایا وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ کہ ہم نے اس پر باقی سب دودھ پلانے والیاں حرام کر دی تھیں سوائے اس کی اپنی ماں کے جو دودھ پینے کی مدت میں بھی حلال و حرام کی تمیز کرنا جانتا تھا۔ اپنے و بیگانے کو پہچانتا تھا، اچھے اور برے میں فرق رکھتا تھا اور جو دودھ کو اپنے اوپر حرام ہونے والے دودھ دانوں کی پہچان رکھتا تھا۔ اس کی باقی دوسری ادائیں کیا کم دلفریب ہوں گی، کیا کم حسین ہوں گی کیا وہ کم دل موہ لینے والی ہوں گی لیکن فرعون قریب رہ کر محروم ہی رہا بد نصیب کہیں کا۔

میرے مالک، میرے نگہبان، میرے خالق مجھے ایسے قرب سے بچالے جو مجھے اتنا دور کر دے جو مجھے نفرتوں کی بھینٹ چڑھا دے۔ میرے حصہ میں بعد زمانی آ ہی گیا ہے تو

کرم فرما، یا اس کی رحمت کی ادنیٰ سی بارش کے چند چھینٹے ڈال دے کہ ہر لمحہ قرب کی لذتوں سے سرشار ہی رہوں۔ آمین یا رب العالمین بجاہ طہ و یسین ﷺ الف الف بعد الف۔

انسان تو درکنار اگر مٹی بھی اللہ والوں کی ہم صحبت ہو جائے تو اس میں بھی بزرگی آ جاتی ہے۔ لوگ اس پر جو تار کھنا پسند نہیں کرتے آنکھوں کا سرمہ بناتے ہیں۔ یہ بزرگ انسانوں کے سر کا سایہ تھے اب ان کی قبر کی مٹی ہم پر سایہ کناں ہے۔

جس شخص کا تعلق بادلوں کی پانی بھری مشکوں سے ہو جاتا ہے وہ بخل اور کنجوسی سے کام کیوں لے گا وہ تو اپنے بیگانے، اچھے اور بروں سب پر برسے گا آ اس کی سخا سے جھولیاں بھر لیں۔

بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں جن کو حضرت یوسف علیہ السلام جیسی شخصیت بھی اچھی نہیں لگتی۔ اغوا کرتے ہیں اندھے کنویں میں پھینکتے ہیں اور چند کھوٹے سکوں بیچ دیتے ہیں۔ ایسا نہ بن اپنی آنکھ میں حسن پیدا کر اور مخلوق خدا کو اس رنگ میں دیکھ جس رنگ میں مالک نے اسے پیدا کیا ہے پھر تیری نگاہ میں کوئی بھی برانہ رہے گا۔

جو چشمہ گھر میں بہ رہا ہو وہ مانگے کی نہر سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

صرف وہ بہا رہی لذت افروز ہوتی ہے جو روئے یار کے دیدار سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر عام انسان کے ندامت کے آنسوؤں کی جزا حوض کوثر ہے تو خواص کے راتوں میں عشق الہی اور محبت رسول ﷺ میں آنسو بہانے کا کیا اجر ہوگا۔

نیکیوں پر نکتہ چینی کرنے والوں کا انجام انتہائی خوفناک ہے۔ ابولہب کا انجام تو تمہارے سامنے ہے۔ چاند پر تھوکنے والے ذرا ٹھہر کہیں ایسا نہ ہو یہ تھو باتیرے منہ پر ہی نہ آگرے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کا خریدار

اگر کوئی اپنا خریدار چاہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون بڑا خریدار ہوگا۔ بتا! کیا مول ہے؟ تیری کیا قیمت ہے؟ **ثُمَّ قَلِيلًا** پر نہ بک جانا۔ یہ **مَتَاعُ الدُّنْيَا** ہے۔ جو بہت ہی قلیل ہے۔ آنکھ بند ہوتے ہی یہ دولت ختم ہو جاتی ہے۔

ہر بولی لگانے والے سے بڑھ کر بولی لگانے والا موجود ہے۔ لیکن اس مالک سے بڑھ کر کوئی تیری قیمت نہیں لگا سکتا۔ وہ فانی جسم خرید کر ابدی جنت عطا کرتا ہے۔ چند آنسوؤں کے عوض حوض کوثر عطا کرتا ہے۔ اس کے بازار میں آ۔ اپنا پرانا مال۔ ناکارہ مال۔ کباڑ خانہ۔ فروخت کر۔ اس کے بدلے نئی سلطنت۔ لازوال سلطنت حاصل کر۔ اگر تجھے اس کاروبار میں کوئی شک ہے؟ تو انبیاء و صلحاء امت کی طرف دیکھ۔ انہوں نے کتنا نفع کمایا ہے۔ کہ پہاڑ بھی نہ اٹھا سکیں۔ **لَوْ أَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَرَأَيْنَاهُ خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ!**

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا آقا۔ امیہ بن خلف۔ اس کو امیہ ناخلف بھی کہا جاسکتا ہے۔ انہیں کانٹوں پر گھسیٹ رہا ہے۔ دہکتے انگاروں پر جسم کی بوٹیاں ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہی ہیں۔ خون سے لت پت۔ وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے صرف اتنا کہتا تھا۔ پلیز میرا مذہب نہ چھوڑو۔ میرا ایک ہونٹ گھٹ جائے گا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گذر ہوا دیکھا تو ان کے سینے میں ایک ٹیس اٹھی اس ٹیس میں درد و کرب بھی تھا اور لذت و سرور بھی۔ بلال رضی اللہ عنہ کی تکلیف میں درد و کرب تھا اور اس کے استقبال پر لذت و سرور۔ ہر چیز کا مزہ بلال رضی اللہ عنہ ہی تھا۔ موقع پا کر آپ نے اس کے کان میں کہا کچھ دیر کے لئے اپنے ایمان کو چھپا لو کہ وہ تو چھپے ایمان کو بھی جانتا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وعدہ کر لیا یعنی ایمان کے اعلان سے توبہ کا وعدہ۔

دوسرے دن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گزرے۔ تو بلال رضی اللہ عنہ کا وہی حال تھا۔ پتہ چلا۔ بلال نے اس توبہ سے توبہ کر لی ہے وہ اس توبہ سے بیزار ہو گیا ہے اور اپنے جسم کا مال اٹھا کر اس نے بازار میں رکھ دیا ہے۔ امیہ ناخلف نے اس کی قیمت کوڑے لگائے۔ سخت کوڑے۔ اور وہ کوڑے لگائے جا رہا تھا۔ لگائے جا رہا تھا۔ بلال رضی اللہ عنہ کہتے۔ ”نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز“ کہ قیمت اور بڑھا۔ اور بڑھا۔ کہ تیری لگائی ہوئی قیمت ابھی بہت کم ہے۔

اس مال کے خریدار۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ کے پیغام بر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ کی وہ قیمت لگا دی کہ امیہ سوچ بھی نہ سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خرید کر انہیں بازار مصطفیٰ ﷺ میں لے گئے۔ بلال رضی اللہ عنہ دل ہی دل میں سوچ رہے تھے۔ اے محمد ﷺ آپ کی محبت میری رگ رگ میں۔ روں روں میں انگ انگ میں یوں سمائی ہوئی تھی جیسے انار دانوں سے بھرا ہوتا ہے اس لئے ایمان کو چھپانے کے لئے وہاں کوئی خانہ خالی نہ تھا۔ اس لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کیا ہوا وعدہ۔ ایمان کے اظہار سے توبہ کا وعدہ مجھ سے ٹوٹ گیا۔ اتنی جگہ کہاں تھی دل داغدار میں۔ معذرت چاہتا ہوں۔

اس توبہ سے توبہ۔ جس ایمان کے بدلے جنت ملے اس ایمان کو کیوں چھپایا جائے۔ عشق کی تیز ہوا کے سامنے جسم کی تکلیف ایک تنکا۔

وہ مالک۔ وہ خریدار۔ فانی اشیاء کو دیکھنے والی آنکھ کے بدلے۔ باقی اشیاء کو دیکھنے والی آنکھ عطا کرتا ہے۔ دوزخیوں کے لئے جنت کا شہد بھی کڑوا۔ اس لئے۔ کہ اس نے جنت کے شہد کا ذاتہ چکھنے والی زبان دینے والے کو اپنی زبان فروخت ہی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ سے صلح تو اسی وقت ہوگی۔ جب ہر غیر سے صلح اور محبت ختم ہو جائے گی وہ کسی معاملے میں اپنی شرکت پسند نہیں کرتا۔

اپنا مال۔ غیر کے ہاتھ بیچنے والے۔ بتا! تجھے وہاں سے کیا ملا اور کیا ملے گا۔ جن کو تیرے مال کی قدر ہی نہیں۔ وہ کیا دیں گے۔ گائے۔ بھینس۔ گدھے نے اپنے گلے میں ہیرے۔ جواہرات کے ہار اور لاکٹ کبھی نہیں پہنے۔ کہ انہیں۔ ان کی قدر و منزلت کی خبر ہی نہیں۔ اور جن کو سونے۔ چاندی۔ ہیرے۔ جواہر اور موتی کی قدر ہے۔ وہ قیمت جھولی میں ڈالے بازار میں گھومتے پھرتے ہیں۔

بلال رضی اللہ عنہ کہنے لگے۔ آپ کی غلامی پر ہزاروں آزادیاں قربان۔ میں تو اب کبھی آزادی نہیں چاہوں گا۔ میں جوانی میں خواب دیکھا کرتا تھا کہ سورج مجھے سلام کرتا ہے چاند پلاٹیں لیتا ہے اور ستارے جھکنے کو آتے ہیں۔ انہوں نے مجھے زمین سے اوپر کھینچ لیا اور اپنا ہمراہی کر لیا۔ میں سوچتا تھا یہ خواب میرے دماغ کا خلل ہے ایک غلام زر خرید غلام اور اتنی بلندیاں دیوانے کا خواب ہے یا پاگل پن ہے۔ لیکن آپ کے شرف صحبت نے ساری حقیقت کھول دی کہ وہ سورج تو آپ کی ذات گرامی ہے میں تمنا کرتا تھا کہ نور کو دیکھوں آپ کو دیکھا نور علی نور دیکھ لیا۔

اب اٹھتے نہیں ہیں ہاتھ میرے اس دعا کے بعد

حضرت یوسف علیہ السلام، جن کی شہرت سے میں مسحور رہتا تھا۔ اور دیکھنے کی تمنا تھی آپ کو دیکھ لیا کئی یوسف دیکھ لئے۔ جنت کا نام سنا تھا کریم! مہربانا! تم نے خرید کر جنت میرے قدموں میں رکھ دی۔

آپ نے فرمایا: بلال (رضی اللہ عنہ) آؤ یہ نور عام کریں میں دیکھ نہیں سکتا کہ دنیا اندھیروں میں بھٹکتی پھرے۔ ٹھو کریں کھاتی پھرے۔ گندی اور بد بودار دلدل میں پھنسی رہے۔ میں چاہتا ہوں لوگ دنیا کے جہنم سے نکل کر آئیں میرے جسم کا رونگٹا رونگٹا دعوت ہے، تبلیغ ہے، پکار ہے، اعلان ہے، آؤ! تم بھی میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔

بلال اس دن سے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ۔ اشہد ان محمد رسول اللہ۔ حی

علی الصلوٰۃ۔ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح۔ حی علی الفلاح۔ پکار
 رہے ہیں، پکارے جارہے ہیں، ہر اونچے سے اونچے مینار سے جو آواز سنی جارہی ہے یہ
 آواز کس کی ہے؟ یہ آواز بلال رضی اللہ عنہ کی ہے۔

سوچ! بلال رضی اللہ عنہ کو اتنا اونچا کس نے کر دیا؟ یہ صرف اس قدر دان،
 شکور، غفور، رؤف، رحیم کی خریداری کا کمال ہے جس نے خرید کر اسے انمول کر دیا۔

دھل گئی عصیاں کی ساری ہی سیاہی دھل گئی
 خاک در نے میرے پیشانی کو چمکا یا بہت

خوش بختاں دے بد بخت را کھے

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں لکھا ہے کہ ایک روز حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام یوں تیز تیز بھاگے جا رہے تھے جیسے کوئی عام شخص اس وقت دوڑتا ہے جس وقت اس کے پیچھے کوئی شیر لگا ہوا ہو۔ ایک شخص آپ کے پیچھے دوڑتا ہوا آیا اور پوچھا اے عظمت کے بادشاہ! آپ کیوں بھاگ رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں ایک احمق سے دور بھاگ رہا ہوں۔ اس نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی طاقت عطا فرمائی ہے کہ اندھوں، بہروں اور کوڑھیوں کو تندرست فرما دیتے ہیں مردوں کو زندہ کر دیتے ہیں لیکن ایک احمق سے اتنے خوف زدہ ہیں آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا: تیرا کہنا درست ہے میں مردے زندہ کر لیتا ہوں مٹی سے پرندے بنا کر اڑا سکتا ہوں، میں اسم اعظم بھی جانتا ہوں لیکن احمق ہونا تو عذاب الہی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی آزمائش میں مبتلا ہو تو اس کی مدد کی جاتی ہے لیکن احمق پر تو جو تے برسائے جاتے ہیں، حماقت کا مرض عذاب الہی ہے اور لا علاج مرض ہے۔ حماقت اللہ تعالیٰ کے عذاب کا ایسا اثر ہے جس پر کوئی تدبیر اثر نہیں کرتی۔

احمقوں اور بے وقوفوں سے یوں بھاگو۔ جیسے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بھاگ رہے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا ہم جیسے لوگوں کی تعلیم کے لئے تھا۔ ان کو تو نور حق کی کمال گرمی حاصل تھی وہ احمقوں کی حماقتوں سے کب متاثر ہونے والے تھے۔ بے وقوفوں اور احمقوں نے انہیں بھی کمزور جانا لیکن جو سب سے بڑے شہ کے مصاحب ہوتے ہیں وہ کب کمزور ہوتے ہیں۔

احمق لوگ نکتہ چینی اور عیب جوئی کی صفت کو استعمال کرتے ہوئے یوں لگتے ہیں جیسے با یزید ہوں حالانکہ وہ خود یزید سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔

حسین و جمیل اور خوبصورت چیز دیکھنے والوں کے لئے ہوتی ہے اندھوں کے لئے نہیں ہوتی۔ بلبل کے کانوں میں میٹھارس گھولنے والی آواز بہرے اور بے حس کے لئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خوشبو کو بیکار پیدا نہیں کیا سو گھننے والی ناک کے لئے پیدا کیا ہے۔ اگر تو کسی ایسے دوست کی تلاش میں ہے جس سے زندگی کے کسی موڑ پر نفرت نہ ہو تو کسی عقلمند سے دوستی اختیار کر۔ احمق اور بے وقوف سے نہیں۔ عقلمند دشمنی بھی کسی ڈھنگ سے کرے گا جبکہ بے وقوف اور احمق کی دوستی وقت بے وقت بھی ڈنگ مارتی رہتی ہے احمقوں کے ہاتھ میں اختیار تو ایسے ہی ہے جیسے گنبجے کے ہاتھ میں ناخن کہ کھجا کھجا کے اپنا سر ہی زخمی کر لے۔

۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کی تاریخ ہمارا سرمایہ ہے۔ عقلمند سرمایہ سنبھال کر رکھتے ہیں اس لئے وہاں ایک عظمت کا مینار بنا دیا۔ اس کی جاذبیت میں اضافہ کرنے کے لئے سیرگاہ کا اضافہ کر دیا۔ ہواؤں کی آمد پر جھوم جھوم کر، لہرا لہرا کر خوشیوں سے تالیاں بجانے والے جھنڈے لگا دیئے۔ اجنبیوں کے لئے پوری تاریخ کے اوراق پتھروں کی چٹانوں پر ثبت کر دیئے کہ سرمایہ ہے ضائع نہ ہو جائے۔

بلد امین (مکہ مکرمہ) اور شہر خوباں (مدینہ منورہ) کا ایک ایک چپہ ہماری تاریخ تھا مولد رسول اللہ ﷺ ہو یا دار ارقم خوش نصیبی کے تاجدار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر کی دیوار ہو یا شہادت جس کے قدم چومے اس سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مسکن۔ مصلیٰ رسول معظم ﷺ ہو یا کوہ فاران کی چوٹیاں۔ غار حرا کی خلوتوں میں چھپے رازوں کی امانت ہو یا غار ثور پر پہرے دینے والے کبوتر و عنکبوت۔ آل یا سر رضی اللہ عنہم کی امتحان گاہ ہو یا ضیاب رضی اللہ عنہ کے دارورسن چومنے کی قربان گاہ۔ محسن انسانیت ﷺ کی ڈھارس سیدۃ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا گھر ہو یا تقدیر عمر رضی اللہ عنہ بدل کر رکھ کر دینے والی فاطمہ بنت خطاب رضی اللہ عنہا کی جھونپڑی۔ عرش کے شہسوار کی سواری حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی کمزور ترین اونٹنی ہو یا مامور من اللہ قصویٰ کے باندھنے کا کھونٹا۔ سیدۃ ام ایمن ام

رسول بعد ام رضی اللہ عنہا کی شان والی کٹیا ہو یا شیمار ضی اللہ عنہا کی لوریاں دے دے کر
تاجدار ہل اتی ﷺ کو میٹھی نیند سلانے والی مسہری۔ اے عشق و مستی سے سرشارو! ذرا
مجھے بتاؤ تو سہی۔

ہر چیز اتھے چمن والڑی اے

کیہڑی چھڈاں تے میں کیہڑی یار چھاں

طاغوتی توحید کے نشے میں مخمور شہر یاروں نے ہر اس نسبت کو نیست و نابود کرنے کی
ناپاک جسارتیں کر ڈالیں اگر یہ تاریخ ان کے اپنے اسلاف کی ہوتی تو یہ کبھی ایسا نہ کرتے
۔ نصیبوں کی کور بختی نے۔ حباب آب یعنی پانی کے بلبلے کی صورت۔ عین قعر دریا میں رہتے
ہوئے بھی جان بخش اور جاں نواز پانی کی تراوت سے ان کو محروم کر دیا اگر حضرت مریم بنت
عمران علیہا السلام کے پاس جنت سے بے موسم پھلوں کے نزول کی جگہ کو بابرکت سمجھتے
ہوئے توحید باری تعالیٰ کے مَا مُوَدَّ مِنَ اللَّهِ كَأَشْرَفِ حَاصِل کرنے والے اللہ کے نبی
حضرت زکریا علیہ السلام اپنے لئے بیٹا مانگتے ہیں تو کیا یہ شرک ہے اگر یہ شرک نہیں تو جس
جگہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ پر انوار و تجلیات کا نزول ہوتا رہا ہو
اگر اس جگہ کو کوئی بابرکت سمجھتے ہوئے ہاتھ اٹھا لیتا ہے تو یہ شرک کیسے ہو گیا۔ کیا محمد رسول اللہ
فداہ امی و ابی روحی و عرضی الفافا کو مریم بنت عمران علیہا السلام کے برابر بھی
درجہ نہیں دے سکتے۔ فیاللجب۔

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

ایک مولوی صاحب بہاولنگر سائیڈ کے ہیں اور حد و خانہ کعبہ میں اکثر درس دیتے
ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک دن حاضرین میں سے کسی نے پوچھ لیا حضرت صاحب! آپ
نے اپنا تعارف تو کبھی کرایا نہیں ازراہ لطف اپنا تعارف تو کرا دیجئے۔ حضرت صاحب
فرمانے لگے حقیر پر تقصیر کا نام۔۔۔۔۔ ہے پاکستان کے ایک ضلع بہاولنگر کا رہنے والا ہوں اور
عجیب اتفاق ہے کہ میرا خاندان لٹیروں، ڈاکوؤں اور رہزنوں کا خاندان ہے اللہ کے فضل

سے اور آپ لوگوں کے جوڑوں کے صدقہ میں یہاں۔ اللہ تعالیٰ کے پاک گھر میں پہنچ گیا ہوں اور ہر وقت قال اللہ اور قال الرسول میں صرف کرتا ہوں سُبْحَانَ اللَّهِ۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

سائل نے جسارت کرتے ہوئے عرض کیا حضور اگر آپ جیسا فقیر حقیر پر تقصیر انسان اللہ کے فضل سے اور ہمارے جوڑوں کا صدقہ یہاں پہنچ سکتا ہے تو اگر یہ لفظ میں یوں کہہ دوں کہ جی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے جوڑوں اور نعلین پاک کے صدقے یہاں پہنچ گیا ہوں تو یہ کوئی شرک تو نہ ہو جائے گا۔

اب حضرت صاحب کی نازک سی جبین پر بل پڑ گیا اور غصے و ندامت اور شرم و خجالت کی کئی ایک لکیریں ان کی پیشانی پر پڑھی جانے لگیں اور وہ غصے میں پھنکارتے ہوئے وہاں سے باعزت روانہ ہو گئے۔

ایک صاحب نے ارباب بست و کشاد میں سے کسی سے کہا حالانکہ وہاں یہ بات کرنا بھی جرم ہے کہ زباں بندی وہاں کا دستور ہے جبکہ وہاں کی گلیوں میں بھی آوارہ بادلوں کی طرح کتے اکثر بھونکتے نظر آتے ہیں۔ ادھر منہ نہ کرو شرک ہے ادھر ہاتھ اٹھا کر دعائے مانگو کفر ہے۔ یہاں نہ کھڑے ہو بدعت ہے نہ جانے کیا کیا ارشاد ہوتا رہتا ہے۔

انہوں نے کہا جو رویہ آپ لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے کہ سلف صالحین کے ہر اس عظمت کے نشان کو مٹا دیا جائے جس سے تاریخ اسلام کا، عظمت رسول اللہ ﷺ، محبت و عقیدت اور نشان قدرت کا کوئی نشان موجود ہو اگر تاریخ اسلام سے پیار کا انداز واقعی بدعت ہے تو مقام ابراہیم کے ایک پتھر کو اتنے حسین انداز سے محفوظ رکھنے میں کیا مصلحت ہے۔ آخر یہ بھی تو تاریخ اسلام کا ایک ورق ہے حرم کعبہ کو وسعتیں دینے کے حسین کام پر ہر دروازے پر سعودی شہزادوں کے نام مستقل ثبت کر دینے پر سارا حکومتی زور کیوں صرف کیا جا رہا ہے صرف اس لئے کہ تاریخ میں نام محفوظ ہو جائے اور آئندہ نسلیں یاد رکھیں کہ ہمارے اسلاف نے اتنے عظیم کارنامے سرانجام دیئے اور بزرگ عثمان کو بند کر دینا کہ لوگ آتے ہیں اور

پوچھتے ہیں کہ وہ کون سا کونواں ہے جس کو خرید کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وقف کر دیا اور ان کے اس فعل پر حضور رحمت عالم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: کہ اے عثمان! آج کے بعد جو جی میں آئے کر تو جنتی ہے اس بر عثمان کو بند کر کے وفاداریء اسلام اور جاں نثاری کے جذبات ختم کر کے آپ نے اسلام کی کیا خدمت انجام دی ہے۔

بر جہرانہ کو مقفل کرنا، اس کے راستے بند کر دینا اور مسجد جہرانہ کو کھلا رکھنا کیا یہ اہل اسلام کے دل جلانے والی بات نہیں۔ بیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اس کی جگہ تعمیر شدہ مسجد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام بدل کر مسجد حمزہ رضی اللہ عنہ کیوں رکھ دیا گیا کہ کہیں لوگ دنیا اسلام کے عظیم سپوت کی اسلام کے لئے قربانیوں اور حضور نبی الاعلیٰ ﷺ کی خدمات کے صلہ میں کوئی محبت کا مارا ان کے حضور اشکوں کی سوغات کا نذرانہ نہ پیش کر سکے اور کہیں دور حاضر کے مسلمانوں میں ان جیسا عشق و محبت پیدا نہ ہو جائے اور اسلام پھر اسی طرح ترقی پذیر نظر نہ آنے لگے کہ وہ احد جو پتھر ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اس محبت کا اظہار کرتے ہوئے ان کے نقوش قدم چوم کر جھوم جھوم جانا معمولی بات نہیں کیا یہ بہتر نہیں تھا کہ ہم دنیا کے سامنے فخر کے ساتھ اس بات کو پیش کرتے۔ شاید کوئی پتھر دل موم ہو کر عظمت رسول اللہ ﷺ پر قربان ہو جاتا اور آپ نے اس تک پہنچنے کے تمام راستے اور پگڈنڈیاں ہی بند کر دیں۔ کہ کوئی یہ معجزہ دیکھ کر اسلام کے اور قریب نہ آجائے تم کیسے عقلمند ہو تم سے تو وہ دیوانہ بہتر ہے خوش بخت ہے خوش نصیب ہے جو کسی راستے پر بیٹھ کر ان راہوں کو دیکھ دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرتا رہتا ہے جس راہ پر اس کی کسی پسندیدہ شخصیت نے قدم رکھا تھا وہ قیس، وہ دیوانہ، وہ مجنوں جو مشق نام لیلیٰ کر کے اپنے جذبہ عشق و مستی میں مہمیز لگا تارہتا ہے۔

آپ لوگوں نے محسنہ اسلام سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے گھر کی اینٹ سے اینٹ بنجادی کیا یہ فخر کی بات نہ تھی کہ وہ گھر جو آیات بینات الہیہ کے نزول کا مرکز رہا ہے

وحی الہی کے روز اول سے ساڑھے تیرہ سال کا طویل عرصہ وہ چھوٹا سا گھر خود ذات باری تعالیٰ کی توجہ کا مرکز رہا۔ جبریل امین علیہ السلام اس گھر کے دن رات چکر کاٹتے رہے دنیا بھر میں اہل عرب کو متعارف کرانے بلکہ پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بنانے کے تمام اقدامات کا مرکز منبع یہی گھر رہا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ قرون اولیٰ کی تاریخ کے اوراق پلٹ پلٹ کر محفوظ کر لئے جاتے اور بین الاقوامی آثار قدیمہ کو محفوظ کرنے والے کسی ادارہ کے تعاون سے محفوظ کر کے اپنا سر فخر سے بلند کرتے لیکن آپ نے تو ان کا وجود ہی ختم کرنے پر سارا زور، سارا پیسہ، سارے اختیارات استعمال کر لئے۔ کیا محبت اس کو کہتے ہیں؟

نزول قرآن کی پہلی رات اگر شب قدر کہلا کر ہزار مہینوں سے بہتر ہو سکتی ہے اور اس کی بہتری کا مقام آج بھی موجود ہے کہ ہر سال رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں کو تلاش کرنے کا عمل جاری رہتا ہے بیدار بخت لوگ اس رات کو بھی پالیتے ہیں اگر خدا نخواستہ نزول قرآن کے روز اول سے آج تک کوئی اس کو پانہیں سکا تو یہ قانون فطرت کے خلاف ہے۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ کا اعلان بے کار محض ہے اگر روز اول کے ساتھ ہی یہ اعلان مخصوص ہو کر رہ گیا ہے تو آج اس آیت مبارکہ اور اس کے اعلان کی کیا حقیقت ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ کی فضیلت ختم ہو جانی چاہئے کہ نزول قرآن کی ابتداء تو اسی مہینہ میں ہوئی تھی اس کا تقدس آج تک محفوظ کیوں ہے اور اس کے محفوظ کرنے والا کون ہے۔ میں۔ کہ تو؟ نہیں۔ خود ذات باری تعالیٰ جس نے قرآن کے تحفظ کی ذمہ داری خود اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی ہے وہی ان لمحات کے تقدس کو بھی محفوظ کئے ہوئے ہے اور اسی مہینے کے روزے فرض کر دیئے تاکہ کوئی جدت پسند بدعتی اس ماہ کی عظمت کو کالک لگاتے ہوئے اپنے منہ پر ہی کالک نہ لے۔ کیا یہ عوامل یہ ترغیب نہیں دیتے کہ جن اشیاء کے ساتھ جن مقامات کے ساتھ جن شخصیات کے ساتھ کوئی خاص اہم لمحہ نسبت رکھتا ہے اس کی حفاظت اور تعظیم قانون فطرت کے عین مطابق ہے قدرت نے تو عبرت کی آنکھ کھولنے کے لئے فرعون کی غافل لاش کو ہزاروں سال سے محفوظ کر رکھا ہے جو مشرک، نجس، ناپاک، مفضوب علیہ شخص کو

دنیا کی سبق آموزی کے لئے محفوظ رکھتا ہے وہ ذات عشق و محبت ذات باری تعالیٰ اور عشق محبوب کریم ﷺ کو جلا بخشنے کے لئے اس انداز کو کیوں پسند نہ کرے گا یہ بات انسانی جبلت کے عین مطابق ہے جی چاہتا ہے کہ یہ باب السعود ہے، یہ باب فیصل ہے۔ یہ نام آئندہ نسلوں تک زندہ رہیں۔ یہ شاہراہ فیصل ہے وغیرہ ہم۔ اگر ان سے شرک لازم نہیں آتا کہ کبھی تو آل سعود کے ذہن میں محبت کے جذبات امنڈتے ہوں گے کہ یہ کارنامے ہمارے فلاں نے کئے ہیں تختیاں آویزاں کی جاتی ہیں، بورڈ لگائے جاتے ہیں، یادگاریں قائم کی جاتی ہیں، کیا یہ عقیدتیں عبادت ہیں؟ کیا جن سے عقیدت و محبت کا اظہار کر کے یادگاریں قائم کی جا رہی ہیں ان کو معبود سمجھ کر کی جا رہی ہیں؟ ایسا نہیں۔ ہرگز ایسا نہیں۔ کیا صفا و مروہ ہمارے معبود ہیں کیا مقام ابراہیم جس کو مقام ابراہیم سمجھ کر سامنے رکھ کر نفل پڑھتے ہیں وہ سجدہ تو پھر مقام ابراہیم کو نہ ہوا بلکہ وہ سجدہ بھی اسی کو ہوا جو مسجود حقیقی ہے۔ اگر یہ سب شرک نہیں اور یقیناً نہیں تو نسبت رسول معظم ﷺ سے عقیدت کے پھول برسانے سے شرک کیسے ہو گیا؟۔

کوئی مانے یا نہ مانے ساری دنیا کو دو ہرا خول چڑھا کر احمق بنا لو۔ بے وقوف بنا لو اور جس سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی اس سے یہ منافقانہ روش کیسے چھپائی جاسکے گی اس کے پس منظر منافقت کا۔ دشمنی مقام رسول ﷺ کا وہ گہرا اثر موجود ہے کہ نام لئے بغیر بنتی ہے اور نام و نشان مٹائے بغیر نفاق پنپ نہیں سکتا اسے کہتے ہیں۔ لا الیٰ ہو لا ء۔ ولا الیٰ ہو لا ء۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے۔ نہ خدا ہی ملا۔ نہ وصال صنم۔ دھوبی کا کتانہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ خسر الدنیا والآخرۃ الامان و الحفیظ

حضور صلی علیہ وسلم کا مہمان

آپ سرکار ﷺ سے بڑھ کر مہمان نواز کون ہو سکتا ہے۔ اہل ایمان تو آپ کے مہمان ہوتے ہی تھے اغیار بھی اس مہمان نوازی کے دھارے میں نہالیا کرتے تھے۔ چند غیر مسلم یعنی کافر آپ کے مہمان ہوئے آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا تم سب محبت سے بھرے ہوئے ہو ایک ایک مہمان گھر لے جاؤ بادشاہ کی سیرت کا عکس اس کی فوج اور لشکریوں سے ظاہر ہوتا ہے اگر بادشاہوں کو قوم پر غصہ آجائے تو اس کی فوج تلوار اور نیزے و بھالے چلانا شروع کر دیتی ہے جیسا کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے خود ارشاد فرمایا۔ النَّاسُ عَلَى دِينِ مَلُوْا كَيْهَم۔ کہ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں ان مہمانوں میں ایک مہمان بہت زیادہ پیڑھا تھا اس کی نگاہوں کا قبلہ، دسترخوان ہی ہوتا تھا باقی تمام مہمانوں کو تو حضور ﷺ کی فوج کا ایک ایک سپاہی اپنے اپنے ساتھ لے گیا لیکن دسترخوان کو ہی اپنے پیٹ کا اور نگاہوں کا قبلہ بنانے والا پیڑھا حضور نبی کریم ﷺ کے حصہ میں آ گیا۔

ان دنوں حضور ﷺ کے گھرسات بکریاں تھیں وہ اللہ کا بندہ ان سب بکریوں کا دودھ اکیلا ہی پی گیا اور اس کے علاوہ اور بھی جو کچھ تھا وہ بھی کھا گیا باقی سب اہل خانہ اس رات بھوکے سوئے وہ بھی جب سونے کے لئے اپنے حجرے میں گیا تو ایک لونڈی نے غصہ میں دروازہ کے باہر سے کنڈی لگا دی آدھی رات کے وقت اس کے پیٹ کا جہنم ابلا گڑ بڑ پیدا ہوئی وہ اٹھا دروازے کی طرف بھاگا وہ بند تھا کہ پیٹ کے بندوں کے لئے اکثر دروازے بند ہی ہوتے ہیں اس نے پیٹ کی گڑ بڑ کو برداشت کیا اور سو گیا چونکہ اس کا باطن ایک ویرانہ تھا رات خواب میں اسے ایک ویرانہ نظر آیا اس نے اس ویرانہ میں حاجت کر دی درحقیقت وہ حاجت اپنے بستر میں ہی کر رہا تھا جب آنکھ کھلی اسے احساس گندگی ہوا تو شرمسار ہوا اپنے دل میں اس نازیبا حرکت پر بہت پریشان ہوا کہنے لگا میرا سونا میری

بیداری سے بدتر ہے کہ جاگنا صرف کھانے کے لئے بنا لیا اور صرف کھانا کھانے میں صرف کر دیا اور سوتے وقت بستر گندا کر دیا کفار بھی محشر کے روز ایسے ہی واویلا کریں گے شور مچائیں گے لیکن یہ کفر کی گندگی دور ہونے کا وقت نہ ہوگا۔

خبر دینے والے نے نبی پاک ﷺ کو باخبر کر دیا لیکن آپ نے اس کا دروازہ جلدی نہ کھولا کہ اس کو زیادہ شرمندگی کا موقع نہ ملے وہ شرمندگی اس کے ایمان کا راستہ کھول دے گی آخر کچھ دیر کے بعد آپ نے دروازہ اس طرح کھولا کہ آپ دروازہ کھول کر ایک طرف ہو گئے تاکہ وہ آپ کو دیکھ کر مزید شرمندہ نہ ہو جو کاقر نے دروازہ کھلا دیکھا تو بھاگ اٹھایوں بھاگنا اس کے لئے مناسب نہ تھا چاہئے تھا کہ وہ خود اٹھتا اور بستر بھی خود دھوتا لیکن وہ شرم کے مارے نہ ٹھہرا دروازہ کھلا دیکھا تو فوراً بھاگ کھڑا ہوا ایک سادہ لوح صحابی نے دیکھا اور کہا حضور ﷺ دیکھیں آپ کے مہمان نے کیا کیا۔ آپ مسکرائے اور پانی طلب فرمایا ہر صحابی نے چاہا کہ وہ گندگی خود صاف کرے لیکن سرکار ﷺ نے فرمایا نہیں۔ یہ میرا مہمان تھا اس لئے یہ بستر بھی میں خود ہی صاف کروں گا۔

وہ کافر اپنی مورتی بھول گیا اسے لینے اسے مجبوراً واپس آنا پڑا۔ وہ واپس آیا تو اس نے دیکھا۔ وَيُزَكِّيهِمْ كِي شَانِ وَالَا تَرْكِيهِ وَتَطْهَرُ وَالَا اس كِي گندگی خود دھورہا ہے۔ یہ اللہ کے ہاتھوں کی شان والا ایسے کام میں مصروف دیکھا تو مورتی بھول گیا اور شرمسار و ندامت کی زمین میں گڑ گیا۔ مورتی (بت) بھلانا ہی مقصود تھا۔ یہ مورتی بھولنا اور شرمساری میں ڈوبنا حضور ﷺ کا اس کی گندگی صاف کرنا یہ سارا عمل صرف اس کو دروازہ تڑکیہ و تقویٰ سے گزارنا تھا گذار دیا چادرِ تطہیر اسے پہنانی تھی۔ پہنادی۔

آنکھوں سے آنسوؤں کی آبشار بہہ نکلی ایسے لگتا تھا جیسے صبر و برداشت سے شائد وہ آشنا ہی نہ ہو روئے دھونے کے ساتھ ساتھ وہ اپنا سر بھی دیوار سے ٹکرانے لگا زمین میں گڑ جانے کو جی چاہا لیکن زمین نے خاموشی سے نفی میں سر بلا دیا۔ میں ایسوں کو اپنے پیٹ میں جگہ دینے کے لئے تیار نہیں ادھر ادھر دیکھا کوئی اس کو منہ لگانے کے لئے تیار نہ تھا

آسمان اور اس کی فضا کی وسعتوں میں گم ہونا تو شاندار بلند مرتبت لوگوں کے حصہ میں ہو آخر
اسی ذات کو ہی ترس آیا جو

انہیں بھی لگاتے ہیں سینے سے اپنے

جو ہوتے نہیں منہ لگانے کے قابل

اب روٹتا ہے تو چمن مسکراتا ہے بچہ روٹتا ہے تو ماں کے سینے کے اندر کا دودھ جوش مارتا ہے
کیا تجھے علم نہیں؟ کہ وہ ذات جس نے ماؤں کو دودھ کی نہریں بخشی ہیں۔ اسی لئے حکم ہے۔
وَلْيَكُونُوا كَثِيرًا كَثِيرًا کہ کثرت سے رویا کرو لہذا اسے کثرت کے ساتھ رونا ہی چاہئے تھا کہ یہ
رونا روح کے چمن میں بہا لاتا ہے

عرب دیہاتی مہمان کو حضور نبی رحمت ﷺ نے اس کے رونے کی وجہ سے خوب
نوازا وہ تو دیوانہ ہونے کے قریب تھا کہ آپ نے اس کی عقل کو تھاما اور اس کی درخواست پر
کلمات شہادت سے اس کا منہ دھو ڈالا یہ شہادت اس کی دنیاوی زندگی کے مقدمے میں
مضبوط ترین شہادت ہے یہ گواہ عدالت میں خوب خوب گواہی دینے والا سمجھ، عین عدالت
میں یہ گواہ کل قیامت کو تیرے حق میں گواہی دیتے ہوئے خاموش نہ ہوگا۔

سنگ دل عاشق کا دل موم ہوا مہربان میزبان نے مہمان کو خوب خوب نوازا اب وہ چیخ
چیخ کر کہتا تھا جنتوں کے دریاؤں سے چل کر میں اس دنیا میں آ کر ناپاک ہو گیا تھا میرے
اندر غفلت کی گندگی اتنی بھر گئی تھی کہ بستر رسول معظم ﷺ تک جا پہنچی۔ اس عظمتوں کے
سورج سراج منیر ﷺ کی نگاہ شفقت کی تمازت نے میرے ساری غلاظتیں خفیفہ و ثقیلہ
دھو ڈالیں ہیں۔ نہ جانے کیسے میرے اندر چھپے آنسوؤں کے سمندر جاگ اٹھے غفلتوں کی
زندگی کی آخری رات اپنی گندگی کی انتہا کو پہنچی۔ پھر میرے آنسوؤں کے پانی نے میری
غلاظتوں کو دعوایا۔ سرکار ﷺ اپنا بستر اپنے ہاتھ سے صاف نہیں کر رہے تھے آپ میری
غلاظتوں کو صفت تزکیہ کے پانی سے صاف کر رہے تھے۔

اس مزرکی اعظم ﷺ نے اب مجھے اتنا پاک کر دیا کہ صحابہ کے بعد سارے زمانے

کے متقی، صالحین، غوث و ابدال میرے قدموں کی خاک کی منزلت نہیں پاسکتے۔

اس خاک نے چوے ہیں قدم سرور دیں کے
وگر نہ کبھی دیکھا ہے مٹی بھی شفا ہو

☆☆☆

دھل گئی عصیاں کی ساری ہی سیاہی دھل گئی
خاک درنے میرے پیشانی کو چمکایا بہت

ایمان کیا ہے؟

ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو مان لینے کا نام ہے جان پہچان کا نام نہیں بعض لوگ آپ ﷺ کی پہچان اتنی رکھتے تھے کہ خدا گواہ ہے۔ **يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ** کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے بچوں کو جانتے تھے ان کو پہچانتے تھے جیسے لیکن ایمان کے شعبہ میں جان پہچان کام نہیں آتی۔ پھول سے ہر شخص کی جان پہچان ہوتی ہے۔ ہر آدمی ہر ذی شعور جانتا ہے کہ پھول کیا ہے۔ کہاں پیدا ہوتا ہے۔ اس کی مہک، رنگ و زراکت دیکھ کر جان جاتا ہے یہ کون سا پھول ہے۔ جان پہچان اپنی جگہ ہے اس سے متاثر ہونا اپنی جگہ ہے۔ ہاں! بلبل نے پھول کو جانا ہی نہیں اس کو مانا بھی ہے اور خوب مانا ہے۔ بلبل کا پھول کو مان لینا ہی ایمان ہے پھر اس کے خیال میں گم رہنا اسی کی یاد کو سینے سے لگائے رکھنا، اسی کے تصور میں کھوئے رہنا، اسی کے لئے رونا اور پیہم رونا اور رونا بھی بے سرا نہیں کہ کوئی سنے تو نفرت کرنے لگے بلکہ رونا بھی ایسے درد کے ساتھ کہ سننے والے رونے والے، کو دیکھنے کیلئے بے چین ہو جائیں۔

شمع ہر گھر میں جلتی ہے اور ہر گھر کی ضرورت ہے اندھیروں کی دشمن ہے بلکہ ساری زندگی اندھی راہوں پہ چلنے والے بھی اس کی ضرورت و اہمیت کے معترف ہیں اس کے باوصف اس جان پہچان کو شمع پر ایمان لانے کے مترادف نہیں کہا جاسکتا۔ شمع پر ایمان صرف پروانے کا ہے جیسے اس نے اسے مانا۔ ماننے کا حق ادا کر دیا آپ لاکھ سمجھائیں بھئی! پروانے! دیوانہ ہو گیا ہے جان ہے تو جہان ہے جان بچانا فرض ہے اس لئے اپنی جان بچانے کی سوچو وہ تو محبت میں بھی دھوکے باز ہے پاس بلاتی ہے اور تمہیں موت کی نیند سلا دیتی ہے۔ لیکن یہ ساری نصیحتیں یہ ساری باتیں بذات خود دیوانہ پن ہے وہ کوئی بات سننے والا نہیں۔ شام کو شمع جلی اور یہ پہنچ گیا اور سب سے پہلے اپنی واپسی کی پرواز کے سبارے

اپنے پر جلا دیئے تاکہ واپسی کی سوچ ہی نہ آسکے۔ گیا اور قربان ہو گیا۔ کہ یہی ایمان ہے کہ جس پر ایمان ہو اس پر جان اور مال قربان کر دینا اچھا لگے۔

چند اماموں لاکھ دور سہی لیکن ہر گھر میں بستے ہیں اس کا حسن مثالی ہر حسین کو چاند کہہ کر بلا تے ہیں تو جذبات کی صحیح عکاسی ہوتی ہے لیکن جس انداز سے چکور چاند پر ایمان لاتی ہے کوئی اور کیا لائے گا۔ چند اماموں جس رات ان کا ساری رات راج ہوتا ہے چکور۔ کی مستی دیکھنے والی ہوتی ہے دیکھنے والے بھی بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔ چکور، ری چکور، تیری محبت، تیری مستی اور تیرے انداز محبت کے کیا کہنے۔

دنیا کی کوئی زندہ چیز ایسی نہیں جس کا گہرا تعلق بلکہ اس کی اپنی سانس کی ڈوری کا تعلق پانی سے نہ ہو۔ **وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ**۔ ہر زندہ چیز کا ہونا اسی سے، پھر زندہ رہنا بھی اسی سے اتنی جان پہچان بھی ایمان نہیں کہلوائی بلکہ اس کی عظمت اور اس کے وجود پر ایمان جو مچھلی کے حصہ میں آیا وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا۔

وہی پانی۔ اس کی زندگی اس کی رعنائی اس کی تمام چاہتوں کا مرکز، اس کا کھیل، اس کا سامان عیش و عشرت، اس کا دین، اس کا ایمان وہی پانی ہے۔ پانی سے جدا ہونا اسکی موت۔ اسے خشکی کے ہزار رنگ پسند نہیں کیوں؟ صرف اس لئے کہ وہ پانی ہی کو مان چکی ہے یہی اس کا ایمان ہے پانی کے غیر کی طرف دیکھنا اس کے نزدیک کفر ہے کفر اور ایمان دونوں ایک گاڑی پر سوار نہیں ہو سکتے۔

ایمان ایک ایسا انمول ہیرا ہے جو ان مول ہے یعنی جس کی کوئی قیمت نہیں اس ان مول بیرے کو خریدنے کیلئے ابھی کوئی دولت۔ ایجاد نہیں ہوئی۔ اگر کسی احمق نے ایمان کا سودا کر ہی لیا خواہ۔ اس کی کتنی بھی قیمت وصول کر لی دنیا اور مافیہا سب کچھ لے لیا پھر بھی اس نے گھائے کا سودا کیا۔ چہ ارزاں فروختند۔

ایمان دار اگر جنت کی تمنا رکھتا ہے تو اس لئے نہیں کہ یہ جنت اس کے ایمان کی قیمت ہے یا اس کے ایمان کا صلہ ہے بلکہ وہ تو جنت کا اس لئے طالب ہے کہ جس ان دیکھے محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ مرثا ہے سنا ہے وہاں اس کا دیدار ہوگا اور اگر شہادت کا رتبہ مل جائے تو خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ واصل ہو گیا تو پھر اس دیوانے کی جنت میں بھی طبیعت نہیں لگے گی وہ بار بار کہے گا۔ مجھے پھر وہیں بھیج دو جہاں دیدار یار نے پہلے آنکھ چھولی کھیلی تھی۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسی (۸۰) ساتھیوں کے ساتھ حرقل بادشاہ کے دربار میں ایک قیدی کی صورت میں پیش کئے گئے مردان عرب میں سے ایک جوان رعنا، خوبصورت، خوبرو، نکھرتا گلاب چہرہ، مضبوط اعصاب، کڑیل جوان، قیدی ہونے پر بھی پرسکون، مطمئن، خودداری کا پیکر جمیل، بادشاہ۔ ہاں ہرقل بادشاہ جو اس وقت سپر پاور اور وینو پاور کا مالک تھا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

عورت مرد کی ہر دور میں کمزوری رہی ہے ایک دانا شخص نے شیر کو پنجرے میں بند کرنے کو دانہ پھینکا۔ عبداللہ (رضی اللہ عنہ)۔ کتنے خوبصورت ہو اس جوانی کو جنگ کی آگ کی بھٹی میں کیوں جھونک دیا ہے تم نے دنیا میں دیکھا ہی کیا ہے چھوڑوان جھگڑوں کو چند دن، داد عیش دے لولطف اندوز ہولو۔ پھر جو چاہے کرنا مجھے اپنی بیٹی کے لئے ایک خوبصورت اور جوان رعنا شہزادے کی تلاش تھی اور وہ تمام خوبیاں تم میں پائی جاتی ہیں آؤ تمہاری شادی اس سے کر دیتا ہوں اور جہیز میں دیگر سامان شاہی کے ساتھ نصف ملک بھی پیش کرتا ہوں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش تھے اس کی بات خوب تسلی سے سن رہے تھے بادشاہ سمجھا پانی مرنا نظر آ رہا ہے لیکن اس کے خاموش ہونے پر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بڑی شان بے نیازی سے ارشاد فرمایا۔

تخت سکندری پر وہ تھوکتے نہیں

بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیرس جنے ہزاروں بے شہر ہوون میں مدینے دی جھوک توں واردیواں
 میرے آقا میں تاج سکندری نوں تیری جتی دی نوک توں واردیاں
 بادشاہ وقت کی، حاکم وقت کی، رعونت سے بھرے فرعون کی۔ حکومت کی سپر پاور کی اور
 ویٹو پاور کی۔ پیش کش کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔
 کہاں سے آئیں وہ لوگ جو کہا کرتے تھے ہم سوکھی کھجوریں کھا کر گزارہ کر لیں گے
 لیکن وقت کے کسی شہریار کی منت نہیں کریں گے۔

ایسی غزل کہی نہ کہیں گے تمام عمر انعام و داد جس پہ ملے شہریار سے
 ہائے رے مجبوریاں، معذوریاں، مقہوریاں، لاچاریاں، بزدلیاں سب کچھ چھین کر
 لے گئیں شہریاروں کی صرف آ شیر باد حاصل کرنے کے لالچ میں سب کچھ ہار بیٹھے۔ دل،
 دماغ، سوچ، فکر ضمیر، وطن ایمان، سب کچھ ہار گئے۔

صبح ہوتے ہی نکل آتے ہیں بازار میں لوگ
 گٹھڑیاں سر پہ اٹھائے ہوئے ایمانوں کی

خوددار۔ فقیر بے نیاز ہوتا ہے۔ بکا ہو بادشاہ بھی نیاز مند ہوتا ہے وہ فقیر! فٹ پاتھ پر بھی
 بے فکری سے سوتا ہے اور بادشاہ کو بلٹ پروف محلوں میں بھی نیند نہیں آتی وہ بصیرت و بصارت
 سے کام لے کر ہزاروں لاچاروں کا حصار ہوتا ہے اور اس بادشاہ کی رعایا کو حفاظت کرنا پڑتی ہے۔
 فیا للعجب! جنگل کے شیر کی حفاظت جنگل کے وحوش و طیور کرنے لگیں یا شیر اپنی
 رعایا سے جان بچاتا، چھپتا چھپاتا پھرے۔

ہر قل غصے میں دھاڑا۔ اوئے مسلے تیری یہ جرأت ہمارے سامنے دم مارنے کی
 جسارت۔ خبردار۔ حکم ہو ان کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا جائے ایسی سزائیں دو کہ دن کو بھی
 تارے نظر آنے لگیں۔

پھر مقدس پیٹھوں پر کوڑے برسائے گئے۔ چٹائیوں میں پیٹ کرناکوں میں دھوئیں
 دیئے گئے۔ دیکتے انکاروں پر لٹا کر نازک جسم بھون دیئے گئے لیکن زمین، گواہ۔ آسمان گواہ،

فضائیں اور ہوائیں گواہ، خود خدا گواہ ان کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی وہ بال کی نوک کے کروڑوں حصہ کے برابر بھی جاوے ایمان سے منحرف نہ ہوئے کہ کسی کو مان لیا تھا۔ آگ کے شعلوں پر۔ ایک بڑا سا کڑا ہا (بڑا برتن) تیل سے بھر کر رکھ دیا وہ جہنم کے کسی گہرے پاتال کی طرح تپنے لگا، دہکنے لگا، ابلنے لگا، جب اس کا تیل دوزخ کی آگ کا سماں باندھ چکا تو ہر قل نے ایک مسلمان قیدی کو اٹھا کر آگ کی طرح جھلس دینے والے تیل کے کڑا ہے میں پھینکنے کا حکم دے دیا حکم کی تعمیل ہوئی۔ اس نوجوان کو آگ میں پھینکوانے کو دیکھ کر نہ جانے انسانوں، حیوانوں کے جسموں پر کیسی جھرجھری آئی ہوگی۔

لوگوں کے دیکھتے دیکھتے۔ نوجوان کی کھال پگل گئی، گوشت پکھلنے لگا، ہڈیاں گلنے لگیں، خوف و دہشت نے زبردست انگریزی لی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایمان کی جان ^{سیدنا پیغمبر} پر جان کی نذر پیش کر کے ایسا امر ہوا کہ پندرہویں صدی کے اس ابتدائی حصوں میں چلنے والے میرے دل، میری آنکھوں، میرے ذہن و فکر اور میرے قلم کو ایمان کی لذت دے گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

باقی قیدیوں کی طرف دیکھ کر دہشت کی تصویر بن کر حقل کا دیکھنا بتا رہا تھا کہ اب کس کی باری ہے غصے میں اندھی ہونے والی آنکھوں نے بھی دیکھ لیا کہ یہ لوگ جہنم سے اس لئے نہیں ڈرتے کہ وہ جہنم ہے بلکہ اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ جگہ ان کے مالک کے قہر و غضب کی جگہ ہے اور یہ جنت پر اس لئے نہیں مرتے کہ وہاں جو روقصور ہیں بلکہ اس کے اس لئے طالب ہیں کہ ان کے مالک کی رحمتوں کا دھارا ہے۔

کرم تیرے سے ہماری زندگی
ورنہ کیا تھی یہ ہماری زندگی
لطف تیرے سے گذاری زندگی
ظفر چستی کیلئے یہ اعزاز ہے
تیرے سائے میں گذاری زندگی

غرور اور چور دروازہ

عین چوپال میں حقہ پڑا تھا لوگ ارد گرد بیٹھے گیس ہانک رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ حقے کی ایک جھکی ہوئی نئے کو پکڑتے اور منہ سے لگا لیتے حقے کی دوسری نئے بالکل سیدھی کھڑی تھی۔ اور آگ۔ دھکتی ہوئی آگ سے بھری ایک ٹوپی اس کے سر کے اوپر رکھی ہوئی تھی۔

ایک دانشور بزرگ جو سب سے سیانا مجھے نظر آیا میں نے اس سے پوچھا بابا یہ کیا مسئلہ ہے بابا کہنے لگے۔ بیٹا۔ ذرا غور سے دیکھ۔ حقے کی دو نئے ہوتی ہیں ایک جھکی ہوئی اور ایک بالکل سیدھی۔ جو جھکی ہوتی ہے اس کو ہر شخص پکڑنے کو بے چین ہوتا ہے اپنی باری کا انتظار کر رہا ہوتا ہے اور جو اکڑی ہوئی کھڑی ہے اس کے سر پر آگ رکھی ہوئی ہے گویا ہر آنے والے کے سر پر آگ۔

تکبر ایک ایسی زہریلی شراب ہے جسے پی کر انسان تھوڑی دیر کے لئے بدستی کا اظہار کرتا ہے۔ جب اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس کی جان ہلاکت کے گٹھے میں پھینک دی جاتی ہے۔ شیطان اپنے تکبر ہی کی وجہ سے اپنی ساری زندگی کی عبادت کے کھلواڑے کو آگ لگا بیٹھا اس لئے اس کو کہیں بھی نیکی اور عاجزی کی شمع جلتے دکھائی دیتی ہے تو وہ جل بھن جاتا ہے۔ جو بڑائی انسان کو انسانوں کی طرف سے ملتی ہے ایک وقت آتا ہے وہ انسان اس سے چھین بھی لیتے ہیں ایسی آقائی تو غلامی سے بھی بدتر ہے۔ کہ ایسی آقائی کے بعد ذلت ہے اور غلامی سے نجات کے بعد آزادی ہے ہم نے بڑوں بڑوں کو ہواؤں میں بکھرتے دیکھا ہے اور بڑے بڑے نمرودوں کے سروں پر جوتے پڑتے دیکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کبھی کبھی جمادات یعنی پتھروں کو ان کی بے بسی کی وجہ سے نواز بھی دیتا ہے کبھی ان سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں کہیں سے قیمتی ہیرے موتی جو اہرات نکال دیتا ہے۔ کہیں ان کے دامن قیمتی دھاتوں سے بھر دیتا ہے اور کبھی تو انہیں ایسی آنکھیں عطا فرما دیتا ہے جسے

وہ دیکھ کر سمجھ جاتے ہیں آج میرے ہاں کون قدم رنجہ ہوا ہے وہ وجد و حال میں جھوم جھوم جاتے ہیں جس کو قوم کے سردار ابوالحکم کہلانے والے نہ پہچان سکے کہ تکبر و غرور نے ان کی گردن اکڑا رکھی تھی لیکن پھر کو اس کی عاجزی اور بے بسی کی وجہ سے یہ نعمت مل گئی کہ اس نے ساری کائنات کے صدر جہاں ﷺ کو پہچان لیا۔

متکبروں کی تعریف بیان کرنے کے لئے دنیا میں ایک مینارہ بھی موجود نہیں۔ جب کہ عاجزی کے شہنشاہ عجز و انکسار کے پیکر مجسم ﷺ کی تعریف بیانی کے لئے میناروں کا حساب لگانا مشکل ہے۔

متکبروں نے اپنے نام سکوں پر کندہ کرائے پھر بھی مٹ گئے جب کہ سجدہ ریزیوں میں راتیں گزارنے والے کا نام قیامت تک کے لئے تلاوت کا حصہ بن گیا۔ ان کی شان میں لکھی جانے والی کتاب میں سے کسی ایک حرف کی بھی شان میلی نہیں ہوئی۔ نہیں ہوگی، نہیں ہوگی، نہیں ہوگی۔

تو اگر تکبر و غرور سے اپنے آپ کو ہاتھی سمجھے بیٹھا ہے۔ تو **طَبْرًا أَبَابِيلَ** کی سزا بھی تو تیرے لئے ہی ہے جو تجھے **كَعَصْفِ مَا كُوِّلَ** بنا کر دکھ دے گی یعنی کھایا ہوا بھوسا۔ گھر میں داخل ہونے کے لئے شرفاء کا طریقہ۔ دروازے سے داخل ہونا ہے اس کے علاوہ باقی تمام راستے شرفاء کے نہیں بد معاشوں کے ہیں، چوروں کے ہیں، رہزنوں کے ہیں، لٹیروں کے ہیں، نفس عقل کا غلام تھا کتنی چالاکی سے چور راستے سے گھر میں داخل ہوا اور آقا بن بیٹھا۔

دھویں سے دیگ تو کالی ہو جاتی ہے۔ گوشت نہیں گلتا۔ گوشت گلے گا تو ہنڈیا مزیدار ہوگی ورنہ ہر کھانے والا کبھی اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرے گا۔

جو کوئی یوسف جیسے لوگوں کو ستائے گا آخرت میں بھیریا بن کر اٹھے گا بشرطیکہ کوئی یوسف۔ **لَا تَنْوِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ نَهْ** نہ کہہ دے۔

تجھے نیکوں، پارساؤں، مجاہدوں، کی باتیں کیوں اچھی نہیں لگتیں ثقافتی ناچ گانے

والوں اور کھیل کود و لہو و لعب کی چاہ میں سارے پروٹوکول کیوں صرف کر رہا ہے فرق صاف ظاہر ہے سن غور سے سن۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بزندان لعنت گرفتار کرد

یعنی تکبر ہی نے ابلیس کو ذلیل و رسوا کر دیا اور ہزار ہا لعنتوں کی قید میں پھانس دیا۔ سائے پر تلوار نہیں چلائی جاتی تلوار ہمیشہ اس سر کو کاٹتی ہے جو زمین سے سر اٹھا کے چلتا ہے۔ سوہنے نبی پیکر عجز و انکسار نبی ﷺ کی سنت میں عاجزی سے سر سجدے میں رکھ دے جہنم کی تلوار تیرا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گی انشاء اللہ۔

حسن عمل کا بہترین نمونہ

نمونہ سامنے ہو تو ڈھالنا آسان ہو جاتا ہے اگر نمونہ بھی ایسا ہو کہ جو خود خالق کو محبوب ہو تو مخلوق کو محبوب کیوں نہ ہو یہ نمونہ بہر انداز بہر پہلو بہر زاویہ حسین و جمیل قابل تقلید و عمل بہل اور آسان ہے۔ عبادت و ریاضت میں نمونہ، فرض کی ادائیگی میں نمونہ، ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے میں نمونہ، خلوت میں نمونہ، جلوت میں نمونہ، غلاموں میں، بچوں میں، یاروں میں، خوشیوں اور غمیوں میں، غصے میں، محبت میں ہر اعتبار سے ایک حسین و جمیل نمونہ صلی علیہ وآلہ وسلم۔

غریبوں، مسکینوں، غلاموں، یتیموں، بے سہاروں کو اپنی خاص محفل میں بٹھانے والا، مشوروں میں شامل کرنے والا، ان کے بچوں کو حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرح کندھوں پہ بٹھانے والا، جہاں ابو بکر و عمر بیٹھیں، جہاں عثمان و علی بیٹھیں اسی مقام پر بلا امتیاز بلا تفریق بلال و یاسر بیٹھیں، حبیب بن ارت اور عبد اللہ ابن مکتوم بیٹھیں لاؤ! کوئی مثال ایسی نمونہ ہو تو ایسا ہو۔ رضی اللہ عنہم۔

لگاتے ہیں سے سینے سے ان کو بھی آقا

جو ہوتے نہیں منہ لگانے کے قابل

درس عمل کا پورا نصاب دینے والا مکمل قرآن دینے والا عمل کی راہ دکھا کر لوگوں کو ترغیب دینے والا خود محفل میں بے عمل ہو کر فرزانگی کی جھوٹی ٹوپی نہ پہننے والا بلکہ پورا مجسم قرآن بن کر راہ عمل میں نمونہ بن کر آگے آگے چلنے والا قرآن پاک کی ایک ایک سورۃ، ایک ایک آیت، ایک ایک حرف میں ڈھل جانے والا۔ دوستوں کو فداکاری کا درس دے کر ان سے سب کچھ وصول کر کے اپنی تو نند اپنی تجوری اور اپنے خزانے کا حجم بڑھانے والا نہیں بلکہ ادھر سے لے کر ادھر بانٹ دینے والا اپنے خالق کی مخلوق کے درد کو اپنا درد بنا لینے والا اگر کسی کو

گھر میں بھوک سے نیند نہ آتی ہو تو اس کے غم میں برابر کا شریک ہو کر لفظاً نہیں، حرفاً نہیں بلکہ طبعاً مزاجاً فطرتاً شریک ہو کر ساری ساری رات ان کے غم میں رونے والا جذبات ابھار کر لوگوں کو راہ عمل پر گامزن کر کے خود خلوت میں جا کر بے عملی کی چادر اوڑھنے والا نہیں بلکہ عبادت کی لذت بخش کر خود اتنی عبادت کرنے والا۔ کہ لوگوں کے حیرت زدہ ہو جانے پر فرمانے والا کہ لوگوں جس محسن اعظم ذات باری تعالیٰ نے مجھے اتنا نوازا ہے اس کا شکر نہ ادا کروں اور خود معبود بھی اس کی عبادت میں وارفتگی کا عالم دیکھ کر خود ہدایت دینے لگے کہ رات کا کچھ حصہ آرام فرمایا کریں آدھی رات یا اس سے کم و بیش رات عبادت کر لو ساری ساری رات کھڑا ہو کر رکوع و سجود میں مصروف عبادت ہو کر رات نہ گزارا کریں۔ ایک طرف یہ سبق دے کر کسی کو حقیر و ذلیل نہ سمجھو کوئی پیشہ نہ کمتر ہے نہ بدتر اور دوسری طرف خود سوئی دھاگا پکڑ کر اپنے کپڑے سینے لگے اپنے جوڑے خود گانٹھنے لگے۔ چاہنے والوں۔ محبت کرنے والوں جاں نثار کرنے والوں کے ہاتھ کدال پکڑا کر شاباش شاباش کہتا ہوا پاس کھڑا ہونے والا نہیں بلکہ خود اپنے ہاتھ سے کدال نہ چھوڑنے والا اور ان سے زیادہ محنت کر کے دکھانے والا حسین و جمیل نمونہ ﷺ۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ کا درس دینے والا کہ جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز اس کی راہ میں لٹا نہیں دیتے اس وقت تک نیکی و پارسائی کی روح تک کو نہیں پہنچ سکتے اور خود اپنی ہر پسندیدہ چیز راہ خدا میں لٹا دینے والا اسوۂ حسنہ بیٹیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے والے قسمت قلبی سے لبریز معاشرے میں بیٹیوں سے محبت کا درس دینے والا خود آپ تقدس مآب طیب و طاہر چادر اپنی بیٹی کے لئے بچھا کر محبت کی راہوں کو ہموار کرنے والا ﷺ۔ دشمنوں کے مقابلے میں اپنے طالبوں کو سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانے کا درس دینے والا۔ تلواروں، نیزوں اور زہر میں بچھے تیروں سے ڈر کر خود چھپ کر بیٹھنے والا نہیں بلکہ ہزاروں کے مقابلے میں اکیلا رجز یہ اشعار۔

انا النبی لا کذب. انا ابن عبدالمطلب

پڑھتے ہوئے ڈٹ جانے والا کوئی مثال لاؤ۔ کوئی ایسا نمونہ لاؤ کہ جاں کے دشمنوں کے لئے رحمت کا سامان بن جانے والا ہو ایسے میں تو انسان سب تقاضوں کو بھول جاتا ہے۔ اخلاقی پابندیوں کو یکسر فراموش کر دیتا ہے جوش میں ہوش کے دامن چھوٹ جاتے ہیں۔ قہر و جبر کے ماحول میں خلق و مروت کو بے معنی سمجھا جاتا ہے اینٹ کا جواب پتھر سے دینا ہی بہادری تصور کیا جاتا ہے کوئی ہے جو ایسے میں بھی **وَإِنَّكَ لَعَلَّ خُلِقْتَ عَظِيمًا** کی مسند پر بیٹھ کر مہذب و غیر مہذب اقوام عالم کے لئے انوکھا نرالا قابل عمل اسوۂ حسنہ تخلیق کرتا ہو جو کہتا ہو ان جان کے دشمنوں کی امانتیں لوٹا دو۔ ان کے گھر گھر پہنچا دو کوئی یہ نہ کہے کہ بے شک ہم سے زیادتی ہوئی اور وہ بھی تو ہماری دولت پر ہماری رقم پر اور ہماری امانت پر ہاتھ صاف کر گیا ہے۔

جو کہتا ہو دشمن کی دشمنی کی طرف مت دیکھو بلکہ دیکھو ان میں ان کے معصوم چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں ان میں ان کی عورتیں بھی ہیں ان میں ان کے بوڑھے بھی بزرگ بھی ہیں۔ بلکہ ان میں ان کے علماء فقراء اور ان کے مذہبی راہنما بھی ہیں کہ غصے میں ان پر بھی نہ مل پڑنا۔ بچوں سے شفقت کرو، اپنے ہوں یا بے گانے، بڑوں کا احترام کرو، مذہبی راہنماؤں کا ادب کرو۔

جو کہتا ہو دیکھو کہ جو غصے میں اندھا ہو جائے وہ انسان نہیں کہلاتا دشمن کے ظلم و ستم کی اندھی آندھیوں کے مقابلے میں ان کی فصلیں تباہ نہ کر دینا ان کے پانی کے ذخیروں میں زہر نہ ملانا ان کے جانوروں اور مویشیوں پر ظلم نہ کرنا کوئی ہے پیکر خلق و مروت کا ایسا نمونہ۔ باتیں بنانا آسان ہے۔ خوبصورت منشور پیش کرنا آسان ہے۔ قانون کے ضابطے تشکیل دینا آسان ہے لیکن خلق و مروت کا نمونہ بنانا اتنا آسان نہیں۔ منشور قابل عمل بنانا آسان نہیں۔ قانون کا احترام کرنا اور کروانا آسان نہیں لیکن آپ نے یہ مشکل گھاٹیاں پاٹ دیں اور ایسا حسین آہنگ پیش کیا کہ عقل دنگ ہے فکر انگشت بدنداں ہے لیکن یہ سب کچھ کوئی ایسا مشکل بھی نہیں کہ اس پر عمل کرنا قابل عمل نہ ہو بلکہ ایسا حسین پیکر کہ جو بھی اس سانچے میں

ڈھلتا چلا گیا دنیا کی آنکھوں کا تارا بنتا گیا، روشنی کا مینار بنتا گیا، معاشرے کا قابل صد تکریم و اعزاز ہونے کا شرف حاصل کرتا گیا

اللہ تعالیٰ کا محبوب ﷺ ایسا نمونہ کامل، ایسا اسوۂ حسنہ، ایسی حسین زندگی کا حامل کہ رضاء الہی کی خاطر احکام دین فطرت اسلام پر عمل کرنے کا درس دینے والا گفتار کا غازی نہیں کردار کا بھی غازی ہے۔ شہادت توحید باری تعالیٰ پر ایسا یقین کامل رکھنے والا عقیدہ توحید سمجھانے والا ایسا کہ جب اپنے فرض سے سبکدوش ہو تو اپنے چاہنے والوں پر اتنا یقین ہو جائے کہ خود پکاراٹھے اب مجھے تم میں سے کسی سے بھی تا قیامت شرک کی بو نہیں آرہی۔ صوم و صلوٰۃ کا ذکر ہو تو نہ صرف خود پابند صوم و صلوٰۃ ہو بلکہ اس کے غلام بھی ایسے مصلی بن جائیں کہ جائے نماز پہ کھڑے ہوں تو دنیا و مافیہا کا ہوش نہ رہے ہوش ہو تو بس اس ہوش و حواس کی دولت بخشنے والے کا، روزہ ہو اور خود ایسے ایسے روزے رکھے کہ کئی کئی دن کھانے پینے سے بے نیاز ہو جائے۔ **هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي** کی کیفیت میں ڈوب رہے۔ آج بھی اگر کوئی کھانے پینے والا یہ تصور باندھ لے کہ **هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي** کہ وہی مجھے کھلا رہا ہے اور وہی مجھے پلا رہا ہے تو یقیناً ایک وقت ضرور آتا ہوگا جب احساس ہو رہا ہوگا کہ واقعی ایسے لگتا ہے جیسے **هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي** کہ اب مجھے وہی اپنے ہاتھ سے کھلا رہا ہے اور وہی مجھے اپنے ہاتھ سے پلا رہا ہے۔

میرے نبی ﷺ کے غلامو! جاں نثارو۔ رمضان ہماری تربیت کا موسم ہے ان کے اسوۂ میں ڈھلنے کا موسم ہے خدائے واحد کی یکتائی اور اس کی ہمہ جہت ہر آن ہر لمحہ آگاہی کے تصور میں سارا دن حواج ضروریہ سے پرہیز کا موسم ہے۔ اس کی مخلوق کے دکھ میں، درد میں ڈوب کر دکھ بانٹنے کا موسم ہے۔ بے حد و عدد نعمتوں کی فراوانیوں میں ناداروں کے گھرانے کا حصہ جو میرے اور ترے رزق میں رب نے شامل کر دیا ہے اس کو پہنچانے کا موسم ہے۔ آٹے کی بوریاں کندھوں پر خود نہیں اٹھا سکتے ہو تو ریڑھیوں، تانگوں، مزدوروں کے کندھوں پر رکھ کر بانٹ دو کہ اس بانٹ کا اس سے بہتر کوئی موسم نہیں۔ وہ دیکھو! مدینے کا

والی مشیٰ علیہ السلام جنہیں ہم حاضر و ناظر سمجھتے ہیں، سنہری جالیوں کے جھروکوں سے تاک رہا ہے، ان کے لبوں پر مسکراہٹیں بکھیرنے کا موسم ہے ان کی ایک مسکراہٹ کروڑوں کھربوں نعمتوں سے زیادہ قیمتی ہے اور وہ مسکراہٹ انکے دکھی اور مجبور مقہور امت کے دکھ بانٹنے میں ہیں۔

کرم کرنا، شفقت کرنا، پیار کرنا، ان کی پرانی عادت ہے، ان کے کرم کے بادل ہی میرے اور تیرے بخت دھوسکتے ہیں۔

کام تمام کرامت والا	نام دلوں کی راحت والا
باتوں میں دکھ درد کا مرہم	صلی اللہ علیہ وسلم
سارے رنگ جمالوں والے	جلوے سب تمثالوں والے
آپ کا رنگ ان سب پر محکم	صلی اللہ علیہ وسلم
سب لوہیں تقدیروں والی	سب صبحسین تنویروں والی
آپ کے نام اے اسم مکرم	صلی اللہ علیہ وسلم

مٹی جا چڑھی آسماناں

وہ قادر مطلق جس نے انسان کا حقیر مٹی سے خمیر گوندھا اور بڑے بڑے شاہسوار پیدا کئے وہ تخلیق کا پہلا نقطہ ہی اتنا عظیم ہوا کہ **فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ** کہ اس کے سارے فرشتوں نے۔ اپنے سر۔ اس کے حضور مٹی پہ رکھ دیئے۔ ہر قسم کی مخلوقات میں سے افضل ترین۔ مخلوق۔ ملائکہ۔ عظمت کے معترف ہوئے اس کی خلافت زمیں و آسمان کو قبول کیا اور مالک نے بھی ان خاک کیوں کو خاک کیوں کے مزاج سے پاک کر دیا وہ ہزار بار کہتے رہیں ہم تمہاری طرح اسی زمین کے باسی ہیں لیکن کسی خاک کی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے کہ تم تو اسی خمیر سے بنائے گئے ہو اونچے کیسے ہو گئے۔

وہ پہلا جوہر۔ **خَلَقْتُ بِيَدَيَّ** یعنی دست قدرت کا شاہکار ہوا۔ **وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ نَسْفَةٍ** کی روح سے زندگی کا، عالم کا، عالمین کا، روح رواں ہوا، اور نوریوں سے بھی اونچا کر دیا گیا اتنا اونچا کہ نوری ان کے گھر کا پانی بھرتے ہیں چا کری کرتے ہیں۔

ساڑھے نو سو سال کا ایک طویل عرصہ ایک پیکر خاک کی حضرت نوح علیہ السلام نوری تاج پہن کر خاک کے پتلوں کو نورانی راہ دکھاتا رہا ان کی طرف سے مسلسل انکار۔ اس انکار پر بھرپور اصرار۔ اس انکار و اصرار میں نفرت، دوری اور طنز کے تیروں کی بوچھاڑ برداشت کرتا رہا، ہر روز ہر مہینہ ہر سال ہر صدی کے آغاز میں ایک نئے عزم، نئے حوصلے اور بھرپور اعتماد کے ساتھ عین بازار میں پھر ان خاک کیوں کے ہجوم میں جا کھڑا ہوتا۔ اے مٹی کے تو دو، اے نیند کے ماتو، ہوش میں آؤ، اٹھو، مٹی ہی نہ رہو، انسان بنو، انسانیت کے مرتبہ کو پہچانو۔۔ اور پاؤ لیکن وہ مٹی کے باوے۔ مٹی کے باوے ہی رہنے پر مہر رہے۔

نورانی صفات اختیار کرنے والے ہر دور میں نکھرتے رہے نکھرتے رہے۔ اس نکھار پر دنیا کو حیران کرتے رہے اچھا؟ ایسا بھی ہو سکتا ہے وہ آگ میں کود گئے، دیکھتے انکاروں کی،

شعلہ بار فضا کی، فضا کو چومتے رہے اور ایک اعلیٰ ترین خاک کے پتلے کو جس کو دیکھ دیکھ،
خاک کی دھوکے کھاتے رہے آگ میں جھونک دیا لیکن ادھر سے مالک نے ان پر آگ گلزار
کردی، کرنوں کی شعلوں کی انگاروں کی قسمت جاگی انہوں نے اپنے ہاں اس انوکھے
مہمان کو پہچان لیا اور وہ خاک کی پھر بھی نہ پہچان سکے۔

چھری کے نیچے گردن رکھ دینا آرے سے پورے جسم کو چروادینا کوئی معمولی بات
ہے۔ وہ تو آزمائش کو سونے کا طشت سمجھتے ہوئے اپنے سر اس میں سجاتے رہے سجاتے
رہے، ان کے سر سجتے رہے۔ ورنہ جبریل علیہ السلام تو سدرہ سے آگے ایک قدم۔ آگے
بڑھانے سے ڈرتے رہے اور وہ اللہ کے بندے دوسرے آزمائش و امتحان کے کوڑے کو
ترستے رہے لذتیں لیتے رہے۔

جسم کی بڑائی کوئی معنی نہیں رکھتی ورنہ کوہ ہمالیہ کی چوٹیاں ایک ہیرے اور لعل کی قیمت
سے بڑھ جاتیں حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور نہ ہوسکا اور نہ ہو سکے گا۔

ہاتھی بہت بڑا ہے لیکن حرام ہے بکری، ہرن بہت چھوٹے ہیں لیکن حلال ہیں پاک
ہیں اگر خدا نخواستہ صورت قبول نہ بھی ہو لیکن اخلاق اچھے ہوں تو اس کے قدموں میں جان
دے دو۔

روداد اول ہی کسی کو مٹی کے مٹی ہونے پر اعتراض ہوا۔ شیطان کو، رجم کو۔ مردود کو۔ اس
بد بخت کو جنم گی اور اس آگ سے بنے ہوئے جسم کی لپک کی بلندی اچھی لگی اس دھوکے میں
بتلا ہو کر آج تک نفرتوں کی آگ میں جھلس رہا ہے جھلتا رہے گا۔

ایک جگہ مٹی پڑی تھی کہ ایک شخص کے مشام جاں معطر کر گئی وہ آگے بڑھا اس نے
اٹھایا۔ اس سے پوچھا تو مشک ہے یا عنبر ہے تو کیا چیز ہے کہ تیری خوشبو نے میرے دل کو
مست کر دیا ہے۔

اس نے جواب دیا میں مٹی ہوں مٹی۔ البتہ ایک پھول پتہ نہیں وہ پھول کیا تھا کیسا تھا
بس اس کی ہم نشینی نے مجھے مشک و عنبر کا ہمسر بنا دیا ورنہ مٹی تو مٹی ہی ہوتی ہے۔

مٹی کو مٹی ہی سمجھتے رہنے والے اس دھوکے میں ہی مبتلا رہے اور وہ مٹی قدرت کی پسندیدہ نگاہوں میں مقام پاتی چلی گئی۔ مکے کی فضاؤں میں اسی ماحول میں اسی معاشرے میں انتخاب قدرت کی شاہکار شخصیت بلند مرتبوں کو چھوتی چلی گئی۔ اوجھ پھینکنے والے سمجھے ہم نے بڑا تیر مارا لیکن اس کا مقام اور بلند ہو گیا معاشی مقاطعہ کے سخت ماحول میں قید کر کے شعب ابی طالب میں قید کر کے سمجھتے رہے ہم نے کتنا گرا دیا ہے لیکن وہ اور ابھرا اور ابھرتا ہی چلا گیا طائف کے میدان میں اہل طائف نے پتھروں کی بارش کر دی۔ طعن و تشنیع کی بارش برسادی۔ وہ جتنا اس کو نظروں سے گرانا چاہتے تھے وہ اتنا ہی زیادہ اپنی بلندی کے درجات کو چھوتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ سات آسمان اس سے اوپر بہت اوپر۔ سدرہ، عرش، کرسی، سب کچھ عبور کر گئے قدرت نے ان کے لئے ساری بلندیاں ہیچ کر دیں سارے بلندیوں والے نیچے رہ گئے ساری مخلوق نیچے رہ گئی عظمتوں اور رفعتوں کے پیام بردیکھتے رہ گئے اور مٹی آسمانوں پر چڑھ گئی۔

چلا تھا نور سے جب نور مٹنے

زمانہ رک گیا تھا دیکھنے کو

آسمانوں سے بہت اوپر بہت اوپر ساری حدوں کی حد، عرش اعظم سے بھی اوپر، جس سے اوپر ہونے کے مرتبے کو بیان کرنے کے لئے الفاظ کی مالادام توڑنی، الفاظ کی مالا ٹوٹ ٹوٹ گئی۔ اور قدرت نے اس کے لئے اس کی شان و منزلت اور بلند مرتبت کا جھنڈا گاڑنے کے لئے لامکان پر بھی مکان تلاش کر لیا۔ سبحان اللہ۔ ﷻ

صاحب اسریٰ دنیٰ کی سیر فرمانے گئے

عرش حق پر پرچم اعزاز لہرانے گئے

سُبْحَانَ اللَّهِ مَا أَجْمَلَكَ

مَا أَحْسَنَكَ مَا أَكْمَلَكَ

اے نیلگوں آسمان کے ستارو، چاندو، سورج، مریخو، عطاردو، بلندیوں اور پاکیزگیوں کے خمیر سے گندھے ہوئے فرشتو، اے حسین و جمیل جنتوں کی حسین ترین مخلوق حورو جنتی نہرو، درختو اور فضاء بسیط میں اڑنے والی حسین ترین مخلوق پرندو اے زمین پر بسنے والے اشرف المخلوق انسانو، حیوانو، چرندو پرندو درندو میں بھی تمہاری ہی طرح بلکہ تم سے بھی کم ترین اللہ رب العزت کی حقیر پر تقصیر عصیاں کاری کا چلتا پھرتا پرزہ، ناکارہ خلایق، تنگ دین و وطن، تنگ انسانیت!

نہ جانے کتنی حسرتیں، تمنائیں، خواہشیں تمہارے دلوں میں بھی مچل رہی ہوں گی کوئی اظہار کر سکتا ہے۔ کوئی نہیں چاہتے اظہار کرنے والوں نے تو خود خالق کائنات کے دیدار تک کی خواہش کا اظہار کر دیا۔

میرے دل میں بھی چند خواہشیں، حسرتیں، تمنائیں انگڑائیاں لے رہی ہیں وہ پوری ہوں نہ ہوں ان کے پورے ہونے کے امکانات ہیں یا نہیں اس سے غرض نہیں میرے دل میں ”ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے“ آپ صرف آمین کہہ دیں۔ چڑیا شہباز بننا چاہتی ہے کاٹھا پھول بننا چاہتا ہے، کالا کبیلہ سفید بننا چاہتا ہے، ذرہ ماہتاب بننا چاہتا ہے، قطرہ سمندر بننا چاہتا ہے، زمین کی سب سے گہری پاتال، ہمدوش ثریا و سدرہ کی تڑپ رکھتی ہے۔

ہاں ہاں۔ میرے دل میں خواہش ہے اے کاش! میں جبریل ہوتا۔ سدرہ سے ہزار بار

آتا اور جی نہ بھرتا

بے لقائے یار ان کو چین آجاتا اگر
بار بار آتے نہ یوں جبریل سدرہ چھوڑ کر

میرے ہاتھ میں جبریل کا پر ہوتا اس کے پر سے مقدس پر سے میں تو صرف محمد لکھتا۔
ﷺ۔ وہاں سے شروع کرتا جہاں سے اس نے ستارہ چمکتا دیکھنا شروع کیا جو ستر ہزار
سال بعد دوبارہ چمکتا اور اس کو جبریل نے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا یعنی پانچ ارب چار کروڑ
سالوں سے زیادہ سالوں کی داستان حسن و جمال لکھتا میں پر جبریل سے لکھتا وہ کیا نظارہ تھا
جب ہمارے ابا جان حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی میں پر جبریل سے حضرت امام
اعظم ابوحنیفہ کا ترجمان بنتا ہوں۔

أَنْتَ الَّذِي لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمُ
مَنْ ذَلِيهِ بِكَ فَارَزَ وَهُوَ أَبَاكَ

یعنی اے مدوح رب اکرم ﷺ آپ پر لاکھوں سلام ہوں آپ کی ذات والا صفات
وہ ذات ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کے باپ ہوتے ہوئے بھی اپنی خطا پر آپ
ہی کا تو سل اور وسیلہ اختیار کیا۔

پھر میں یوں بھی چند حروف سپرد قرطاس کرتا ہوں۔

أَلَا بِأَبِي مَنْ كَانَ مَلِكًا وَسَعِيدًا
وَأَدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ وَاقِفٌ

یعنی سنو سنو! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ سردار اور حکمران و فرمانروا کون
تھے جو اس وقت بھی سردار و حکمران تھے جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان
ٹھہرے ہوئے تھے۔

ہاں ہاں! اگر میرے ہاتھ میں جبریل علیہ السلام کا پر ہوتا اور وہ مجھے حریم ناز میں ساتھ
لے کر چلتے تو میں لوح محفوظ کی عظیم الشان امین علوم و غیوب ربانی تختی پر تو صیف حبیب
کریم ﷺ لکھتا عالم لاحت و ناسوت کی خلوتوں سے موتی تلاش کر کے سپرد قرطاس کرتا۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الفأ الفأ بعد الف۔

جس طرح باب العلم نے مولائے کائنات نے علی المرتضیٰ نے (رضی اللہ عنہ) آپ سرکار ﷺ کا سایہ اپنے سر پر لیا اور سایہ بن کر ساتھ ساتھ رہے میں بھی ساتھ ساتھ رہتا اور تخلیق اول اور شاہکار ربوبیت ﷺ کی شان میں قصیدے لکھتا قصیدے لکھتا رہتا پھر لکھتا ہی رہتا۔ میں مکہ اور مدینہ منورہ کی ہر گلی، ہر کوچہ، ہر بازار میں ساتھ ساتھ ہوتا میں لکھتا کہ آپ کو درخت کیسے پہچانتے تھے درود یواریسے جانتے تھے پھر کیسے سلام کرتے تھے۔ اور دوش و طیور کیسے اپنی اپنی داستان غم سناتے تھے۔

اگر میں حجر اسود ہوتا اور میرے پاس حجر اسود والی آنکھ ہوتی اور مازاغ البصر کی آنکھ والے ﷺ مجھے بوسے دینے کے لئے تشریف لاتے تو میں دور ہی سے پہچان کر آگے بڑھتا خود آپ ان کی آنکھوں کو چومتا ہدیہ ہائے درود سلام پیش کرتا۔

وا حسرتا میں سنگ ریزہ ہوتا اور آپ کے پاؤں کے نیچے آتا تو پھول کی پتیوں کی نزاکتوں کو شرماتا ہاتھ میں آتا تو ہاتھوں کے پاکیزہ لمس کا اعزاز حاصل کر کے آپ کے دشمنوں کی آنکھ میں گھس جاتا اور مالک کون و مکان رب ذوالکرم والا حسان خالق ارض و سما فرماتا اے سنگ ریزے تو میرے محبوب ﷺ کے ہاتھ میں نہیں تھا تو تو میرے ہاتھ میں تھا تجھے انہوں نے نہیں پھینکا تھا۔ میں نے خود تجھے اس انداز سے پھینکا تھا کہ تو دشمن محبوب کی ہر آنکھ کے اندر کے پوٹوں تک پہنچ گیا اور انہیں اندھا کر گیا۔

اور اگر میں دشمن کے ہاتھ میں ہوتا اس کے قبضے میں ہوتا اس کی بند مٹھی میں ہوتا تو کیا؟ میں اس کا ہوتا؟ میں کوئی اندھا یا جہالت کی مسند کی سب سے اونچی چوٹی پر بیٹھنے والا ہوتا کہ میں پہچان کر ان کا کلمہ نہ پڑھتا نہیں جناب میں دشمن کے ہاتھ اس کے قبضے اور اس کی بند مٹھی میں ہوتے ہوئے بھی صرف آپ کے کلمے پڑھتا آپ پر درود سلام پیش کرتا۔

اے کاش! میں بیت اللہ ہوتا۔ خانہ کعبہ ہوتا۔ تعمیر خلیل و ذبیح کا شاہکار ہوتا اپنے تعمیر کرنے والوں کی دعاؤں کے اثرات دیکھنے کو بے چین و بے قرار رہتا۔ جو نبی دعائے خلیل و

ذبح اور بشارت مسیح کے اجلال فرمانے کا وقت آتا تو میں اپنے جاہ و جلال اور وقار و تمکنت کی ساری ٹوپیاں، سارے تاج اتار کر، ان کا مجرا بجالاتا دنیا دیکھتی خود کعبے کے متولی حضرت عبدالمطلب دیکھتے کہ میں ان کے گھر کی طرف جھک جاتا میرے محرابوں کا قدرتی جھکاؤ سجدہ ریزی و مجرا بجالانے کے لئے جھک جاتا۔

چوں بہ آلودہ دیدم پنجد یک آفتاب

شد مرا ورد زباں بلیتینی گنٹ تُراب

یعنی میں جب ان کا دست مبارک خاک آلودہ دست مبارک حسن و جمال کا مرقع دست مبارک دیکھتا تو قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ میرے ورد زباں ہو جاتی۔ بلیتینی گنٹ تُراب۔ یعنی اے کاش! وہ جو ان کے دست مبارک کے ساتھ مٹی لگی ہوتی ہے۔ اے کاش! میں یہ مٹی ہی ہوتا جو اس رشک آفتاب و ماہتاب ہاتھ سے مس تھی۔ پھر میں بھی رشک آفتاب و ماہتاب ہوتا۔

اے کاش میں قیصر و کسریٰ کے محلات کی اونچی چوٹی پر صدیوں سے کرو فرشان و شوکت، عظمت و رفعت اور غرور مجسمہ کا کنارہ بن کر اس انتظار میں رہتا کہ وہ رشک مسیحا دعائے خلیل و ذبیح کب جلوہ افروز جہان ہوتا ہے اور جو نہی وہ ساعت سعید آ پہنچتی تو میں ٹوٹ کر قدموں میں آ کر گرتا۔ میں ساری بلندیوں پر میں ساری رفعتوں پر ٹھوکر مار کر قدموں کی خاک ہونے میں لطف پاتا۔

اے کاش! میں آتش کدہ ایران کی آگ کے انگاروں کی طرح صدیوں سے نخوت و کبر کی آگ میں جلتی ہوئی ایک چنگاری ہوتا پھر آپ کے میلاد کے وقت میرے دل میں لگی آگ ٹھنڈی ہو جاتی بلکہ مجھے ٹھنڈ پڑ جاتی۔ لوگ مجھے مبارکبادیں دیتے کہ اے آگ کی چنگاری تیرے بھاگ جاگے۔

جب عرب کے چمن میں وہ نور ہدی ہر طرف اپنا جلوہ دکھانے لگا
کفر غارت ہو اب ت گرے ٹوٹ کر منہ پہاڑوں میں شیطان چھپانے لگا
کنگرے قیصر و کسریٰ کے گرنے لگے۔ ڈوبتے کلمہ پڑھ پڑھ کے ترنے لگے

آگ آتش کدوں کی بجھانے لگا۔ خشک صحرا میں پانی بہانے لگا
 سوگھ کر بھینی بھینی و خوشبوئے تن دیکھ کر رحمت حق چمن در چمن
 کہہ کے انت نبی۔ پڑھ کے صل علی۔ بلبل خوشنوا چہہانے لگا
 موم پتھر ہوئے۔ بول اٹھے جانور۔ الٹا سورج پھرا۔ ہو گیا شق قمر
 رفع حاجت کو یکجا کئے دو شجر۔ انگلیوں میں سے چشمے بہانے لگا
 اے کاش میں چرخ نیلگوں پر چمکنے دکنے والا لوگوں کو مخلوق خدا کورات کی تاریکیوں
 کے گھپ اندھیروں میں سے نکالنے والا سورج ہوتا اور اس انتظار میں رہتا کہ جب وہ مردہ
 دلوں کو زندگی بخشے والا اپنی انگلی کا اشارہ فرمائے اور میں ڈو بتا ڈو بتا بھی واپس حاضر ہو جاتا
 نظم کائنات کے اصول بدل جاتے۔ لا تبدیل لکلمات اللہ کے اٹل اصول بدل جاتے
 ازل تا بہ ابد نگاہ عالم انگشت بدنداں رہ جاتی۔

اے کاش میں بدر کامل ہوتا۔ چودہویں رات کا مکمل چاند ہوتا۔ عطاء خداوندی سے نظم
 عالم میں اپنے فرائض کی ادائیگی کے ساتھ لاکھوں کروڑوں اور اربوں سالوں سے زیادہ
 عرصہ سے اس انتظار میں رہتا کہ میں ان کا کھلونا بن کر ان کی انگلی کے اشاروں پر ناچتا پھرتا
 اپنا سینہ چیر کر قدموں میں رکھ دیتا۔ بھینی بھینی خوشبوؤں سے معطر چاندنی نذر کرتا۔
 واحسرتا! وہ وقت نصیب ہوتا۔ میں حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی ”شیمارضی اللہ عنہا“ کی طرح ان
 کو گود میں اٹھاتا میں ان کی بلائیں لیتا آنکھوں کے رخساروں کے، لبوں کے، پیشانی کے، ابروؤں
 کے، ننھی انگلیوں کے، معصوم اداؤں کے بوسے لیتا اور اپنے مقدر کے نشے میں جھومتا رہتا۔

ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن بڑھ کے لیتے قدموں کی اترن

مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

میں انہی تصورات میں گم چودہ صدیاں پیچھے چلا گیا وہاں میں نے ان کے حضور
 کائنات کی ہر چیز اسی طرح اپنی اپنی چاہت اپنی اپنی تمنا پیش کرتے دیکھی کوئی آپ کے
 قدموں پہ لوٹ رہا ہے کوئی اشاروں پر عمل کر رہا ہے آپ کے حسن صورت، حسن

سیرت، حسن معاشرت، حسن معاملات اور حسن تکلم میں گم اپنا سب کچھ بھلائے بیٹھا ہے کوئی غزل لکھ رہا ہے کوئی قصیدہ رقم کر رہا ہے کوئی نعت پیش کر رہا ہے ایک عجیب نظارہ ہے زمین کے ذرے سے کہکشاؤں تک انسانوں سے حیوانوں تک جنوں سے انسانوں تک ہر کوئی اپنے اپنے انداز میں توصیف میں واصف بن کر رطب للسان ہے۔

ان میں چند ایک نفوس قدسیہ جو اسی چمن کے خوشہ چیں تھے اسی سمندر سخا کے قطرے تھے اسی آب جوئے رحمت کے مے خوار تھے جو اپنی آنکھوں سے سر کی آنکھوں سے دل کی آنکھوں سے، بصارت سے، بصیرت سے، آپ کو دیکھ کر ان کے حسن تخلیق، حسن خلق، حسن خلق سے مستنیر ہوئے تھے۔ ہاں ان سے چند نفوس قدسیہ نے محبوب کی اپنی پیاری زبان میں قرآن کی زبان میں جنت کی زبان میں عربی زبان میں اس سوہنے کے حضور جذبات دل حزیں پیش کئے۔ چند ایک خوش بخت شخصیات کا انتخاب کر کے صفحات ہذا پر بکھیر دیئے ہیں۔

مجھے یقین ہے رحمت حق نے ان لوگوں کے کئی بار منہ چوم لئے ہوں گے جی تو ان کی مہک آج تک مدہم نہیں ہوئی وہ ذوق لطیف جس سے سرشار انہوں نے اپنی سرکار کی میرے سرکار ﷺ کی ثناء خوانی کی ہے وہ میری ہر حسرت اور ہر خواہش کی آئینہ دار ہے یہ موتی، یہ ہیرے، یہ جواہرات، یہ لعل و گہر چن کر آپ کے حضور بکھیر دیئے ہیں ایک ایک ورق الٹتے ایک ایک صفحہ پڑھتے ایک ایک لفظ پر نظر جمائے اور ایک ایک حرف کو پڑھتے۔ دل کی اجڑی بستی میں رکھے جھوم جھوم جائیے آپ محسوس کریں گے۔

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کھنچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کعبہ ہمارا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 مصحف ایماں روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 بھینی بھینی خوشبو مہکی۔ بیدم دل کی دنیا لہکی
 کھل گئے جب گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کعبے میں ہوں اور سر پئے سجدہ ہے بے قرار

شائد میرے نبی ﷺ کا یہیں نقش پاء بھی ہے

اپنے مالک کے حضور چھری کے نیچے سر رکھ دینے سے کتنی خوشیوں کے سیلاب آتے ہیں۔ یہ مجھ سے نہ پوچھو میں حرماں نصیب کیا جانوں۔ یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پوچھ جو ہر حاجی کے ساتھ خوشیوں سے سرشار کعبے کے گرد گھوم رہے ہوتے ہیں اگر وہ ہر حاجی کے ساتھ اس کی کمر تھپتھپاتے ہوئے اس کے ہر پھیرے پہ اس کے ساتھ نہ ہوتے تو حاجی تھک جاتا اکتا جاتا ایک دو طواف کے بعد پھر اٹھ نہ سکتا ہر حاجی جو ہر بار کسی کی محبت کی ٹھنڈی پھوار سے بھیگا ہوا پھر اٹھ کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پیچھے کون ہو سکتا ہے ہاں ہاں! وہ وہی ہے۔ جو میرے آقا و مولا ﷺ کے اباجی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کے اباجی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں ہاں انہی کے حضور حاجی کو ہر نمازی کو سجدہ ریزی کی نعمت کی لذت کے بعد صلوة و برکات کے تحفے بھیجنے کا حکم ہے۔ اللہم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔ اے ساری تعریفوں، حمدوں اور ثناؤں کے سزاوار مولا۔ اے بزرگیوں کے تاج سجانے والے سب سے زیادہ بزرگ تو اس فقیر حقیر، بے ذوق و بے کیف سجدوں بے کیف پھیروں کے چکر میں گھومنے والے کی طرف سے میرے سوہنے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر رحمتوں اور برکتوں کے پھول برسسا۔ اس طرح جیسے تو نے آتش نمرود میں تیری خاطر کو دجانے والے ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے انگاروں کو پھولوں کی چٹیاں بنا کر بکھیر دیا اور ان کی آل اولاد پر بھی اپنی رحمتوں اور برکتوں کے پھول برسسا۔ جنہوں نے اپنا سر یا بہت افعال ماثو مَرَّ سَجْدُنِي اِنْ شَاءَ اللهُ مِنَ الصَّابِرِينَ کہہ کر چھری کے نیچے رکھ دیا تھا۔

یہ وہی ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام ہیں جو ہر حاجی کو ہر پھیرے پر کمر پر تھکی دیتے ہوئے کہتے ہیں بھاگ، اٹھ اس گھر کے ارد گرد چکر لگا دو گھر والا تجھے دیکھ دیکھ کر مسکرا رہا ہے اور کہہ رہا ہے تیرے ہر پھیرے پر تیرے سارے گناہ یوں دھل رہے ہیں جیسے پانی کپڑے کے میل کو دھو دیتا ہے۔

حجر اسود، آب زمزم، صفا و مروہ، وادی منیٰ، مزدلفہ کی ہر کنکری اور ہر کنکر کے پڑنے پر شیطان کے دل سے اٹھنے والی ٹیس پر وہ میرے ساتھ ساتھ خوشیوں سے جھوم رہے تھے۔ گھوم رہے تھے اور مجھے میرے مالک کے حضور قربان ہو، ہو جانے پر اکسارہے تھے۔

کئی بار میرے پاؤں کو ٹھوکر لگی۔ تشکیک کے، شک و شبہ کے روڑے میری راہ میں رکاوٹ بنتے رہے شکوؤں کی زبان کھلتی رہی لیکن ہر ٹھوکر پر میری اماں رانی حضرت ہاجرہ علیہا السلام مجھے اٹھاتی رہیں اور بتاتی رہیں کہ اے میرے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی راہ پر چلنے والے ذرا دیکھ میں تیرے ساتھ ساتھ ہوں تو میرے رب کی شفقت مجھ پر میرے بیٹے پر میرے سر کے تاج ابراہیم علیہ السلام پر اس مالک کے احسانات کے لامتناہی سلسلے سے خوشیوں کے سیلاب دیکھ۔ یہ صرف اس کے حضور جاں نثاری کی برکات ہی ہیں جو چار ہزار سال سے زائد عرصہ سے جاری و ساری ہیں۔

وسائل نہیں تھے۔ گارا نہ تھا۔ سیمنٹ نہ تھا۔ ریت نہ تھی۔ گو کا سامان نہ تھا۔ لیکن حکم ملنے پر کام کرنے والے اٹھ کھڑے ہوئے سامان خود بخود پیدا ہو گئے۔ پتھر بغیر تیسری کے گھرتے چلے گئے۔ اونچا نیچا پتھر رکھنے کے لئے جنت سے سامان آ گیا تو بھی اٹھ وسائل نہ سہی راستے میں مایوسیوں کے پہاڑوں کے باوجود اٹھ اور اس کے حکم کی تعمیل میں اٹھ کھڑا ہو وسائل پیدا کرنا اس کا کام ہے پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے۔

میرے شوہر اس کے حکم کی تعمیل میں مجھے ایک ایسی وادی میں چھوڑ گئے تھے جہاں سبز پتے کا نام بھی کبھی کسی نے نہ سنا تھا میرا دودھ پیتا معصوم بچہ میری گود میں تھا جب وہ جانے لگے تو میرے حیرت و استعجاب کے سوال کے جواب میں انہوں نے صرف ایک انگلی کا

اشارہ کیا تھا کہ یہ اس مالک کا حکم ہے نہ جانے واپس مڑتے ہوئے واپسی کے سارے سفر میں ان پر کیا بتی ہوگی یہ تو وہ جانیں۔ البتہ میں نے انہیں ان کے حکم کی تعمیل میں اور ان کے مالک کی رضا میں اپنی رضا شامل کرتے ہوئے عرض کیا تھا

لے چل ہاں منجھار میں لے چل ساحل ساحل کیا چلنا

اور ہاں میرا تو فکر نہ کر میں خوگر ہوں طوفانوں کی

ان کے جانے کے بعد مجھ پر کیا بتی یہ ایک تاریخ کا حصہ ہے لیکن مالک کی رضا میں راضی رہنے کی جو عطا میں ہیں ان کا حساب کون لگا سکتا ہے اس لئے اٹھ۔ حوصلہ کر۔ گھر کی فکر نہ کر۔ بیوی بچوں کی فکر نہ کر۔ حالات کا صبر و استقامت سے مقابلہ کر اور اس کے گھر کے گرد خوشی و مسرت سے جھوم جاتیرے گھر کی رکھوالی تیرے بچوں کے لئے سنگلاخ اور پتھر پٹی زمین کے سینے سے پانی اچھا بنا وہ جانتا ہے تو **وَاقْوِضْ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ** کہتے ہوئے حکم کی تعمیل میں جت جا پھر کریم کے کرم کی بہاروں اور مسرتوں کے سیلاب دیکھتا چلا جا۔

حجر اسود کو بوسہ دینا نہ بھولنا بوسہ نہ دے سکے تو جہاں تک تیری رسائی ہے وہاں دور سے کھڑے ہو کر اس کو سامنے لا کر بوسہ دیتے ہوئے آگے بڑھنا یہ پتھر بڑے کام کا سہی۔ گناہوں کو چوسنا اس کا کام سہی اس کا جنتی ہونا بھی اپنی جگہ اس کا کل قیامت کو ہر حاجی کی شفاعت کرنے کا مقام اپنی جگہ لیکن اس کا ایک اور مقام بھی ہے جس کو نظر انداز کرنا بد نصیبی کی انتہا ہے اور وہ ہے اس کو تیرے نبی ہاں ہمارے بیٹے محمد رسول اللہ ﷺ کی بڑی پہچان ہے۔ ان کے اعلان نبوت سے پہلے بھی یہ ان کو پہچانتا تھا اور جب بھی ان کا یہاں سے گزر ہوتا تھا تو یہ ان کی خدمت میں سلام پیش کرتا تھا اور دیکھ کر جھوم جھوم جایا کرتا تھا کہ مجھے کفر و شرک کے اندھیروں میں گرے ہوؤں سے بچا کر دیدہ بینا رکھنے والوں کے لئے مختص کرنے والا آ گیا ہے۔ اس کی پہچان پر ہی میرے چاند میری دعاؤں کے ثمر میری آمنہ کے محمد ﷺ اس کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

حاجی! ذرا آگے بڑھ کعبے کے گرد چکر لگا لگا کر تو تھک گیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے تجھے پیاس

لگی ہوئی ہو میرا اسماعیل علیہ السلام تیرے ساتھ ساتھ ہے۔ ذرا آگے آس کے قدموں کے
 بو سے لے کر اچھل اچھل کر نکلنے والے چشمے کا پانی تیری ہر قسم کی پیاس، بھوک، تھکن، بیماری
 دور کرنے کے لئے بہہ رہا ہے یہ پانی آج بھی اس لذت سے سرشار ہے جو اسماعیل علیہ
 السلام کے قدم چومنے سے اسے پہلی بار ملی تھی دنیا میں ہر چیز کے اکثر تبدیلیوں سے نام
 بدلتے رہے ہیں لیکن میرے زبان سے نکلے ہوئے پہلے دن کے لفظ۔ زمزم۔ اس کی ابداء
 لآباد تک کی زندگی کا حصہ بن گئے۔

اگر کسی کے قدموں کی ٹھوکرا پا کر پتھر ملی زمین کی گہرائیوں سے نکلنے والا پانی آج تک
 میلا نہیں ہوا پرانا نہیں ہوا اس کی تاثیر میں کمی نہیں آئی تو سوچ اس قدم والے کی شان اپنا مرتبہ
 کیا ہوگا یہ اس کے مالک سے پوچھ۔ جس نے کہا **إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ** ⑤۔

چند قدم آگے دو پہاڑیاں ہیں خشک پہاڑیاں کالی سیاہ پہاڑیاں نہ رنگ و روپ نہ سبزہ
 نہ ہریالی لیکن ساری دنیا کی سبز پوش پہاڑوں کی سردار۔ **مِنْ شَعَاءِ بَرِّ اللَّهِ** کوہ ہمالیہ کی چوٹیاں
 اگر ان کے بلند مقام کو دیکھنے لگیں تو ان کے سر سے بلندی کی ٹوپیاں نیچے آگریں ان
 پہاڑیوں نے صرف میرے قدم چومے تھے۔ وہ ایک دن تھا آج سے ہزاروں سال پہلے کا
 دن پتہ نہیں مالک نے میری خود سپردگی کی لذت ان میں کیسے بھردی ہے وہ آج بھی لوگوں
 مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں، جوانوں، نیک و بد، سب کو تقسیم کر رہی ہے۔ تو آ۔ ان دو
 پہاڑیوں کے درمیان میری طرح دوڑ لگا تیری نیت صرف یہ ہو کہ میرے مالک کا حکم ہے کہ
 اس کی ایک بندی نے اس کے حضور سب کچھ قربان کر دینے والے خاندان کے ایک بچے کی
 پیاس بجھانے کی تلاش میں سات چکر لگائے تھے میں اس کی سنت ادا کرتے ہوئے پونے
 سات یا سو سات اور ساڑھے سات چکر نہیں پورے کے پورے سات چکر لگا رہا ہوں۔
 اور بس۔ پھر میں تمہارے ہر چکر پر ساتھ ساتھ ہوں صلے پر نظر نہ رکھ صلہ دینے والے پر نظر
 رکھ۔ سخیوں کو اپنے در کی لاج ہوتی ہے۔ اگر وہ اپنی شان کے مطابق دینے پر آئیں تو دامن
 کی تنگیاں بھی خود ہی دور کر دیتے ہیں کشکول مراد بھر بھی دیتے ہیں۔

خانہ کعبہ کی تعمیر میں۔ میرے جس بیٹے نے اپنے ابا کے ساتھ ہونے کا شرف حاصل کیا تھا جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو اس کے ابا جان ان پر لاکھوں سلام ہوں کو اشارہ ہوا یہ اپنا خوبصورت بیٹا۔ پیارا بیٹا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات اس کو ہمارے حضور ذبح کر دے وہ کب چوکنے والے تھے۔ انہوں نے فوراً اس اشارے سے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو آگاہ کیا۔ قَالَ يُبَيِّعُ إِنِّي أَسْرَى فِي الْمَنَامِ أَيُّ أَدْبَحُكَ فَانظُرْ مَا ذَاتِي۔ اس سے کہا میرے لخت جگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک میں نے خواب میں دیکھا ہے تمہیں ذبح کر رہا ہوں ذرا سوچ کر جواب دو تمہاری کیا رائے ہے کیا تم بھی اس کے حضور چھری کے نیچے سر رکھنے کو تیار ہو اس نے آگے سے جواب دیا ابا جی اس معاملہ میں سوچنا بھی کفر ہے۔ یہاں عقل، سوچ، نظر کی رسائی نہیں مجھے تو آپ کی نظروں کی عطا سے جو خیر اور محبت ملی ہے اسی سے سرشار ہو کر عرض کرتا ہوں۔ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ ابا جی! آپ کو جو حکم ہوا ہے کر گزریے رہی میری بات تو میں صابر و شاکر ماں کا بیٹا عہد کرتا ہوں اور یقین سے عرض کرتا ہوں۔ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔

زر، مال، زمینی دے دے کے۔ اک جان کمینی دے دے کے

چم قدم شریخی دے دے کے۔ اسماں جان جہان توں پایا

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَ تَلَّهُ لِلْجَبِينِ (صافات: 103)۔ پھر جب وہ آمادہ بہ جاں نثاری

ہو گئے۔ دونوں نے سر تسلیم جھکا دیا۔ ایک نے چھری تیز کر لی اور دوسرے نے اپنا سر، اپنی

گردن چھری کے نیچے رکھ دی اور دونوں نے عرض کیا۔ مالک!

ہے جبیں تیری سلامی واسطے

ہے میری گردن غلامی واسطے

تو اس کی طرف سے ندا آئی۔ وَ نَادَيْنَاهُ أَنْ يَا بُرْهَيْمُ لَقَدْ صَدَقْتَ الرُّعْيَا

(صافات)۔ اور ہم نے آواز دے کر کہا۔ اے ابراہیم۔ بس ٹھہر جا تو نے اپنا خواب سچا کر

دکھایا تم سے جو کرنا ممکن تھا تم نے کر دیا ہم تو دنیا کو دکھانا چاہتے تھے کہ جس شخص کے سر پر ساری مخلوق کی سرداری اور امامت کا تاج سجایا ہے ان کی، ان کے بیٹے کی، ان کی بیوی کی فداکاری ایسی ہوئی ہم نے اسے کہا تھا **إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا** تم نے وہ سب سمجھ کر دکھایا۔ اب ہماری طرف سے انعامات۔ اکرامات۔ فیوضات و برکات کے سیلاب دیکھ۔ **وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ** اب ہر کوئی ابراہیم تو نہیں بن سکتا اور نہ ابراہیم نام رکھنے سے بنا جاسکتا ہے اب ہم یوں کرتے ہیں کہ تیرے بیٹے کے عوض **وَقَدْ يُنَبِّئُ بِنَبِيٍّ عَظِيمٍ** کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی ایک جانور ہی ذبح کر دے اور ٹھیک اسی دن کرے اور اسی نیت سے کرے تو ہم اسے بھی ابراہیم کا چاہنے والا سمجھ لیں گے۔

اے میرے بیٹے! میں تیرے نبی کی ماں ہوں۔ ہاجرہ۔ ماں کی دعا جنت کی ہو۔ میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں۔ چل منیٰ میں چل اور ایک جانور اسی تصور سے ذبح کر کہ مجھے ہی حکم ہو رہا ہے میں ابراہیم ہوں جانور میرے سامنے اسماعیل ہے بس چھری پھیر ڈے وہ مالک تجھے بھی تیری حیثیت کے مطابق اتنی نعمتوں سے نوازے گا کہ جو تیرے دامن میں سما نہ سکیں۔

اے میرے بیٹے محمد ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے وہ کالا کلونا۔ شیطان۔ کم بخت۔ ہمیں بھی اکسانے آیا تھا اور تجھے بھی اکسائے گا وہ اتنا کالا تو نہ تھا بڑی شے تھا یہ ساری زمین کے چپے چپے پر اس نے سجدے کئے ہوئے ہیں کہتے ہیں فرشتوں کا استاد تھا لیکن کم بخت میرے اور تیرے بلکہ پوری انسانیت کے ابا جان حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم سے انکاری پر دھتکارا گیا اب تک ساری خدائی کی طرف سے لعنتوں اور پھٹکاروں کی ایسی پھٹکار پڑی ہے کہ اس کو کالا کلونا شیطان کہا جانے لگا یہ اب بھی تجھے اکسائے گا ہزاروں سو سے ڈالے گا۔ اس لئے قربانی سے پہلے اور بعد تین دن سات سات پتھر اس کو مارنا لازمی ہیں بے شک وہ بڑا موذی ہے۔ لیکن فکر نہ کرنا میں تیرے ساتھ ہوں اسماعیل تیرے ساتھ ہے ابراہیم تیرے ساتھ ہے بلکہ ہم سب کا رب بھی تیرے ساتھ ہے ہمت کر آگے بڑھ تیرے پتھروں کی مار

سے ہمارا سینہ ٹھنڈا ہو جائے گا کہ تو نے ہمارے دشمن کو مارا ہے۔

تیرا دامن لاکھ گنا ہوں سے آلودہ ہوا گریہ سب کچھ کر گذرے اور دل کی گہرائیوں سے کہہ دے۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ (الانعام) تو تو ایسا بن کر نکلے گا ایسا نکھر جائے گا ایسا پاک و صاف ہو جائے گا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

کعبے میں ہوں اور سر پئے سجدہ ہے بے قرار
شاید میرے نبی کا یہیں نقش پا بھی ہے
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خسرو! عرش پہ اڑتا ہے پھر یرا تیرا

آج، اس کے ذکر جمیل سے صفحات و قسطاں کو مزین کیا جا رہا ہے۔ جس کا پرچم اعزاز لہرانے کے لئے لامکاں پر بھی، مکان تلاش کر لیا گیا۔

جماعت ملائکہ کا سردار، جبریل (علیہ السلام)، جس کے تلوؤں کے بوسے لے لے کر، اپنے مقدر جگائے۔

مرسلان جہاں، جس کے پیچھے، ہاتھ باندھے، مقتدی بن کے کھڑے رہیں۔ رکوع سجود کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کے لئے اس کے اشارہ کے منتظر رہیں۔

جس کا روپ، ساری دنیا کے گلی کوچوں میں، بستی بستی میں، قریہ قریہ میں، ہر عقل مند تنفس، اپنے چہرے پہ سجائے۔ لوگوں سے عزتیں کروا تا پھرے۔

جس کا ذکر عبادت، جس کا ہر کلمہ غیر متبدل قانون، جس کی ہر ادا، مرکز نگاہ خدائے قدوس و برتر اور جس کا ہر بول، مشیت ایزدی کے عین مطابق ہو۔

جس کی صفت و ثنا کرتے کرتے، صدیاں بیت رہی ہوں، اور اربوں، کھربوں اور سنکھوں حروف اس کی شان میں لکھ دیئے گئے ہوں۔ لکھنے والوں کے قلموں کی روشنی، لکھتے لکھتے نہ جانے کتنی بار خشک ہو گئی ہو۔ اور ابھی اس کی ثنا کی تمہید کا آغاز ہی ہوا ہو۔

جس کے قدموں کی خاک، بڑے بڑے اپنے قیمتی ملبوس پر غازے کے طور پر رکھ لیتے ہوں۔ بلکہ خاک راہ محبوب ہی ان کے لئے سب سے قیمتی پوشاک ہو۔

ہر سیدھی راہ چلنے والا، اس کے جلائے چراغ کے علاوہ، کسی اور چراغ سے روشنی لینا پسند ہی نہ کرتا ہو۔ بلکہ ہر راہبر کا جلا یا ہوا چراغ ٹمٹا تو رہا ہو۔ لیکن اس کے چراغ کے سامنے سارے چراغ چندھیا گئے ہوں۔

جس کی زبان سے نکلی ہوئی بات، آج بھی اسی طرح نئی نکور، جس طرح آج سے ڈیڑھ

ہزار سال پہلے تھی۔

جس کے کچے چبوترے پر بیٹھنے والے۔ شاہان عجم، قیصر و کسریٰ کے تاج، اپنے قدموں

تلے روندتے پھرتے ہوں۔

جس کے ادنیٰ ریزہ خواروں، جاں نثاروں کی سواریوں، گھوڑوں کے سموں سے نکلنے

والی چنگاریاں اور قدموں سے اڑنے والی دھول، اور زبان حال سے نکلنے والی آواز اور

ہنہانے کی آوازوں کو، دنیا کی سب سے زندہ کتاب، ازلی وابدی کتاب کے ایک ورق میں

محفوظ کر لیا گیا ہو۔ ہر دیکھنے والا، ہر سننے والا، ہر پڑھنے والا۔ ان کے ذکر کے ایک ایک حرف

سے آج تک نیکیاں کما رہا ہو۔ اور نیکیاں بانٹنے والا، ان کے ذکر کے حروف کو کبھی پرانا، بوسیدہ

اور بے لذت نہ ہونے دے۔ جب بھی کوئی دیکھے۔ جب بھی کوئی سنے اور جب بھی کوئی،

خالق کائنات کی طرف سے ان کی کھائی ہوئی قسموں کو پڑھے، جھوم جھوم جائے۔

ان کی ہڈی سے اتر اہوا انسان کبھی دانش مند نہ کہلائے۔ اس کے سامنے اپنی عقل

مند یوں کی پھلجھڑیاں چھوڑنے والا، احمقوں کی کتاب کا سرورق نظر آئے۔

جس کے گھر کے باہر باندھے دراز گوش، بے عقل گدھے بھی عقل مند ہو جائیں، وہ

عقل مندوں کے نام یاد کر لے۔ ان کے گھروں کو پہچانے، ان کے گھروں کو جانے والے

راستوں کو جانے۔ حکم کی تعمیل میں بھاگا پھرے۔

اس کی سواری (قصویٰ اونٹنی) جس کی اپنی کوئی کل سیدھی نہ ہو۔ وہ بھی مامور من اللہ ہو

جائے۔ اسے ان دیکھے راستے۔ بھی معلوم ہوں۔ اسے اپنے میزبان کا حلیہ یاد ہو۔ اس کے

گھر کو جانے والی گلی کی ہر ٹکڑ کو پہچان کر ادھر ہی مڑتی ہو۔ جدھر جدھر اسے مڑنے کا اشارہ مل

چکا ہو۔ پھر اپنے میزبان کے گھر تک پہنچنے میں خطا سے پاک ہو۔ اسے خبر ہو۔ کون انصاری

غریب۔ اس پر سواری کرنے والے کے انتظار میں۔ اپنی آنکھیں۔ کبھی کا باہر چوکھٹ پر ہی

رکھ چکا ہو۔

جس کا لعاب مبارک، منہ کا تھوک، کھاری کنوؤں سے، کھاری پن ہی کشید کر لے۔ ہر

زخم پر ایسا مرہم بن کر چپک جائے۔ کہ شفا و آرام کو آئے نہ بن پڑے۔

دنیا کے بلند میناروں سے، اس کا نام، اتنا بلند ہو رہا ہو، جتنا اس کے بلند ہونے والے نے اسے بلند کرنا چاہا ہو۔ دنیا جانے کہ اس کے نام سے، اس کے ذکر سے، اب کوئی نام اور ذکر بلند نہیں۔

آسمانوں کی بلندیاں، جھک جھک کر، چاروں طرف سے دیکھ رہی ہوں کہ اتنے بلند نام والا، کسی زمین کو عرش بنا چکا ہے اور کتنے پرسکون انداز سے آرام فرما ہے۔

اس کی یاد خلوتوں کو، تنہائیوں کو، مجلسوں کو حسین بنائے۔ اس کی یاد، دلوں کو مردہ دلوں کو، زندہ کرے۔ محفلوں میں جان پیدا کرے۔ خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرے۔ اسی کی یاد تڑپائے بھی، رلائے بھی، ہنسائے بھی، گدگدائے بھی، اس کی یاد کی ہر ٹیس سکوں ریز ہو، اس کی یاد کی تڑپ میں مزہ بھی ہو، اس کا فراق دوا بھی ہو اور سر پر حفاظتی ردا بھی ہو۔

وہ ساری دنیا کا گواہ، گواہ ایسا کہ آنکھ دینے میں خطانہ کرے اور گواہی دیتے ہوئے کسی کے دباؤ میں نہ آئے۔

اندھوں کو تو یوسف بھی اچھا نہیں لگتا۔ اپنے ہاتھوں ایسا یوسف بے قدری سے ویران کنویں میں پھینک دیں۔ اور جب اس سے بھی جی نہ بھرے۔ تو اپنے گمان سے ہمیشہ نظروں سے اوجھل کرنے کے لئے چند کھوٹے سکوں بخیس دے کر احم مَعْدُوْدَةٍ میں بیچ بھی ڈالیں۔ اور چاہنے والوں کو اس کی دوری ایک پل چین نہ لینے دے۔ دیکھنے والے دیکھیں۔ حسن میں ڈوب کر اپنے ہی ہاتھوں سے ہی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ خریدنے والے گھر کا سارا اثاثہ، ساری دولت، ساری تجوریاں لا کر قدموں میں ڈھیر کر دیں۔ سر سجدوں میں جھک جائیں، زیارت کرنے والوں کے دل آنکھیں اور پیٹ اتنے سیر ہو جائیں کہ تین تین ماہ کوئی بھوک، کوئی اشتہا، چاہت کا اظہار ہی نہ کرے۔

یوسف کنعانی، ماہ کنعانی تھے۔ اہم ماہ دن کی بات کرتے ہیں جن کے ماتھے کی روشنی سے بھیک لے کر ماہ آسمانی روشن ہوا ہے۔ دیکھنے والوں کی نگاہیں سیر ہی نہیں ہوتیں، دل

بھرتے ہی نہیں۔ دیکھ دیکھ جی بھرتا ہی نہیں۔ جو قریب ہو اوہ اور قریب ہوا۔ اس کے دل سے قدرت نے دور ہونے کی چاہت ہی کشید کر لی۔

انگلیاں فیض کے چشمے، آپ رحمت کے سوتے، جاگ اٹھیں تو ایک پیالے سے پندرہ پندرہ سو پانی پیئیں، وضو کریں۔ پیالے سے جانور سیراب ہوں، خالی برتن اور مشکینز بھریں۔ دیکھنے والے دیکھیں کہ دست مبارک سے پنجاب رحمت کی ندیاں جاری ہیں۔

دنیا کا کوئی یار، کوئی دوست، کوئی بیلی ناراض ہو گیا ہے غم نہ کر خوشیاں منا۔ تو اس کے قریب سے اس کے پھندے سے بچ گیا۔ اللہ کا محبوب! ایسا دوست، کبھی ساتھ نہ چھوڑے نہ قبر میں، نہ حشر میں۔ ساتھ دے۔ ساتھ نبھائے، کام آئے، ساتھ جائے، ساتھ لے کر جائے۔

صلی اللہ علی محمد وآلہ واصحابہ بعدد معلوم لک

رسول اللہ ﷺ سے تقدم

بڑوں سے آگے بڑھنا۔ احمقوں کا سردار ہونا ہے۔ جو براہ راست اسرار و رموز معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان پر شہاب ثاقب کے بم گرائے جاتے ہیں۔ کہ بلا واسطہ راستہ طے کرنے والوں کو کچھ ایسی ہی سزا ملنی چاہیے۔ ان کو یہ سبق دیا جاتا ہے کہ اسرار و رموز کی باتیں، حاصل کرنے کے لئے انبیاء و رسل اور اولیاء اللہ سے رابطہ قائم کیا جائے، گھر میں داخل ہونے کے لئے دروازے بنائے جاتے ہیں۔ دیواروں پر چھتوں کو پھلانگ کر آنے والے، چور اور ڈاکو کہلاتے ہیں۔ جن کی سزا شہاب ثاقب ہیں۔

مشرکین مکہ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر، گھر کے دروازے سے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ دیواریں پھلانگ کر یا پیچھے کی طرف سے چھت پر چڑھ کر گھر میں داخل ہوتے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہوتا جس کی عقل گھاس چرنے نہ گئی ہوتی تو وہ ان سے پوچھتے۔ اے احمقوں کی دنیا کے رہنے والو کیا اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج چور بناتا ہے۔ کہ چوروں کے انداز اختیار کرتے ہو۔

اپنی رائے سے سوچنے والے اپنی نا پختہ عقل اندھی عقل سے راستہ پوچھنے والے، چلتے چلتے جتنی دور بھی نکل جائیں، کسی نہ کسی گڑھے میں ضرور گریں گے۔ شعور و آگہی کی روشنی کی شمع راستہ مختصر بھی ہوگا اور روشن بھی۔ اسی لئے ارشاد ہے۔ مَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ بَيْنَا اور نابینا دونوں ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ اگر عام سا کوئی راہبر ہزاروں ماننے والوں سے بہتر ہو۔ تو اگر دنیا کے تمام رہبروں، قائدوں، ریفامروں، صلحاء و اولیاء، انبیاء و رسل کے امام، سب کے امام و قائد کی بات ہو۔ تو ان سے بڑھ کر بینا کون ہوگا۔ اس سے تقدم کی سوچ اندھے پن کے سوا کچھ نہیں۔ ﷺ

ہاں۔ نا پختہ عقلوں سے یا براہ راست علوم حاصل کرنے والوں کا حج ایسا ہی ہوتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ کے گھر آنے کے آداب اور مناسک حج پوچھنے کے لئے اللہ کے نبی ﷺ کے دروازے پر آتے تو حاجی بنتے، چور نہ بنتے۔ دروازوں کے راستے سے گھر میں داخل ہونا، سعدوں کا کام ہے چوروں کا نہیں۔

گھر کے باہر دروازہ اسی لئے بنایا جاتا ہے کہ اگر تیرا دل گھر میں داخل ہونے کو چاہے یا صاحب خانہ سے ملنے، محبت کرنے، تعلقات استوار کرنے، روابط قائم کرنے کو چاہے پھر گھر والے کے دل کے اسرار و رموز سے آگاہ ہونے کو جی چاہے تو دروازے کی کنڈی کھڑکا، کال بیل دے پھر انتظار کر۔ اپنائیت کے انداز اختیار کر۔ کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جایا نہیں کرتے، نذر اپنی، جھولی میں ڈال کر رکھ۔ نیاز مندی اختیار کر، دروازہ کھل جائے، گھر والا اندر آنے کی اجازت دے دے تو گھر میں داخل ہو ورنہ باہر انتظار کر۔ پھر دوبارہ کسی وقت آدروازہ کھٹکھا، اوقات ملاقات، ذہن میں رکھ۔ ایک دن دروازہ کھلے گا، گھر والا کسی دن تو پوچھے گا۔ یہ کون کھڑا دربار ہمارے کبھی تو صاحب پوچھیں گے۔

یہ بات تو کھل کر کہہ دی گئی ہے کہ اے میرے بندو! اب تمہیں عرش تک آنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں تک پہنچنا کوئی آسان نہیں۔ اب تم اس کے پاس جاؤ۔ جس نے عرش بھی دیکھ لیا۔ اور عرش والا بھی دیکھ لیا ہے۔ فَأَوْخِي إِلَى عَبْدِي مَا أَوْخِي۔ جو اسرار و رموز بتانے ضروری تھے۔ وہ میں نے سارے ان کو بتا دیئے ہیں وہ خلوت و جلوت کے سارے رازوں سے آگاہ ہیں۔ اب تم آسمانوں کا طویل ترین راستہ کیوں اختیار کرو۔ تمہارے پاس نہ رُفْرُف، نہ براق اور ان کے پاس ہر وہ چیز موجود ہے جس کا تم تصور کر سکتے ہو۔ ہم نے ایک خاکی کو سب کچھ سمجھا دیا ہے۔ ایسے راز عرشوں کو بھی معلوم نہیں اس لئے۔ عرشوں کے راز عرشوں سے نہیں۔ خاک نشینوں سے پوچھو۔ وہ خاک نشین، تمہاری خاک میں پھل پھول اور سبزہ آگاسکتا ہے۔ ﷺ

اے اہل عرش خاک نشین ہم سہی مگر

یہ فرش خاک مند شاہِ دنی بھی ہے ﷺ

طوفان نوح میں غرقابی سے بچنے کے لئے ایک شخص کا اپنی عقل سے بنایا ہوا طریقہ کام نہ آیا۔ غرق ہوا اور نام و نشان مٹ گیا۔ عبرت و افسوس کا دوسرا نام ہوا۔ کشتی نوح صرف اس لئے ہی بنائی گئی تھی کہ اب ہر سرکش کو اپنا سراٹھا کر چلنے کی سزا ملنے والی ہے جو کشتی میں بیٹھا، وہ بچی، وہ نجات پا گیا۔ اگر تو نبی نہیں، تو امتی بن، بادشاہ نہیں تو رعایا بن، خود سری چھوڑ، اس راہ میں بغیر راہبر کے چلنا، اپنے کو کھودینا ہے۔

دشت طلب میں تنہا نکلو، یا پھر اس کے ساتھ چلو

جس کی ٹھوکر راہ نکالے، راہ میں ٹھوکر کھائے کم

مرید کا چپ رہنا اور شیخ کامل کی ہدایات پر عمل کرنا ہی بہتر ہے۔ اپنی طرف سے بڑھ بڑھ کر باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتاننا تباہی ہے۔ جب اپنی ہی کرنی ہے۔ تو پھر پیر استاد کا کیا مطلب۔ اگر امتی خود نبی بن بیٹھے۔ تو یہ تو یُوُوتِيهِ مَن يَشَاءُ کے فیصلے کو چیلنج کرنا ہے۔ عتاب الہی کو دعوت دینا ہے۔ مرتد ہونا ہے واجب القتل ہونا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا کشتی میں سوار ہونے کی بجائے، طوفان سے خود ہی بچ نکلنے کا دعویٰ کرنے لگا۔ کہنے لگا میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا، عقل کا اندھا اوپر سے اوپر چڑھنے کی سوچنے لگا اور نبی سے آگے والے کامیاب نہیں ہوں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا حکم ماننے والے ہی نجات پائیں گے۔

اہل اللہ کے قدموں کی خاک بن، ان کے قدموں کی خاک کا سرمہ بصارت کو نہیں بصیرت کو عام کرتا ہے، بصیرت انسان کو اوندھے منہ گرنے سے بچا لیتی ہے، اونٹ کانٹے چبانا ہے تو اس کی نظر تیز ہوتی ہے۔ اگر تو بھی یہ ناگواریاں برداشت کر لے۔

تو تیرے اندر بھی معرفت کے گل بوٹے اگیں گے، آگے نہ بڑھ۔ لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ رسول اللہ سے آگے بڑھنا راہ کی ناواقفیت کی وجہ سے ایسی کھائی میں گرائے گا۔ کہ جہنم کی پاتال تک پہنچ جائے گا۔

جب مبتدی، اپنے قول کو اپنے صاحب کے قول کے برابر جاننے لگے، یا اس سے اچھا سمجھنے لگے تو وہ بات کرتے وقت بھی ادب کو ملحوظ خاطر نہیں رکھ سکتا، جب وہ اپنے اعمال کو

اپنے شاہد کے اعمال کے برابر جاننے لگے۔ تو ناصح سے محبت کا دعویٰ بے معنی ہو جاتا ہے۔
ایسا بندہ اپنے اعمال کا نام جو کچھ بھی رکھ لے۔ خواہشات ہی کے دائرے میں رہے گا جب
اعمال۔ اسی کا مقدر ہے، جب اعمال کے ساتھ اس سزا سے بے شعوری، اس سے بھی بڑی سزا
ہے۔ العیاذ باللہ

سورہ منزل اور شب خیزیاں

راتوں کو جاگنا۔ اگر شیخ کہلانے کے لئے ہو تو اس سے کتا اچھا کہ وہ راتوں کو جاگتا ہے۔ اپنے مالک کے دروازے پر نوکری کے فرائض ادا کرنے کے لئے جاگتا ہے وہ حق خدمت ادا کرنے کے لئے جاگتا ہے، مالک کے دروازے سے مالک کی حمت سے اسے جو رزق، جو نعمت اور نوازشیں ہوتی ہیں اور صرف اس کے کرم سے ہوتی ہیں۔ اس کے شکرانے میں جاگتا ہے۔ شیخ کہلانے کے لئے نہیں جاگتا اسے یہ بھی خبر ہوتی ہے کہ یہ مالک کا کرم ہے کہ اس نے صرف اپنی مہربانی سے اس کے لئے اپنی عطا کے اور گھر کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ ورنہ نجس اور ناپاک چیزوں کو کون پسند کرتا ہے۔ کون پیار کرتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ قُلْ ①۔ اے چادر میں لپٹنے والے۔

حسین و جمیل اور لذت بھرے الفاظ سے محبوب سے خطاب یہ اللہ تعالیٰ کی کمال شفقت و محبت کا اظہار ہے، چادر اوڑھنا، محبوب کی سنت ہے اور پھر اس چادر کو صاف اور پاک رکھنا، تقاضا ادب ہے۔ سنت محبوب اور اس کا ادب اس کی پاکیزگی اور تقدس، محبوب ﷺ کے محبت رب ذوالکرم والا حسان کے کرم کو کرم و احسان فرمانے پر آمادہ کرتا ہے۔ جلوت و خلوت میں یکساںگی، کریم کے کرم کی توجہ دینے پر اکساتی ہے۔ دن بھر صرف اس کی خاطر مصروف رہنے والا صرف اسی کے اشارہ کے مطابق بولنے والا جب مخلوق، آغوش نیند میں چلی جائے اس وقت اپنے ہی محبوب کے حضور اپنی شب اس کی نذر کر دینے والا۔ جب اتنی وزیر کھڑا رہے کہ ہر دیکھنے والے کو صاف نظر آ جائے کہ پاؤں ورم آلود ہو جاتے ہیں۔ تو مالک ازراہ شفقت و محبوب کیوں نہ کہہ اٹھے۔ کہ قُمِ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ② نِصْفَةَ أَوْ تُلُقُ مِنْهُ قَلِيلًا ③ رات کو قیام فرمائیں مگر تھوڑا نصف شب یا اس سے بھی کچھ کم کر لیجئے۔

سرکار ﷺ کے معمولات میں یہ بات شامل تھی۔ کہ رات کے ابتدائی حصہ میں آرام

فرماتے اور آخری حصہ میں قیام فرماتے۔ عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد جلد سو جانے والے ہی رات کے آخری حصہ میں اٹھ سکتے ہیں۔ رات خلوت ہے اور دن جلوت ہے، خلوت کی حقیقت رات ہے اور جلوت کی حقیقت دن ہے اور خلوت روشن ہو، بیدار ہو، جوان ہو، تازہ ہو تو جلوت بھی روشن و بیدار ہو ہی جاتی ہے۔

آدھی رات کے بعد شب بیداری کے لئے اٹھنا، حضور نبی رحمت ﷺ کے اضافی مرغوب و محبوب طریقوں میں سے تھا۔ اس آیت مبارکہ میں اس کے پیش نظر نماز تہجد کے وقت کا تعین کیا گیا ہے۔ نماز تہجد کا وقت رات کا آخری نصف حصہ ہے۔ یا اس سے کچھ کم۔

أَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَائِلِ الْقُرْآنِ تَرْتِيلاً ۝ یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر

پڑھو۔

شب خیزی، و شب بیداری، چونکہ سرکار ﷺ کا پسندیدہ عمل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اس کا وقت رات کا آخری نصف حصہ ہے۔ ہاں اس میں کچھ وقت بڑھا بھی لیا جائے تو راحت و فرحت کا باعث ہوگا۔ البتہ یہ بات ذہن میں محفوظ کر لینی چاہیے نَصْفَةَ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۝ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو۔ کہ ارشاد کی تعمیل میں قیام لیل کو بڑھا کر عشاء تک لے جانے کے معنی میں نہیں۔

شب بیداری میں آہ وزاری کی نعمت بھی اس کا انعام ہے۔ اگر مالک اس انعام کا کسی کو مستحق بنالے تو بڑی خوش بختی ہے بحر خیزی اور نماز تہجد کے ساتھ ترتیل قرآن پاک، اسرار و رموز کے دروازے کھولنے کے مترادف ہے۔ ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا مفہوم یہ ہے کہ ٹھہر ٹھہر کر اور آرام سے پڑھا جائے۔ اس کے وقوف و رموز کا ان کے تعین کے ساتھ خیال رکھا جائے۔ اگر حسن صوت یعنی اچھی آواز کا حسن موجود ہو۔ تو زینوا القرآن باصواتہا پر عمل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث بنتا ہے قرآن پاک، ادب سے، لحن داؤدی سے ٹھہر ٹھہر کر اور اللہ کے حکم کی تعمیل کی نیت سے پڑھا جائے۔ احکام الہی کی شان قدر اور منزلت کو پیش نظر رکھا جائے۔ تو تلاوت قرآن پاک کا ثمر ہی کچھ اور ہے۔

اِنَّا سَأَلْنٰكَ عَلَيْنَا قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝ ہم عنقریب ایک قول ثقیل آپ کی طرف القا کرنے والے ہیں۔ گہری نیند اور گرم بستر سے رات کے وقت اٹھنا بذات خود ایک گراں بار امر ہے۔ اپنے نفس پر حاکم ہونا، اللہ کے محبوب ﷺ کے نقش قدم پر عامل ہونا، دنیا اور آخرت کے راستے روشن کرتا ہے۔ اگر راتوں کو جاگنے میں سے کسی کو جاگ لگ جائے تو راتوں کو جاگنا گراں بار اور بوجھل نہیں ہوتا۔ یہ جاگنا مقدر جگاتا ہے۔

گر تجھ کو یہ باور نہیں تو خود بھی کر کر دیکھ لے

یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ طالب اور مطلوب، عابد اور معبود، مالک اور مملوک ایک ساتھ ہوتے ہیں۔ یہ نعمت اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے سوا کسی اور نصیب نہیں ہوتی۔ قدرت بڑی فیاض ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن بڑے سے بڑا سخی ہیرے جواہرات ایسے ہی نہیں لٹاتا رہتا۔ وہ بھی ظرف دیکھ لیتا ہے۔ پیٹ کے بھوکے کی، لعل و جواہر سے بھوک نہیں مرتی۔ اس لئے سخی بھی اسے روٹی کے دو ٹکڑے دے دیتا ہے کہ جاتیری طلب یہی ہے یہی لے جا۔

قول ثقیل کی تحمل اور برداشت ایک انتہائی مشکل امر ہے۔ مشکل ترین امر کے لئے صبح کے وقت کی حاضری، شب خیزی و شب بیداری، خلوتوں کی سجدہ ریزی، بہت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ شب بیداری بذات خود ایک مشکل ترین عمل ہے۔ اگر اس کام کے لئے تسلسل کی نعمت ہاتھ آجائے۔ تو قول ثقیل کے لئے آمادگی اور برداشت بھی مالک کی طرف سے انعام میں مل جاتی ہے۔ تسلسل اور باقاعدگی۔ شرط اول ہے۔ کیونکہ قول ثقیل، حق و صداقت پیغام الہی، حکم خداوندی کی ترویج و اشاعت کے بعد معاندین، مخالفین، مشرکین اور کفار کے معاندانہ اور مخالفانہ رویہ سے پیدا ہونے والی صورت حال کو برداشت کرنے کا حکم ہے۔ ان منکرین کی طرف سے مخالفت کو۔ ان کی کم علمی سے تعبیر کر کے ان پر ترس کھاتے ہوئے اپنی ٹیسیں برداشت کرنا اور پھر ان کو مسلسل راہ و فاراہ فلاں دکھانے کے لئے کمر بستہ رہنا اور اس کے تمام مساعی عمل میں لاتے رہنا۔ جتنی مخالفت بڑھے۔ اتنا ہی ان کے لئے مروت سے کام لیتے رہنا۔ بڑا بھاری کام ہے۔

إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْعًا طَوِيلًا ۝ بے شک دن میں بھی آپ کے لئے تسبیح طویل ہوتی ہے۔ حق کی تلاش و پیاس رکھنے والوں کی بھی اس دنیا میں کمی نہیں۔ ان کو اگر کہیں روشنی کی کرن نظر آنے لگے، دوری کی دھوپ میں جھلنے والوں کو کہیں قرب و جوار کا سایہ ملنے کی آس لگ جائے۔ گمراہی کی اندھیروں میں ٹھوکریں کھا کھا کرتے تن زخمی کرنے والوں کے لئے آگاہی کے مرہم کی امید بر آنے لگے۔ تو ان کا آنا، دن بھر آتے رہنا، ان کے جسمانی امراض، ان کے روحانی امراض کو دور کرنے میں مدد دینا، ان کے دکھ دور کرنا، زخمی دلوں پر محبتوں کا مرہم رکھ کر چین و سکون کی دولت کا باٹنا۔ دن بھر آنے والوں کو خوش آمدید کہنا۔ ان کی سلامتی کا پورا پورا دھیان رکھنا ان کو روشن راہ دکھانے میں مصروف رہنا، ایک تسبیح طویل ہے، بڑی مصروفیت ہے اور بڑی مبارک مصروفیت ہے۔ خدمت خلق کی جاں کا ہی بچوں کا کھیل نہیں بڑے مردوں کا کام ہے۔

وَادْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبْتَئِلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلاً ۝ اور اپنے رب کے اسم کا ذکر کیجئے اور اسی کی طرف توجہ رکھیے۔ لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے، ان میں گھل مل جانے، ان کے دکھ بانٹنے، ان کے درد سننے اور ان کے دردوں کا مداوا کرتے ہوئے، اپنے رب کی مخلوق کی خدمت میں اپنے رب کے ناموں کا ورد، سبحان اللہ کیا خوب صورت اور زود اثر نسخہ ہے۔ یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے اور درود شریف پڑھنا اور پڑھتے رہنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جس طرح محبوب کو وہ مرغوب ہے۔ اسی طرح اس کو یہ مرغوب ہے لوگوں کے ساتھ رہتے رہتے۔ اگر یہ سلسلہ سنت الہیہ اور سنت رسول اللہ ﷺ دونوں پر عمل جاری رہے اور مقصود صرف رضا الہی ہو تو بڑی راحت ملتی ہے۔ یہ کام جب بھی راحت فزا تھا، یہ کام آج بھی راحت فزا ہے۔ ذرا اٹھ دونوں سنتوں پر عمل کر کے دیکھ، ذائقہ چکھ اس خیر کو پا کر اگر ہر غیر تجھے بھول نہ جائے تو گریبان فقیر حاضر ہے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝ جو مشرق و مغرب کا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں (بس) آپ اس کو وکیل بنائیے وہ مشرق و مغرب کا ہی

رب نہیں وہ رب المشارق بھی ہے اور رب المغرب بھی ہے۔ پالنے والا، پرورش کرنے والا۔ اپنے زیر پرورش، ہر ذی روح یا غیر ذی روح کی طلب و ضرورت کو نہ صرف جانتا ہے بلکہ ان کی ضرورت و طلب پوری کرنے کی پوری قدرت بھی رکھتا ہے۔ جس طرح ایک ماں اپنے بچے کی وہ بات بھی سمجھتی ہے جو وہ ابھی کر نہیں سکتا اور ہر وہ اشارہ سمجھتی ہے جو اشارہ کرنے کی ابھی صلاحیت ہی نہیں رکھتا۔ اس سے کہیں کروڑ مرتبہ زیادہ وہ اپنی مخلوق کی طلب و ضرورت کو سمجھتا ہے اور اس کو پورا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ اس لئے وہی ذات ہی معبود بننے کے لائق ہے۔ سجدہ شکر و ممنونیت اسی کو زیب دیتا ہے نہ اس جیسی کوئی ذات اپنی قدرت کی مالک ہے۔ نہ اس جیسی کوئی ذات عبادت کے لائق ہے۔ کیوں نہ اپنے ہر کام میں صرف اسی کو ہی اپنا کارساز بنا لیا جائے، کارساز اور وکیل جاننے، ماننے کا حق یہ ہے کہ اپنا حق بندگی ادا کر کے اسی سے اسی کے محبوب ﷺ کی اتباع کی بھی توفیق مانگی جائے۔ کہ یہ بھی اس کے کرم و فضل کی مرہون منت ہے۔ اور اس سے التجا بھی کی جائے۔ کہ ہماری کارسازی بھی فرما اور ہمارے کام میں آسانیاں بھی پیدا فرما۔

وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَبِيلًا ⑩ اور آپ ان باتوں پر صبر فرمائیں اور بڑے احسن انداز سے ان سے کنارہ کشی فرمائیں۔

حق بات کہنے پر حق کو تسلیم کرنے کی خونہ رکھنے والوں کی طرف سے، دل آزاری پر صبر اور حسن اخلاق کے پیکر جمیل بننے کا حکم ہے۔ حق کا انکار کرنے والوں کی طرف سے تکلیف دہ باتوں کو صبر و استقلال سے برداشت کرنا یہ ہے۔ کہ ان کی بے علمی کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے نہ صرف ان کی ہدایت کے لئے ہاتھ اٹھائے جائیں بلکہ ان کے لئے راہ حق پر چلنے کو آسان بنانے کی کوشش کی جائے کہ سورج اپنی روشنی سے آنکھیں بند کرنے والی چمگاڈوں کو کبھی بددعا نہیں دیتا۔

جو کہ طائف کی گلیوں میں زخمی ہوئے ان کی تبلیغ و دعوت پہ لاکھوں سلام
وَ ذُرِّيَّتِي وَ الْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَ مَهْلِكُمْ قَلِيلًا ⑪ آپ ان بڑے مالداروں،

صاحبان نعمت کو اور مجھے چھوڑ دیجئے اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے دیں۔

صاحبان نعمت، صاحبان دولت و ثروت، اپنی نعمت دولت و ثروت کے نشے کی ترنگ میں، فخر و غرور اور نخوت و رعونت سے حق بات کا انکار کر رہے ہیں۔ آپ کی دل آزاری کرتے ہیں۔ تکلیف دہ رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اے رحمت و شفقت کے پیکر حسین آپ درمیان میں سے ہٹ جائیں اور انہیں میرے حوالے کر دیں اور انہیں تھوڑی سی مہلت دے دیں۔ پھر دیکھیں ان کا حشر کیا ہوتا ہے۔

یہ اس سامان نعمت، مال و دولت کی موجودگی کی شان کو تو دیکھتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ یہ نعمت دینے والے کی قدرت کیا ہے۔ وہ کتنا بڑا صاحب اختیار ہے۔ اس کے حضور کے پیش ہوتے وقت پیشی کا علام کیا ہوگا۔ مہلت بھی ایک نعمت ہے بشرطیکہ مہلت کا وقت ختم ہونے سے پہلے پہلے ان کی آنکھیں کھل جائیں۔ ایسوں سے کنارہ کشی امر الہی ہے پھر ان سے نپٹنا اللہ کے ذمے ہے۔

إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَ جَحِيمًا ﴿۱۳﴾ ہمارے پاس بیڑیاں (بھی) ہیں۔ اور بھڑکتی آگ

(بھی)

منکرین حق کو بھاری بیڑیاں پہنا کر ساکن کر دیا جائے گا اور ان کی بد اعمالی کی سزا میں بھڑکتی آگ کے لئے شعلہ زن ہوگی۔ یہ معلوم ہونا چاہیے۔ کہ بندوں کو بھاری بیڑیاں پہنا کر ان کو ساکن کر دینا بندے کا حق نہیں اور نہ کسی کو آگ، بھڑکتی آگ کی سزا دینا بندے کا حق ہے۔ یہ حق صرف اسی حق کا حق ہے جس کا حق ہے۔

وَ طَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۴﴾ اور گلے میں پھنسنے والا طعام اور المناک عذاب، اعمال کا پورا پورا صلہ دینے والا، صرف اللہ ہے۔ وہ برے اعمال کی سزا میں گلے میں پھنسنے والا عذاب اور اس کے علاوہ دوسرا دردناک عذاب ان کو دے گا۔ جو راہ حق پہ نہ خود چلتے ہیں۔ نہ کسی کو چلنے دیتے ہیں۔ اس کے لئے اندھے کنوئیں کھودتے ہیں۔ اور دوسروں کو زبردستی ان میں دھکیلنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ کھانا، جو انہوں نے اپنے پیٹ

کے جہنم کو بھرنے کے لئے راہِ حق سے ہٹ کر کما کر کھایا وہ ان کے گلے کی پھانس بن جائے گا۔ روزِ محشر اور اس کے بعد کی مستقل زندگی میں ایسا ہی کھانا دیا جائے گا جو مستقل ان کے گلے میں پھنس جائے گا نہ باہر نکل سکے گا نہ پیٹ کی بھوک مٹائے گا۔ یہ عذاب بھی کچھ کم نہ ہوگا۔ البتہ اس کے علاوہ ان کے لئے جو دردناک عذاب ہوگا۔ اس کے کرب کا اندازہ آج لگانا ممکن ہے۔ گلے میں پھنسنے والا کھانا ہرگز نہیں کھانا چاہیے اور نہ کسی کو پیش کرنا چاہیے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿٥٠﴾ جس دن پہاڑ اور زمین تھر تھرائیں گے اور پہاڑ ریت کے بہتے ہوئے ٹیلے بن جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کسی چیز کی مضبوطی کی کوئی حیثیت نہیں۔ پہاڑوں جیسی مضبوط چیز، ریت کے ٹیلوں کی ہو جائے گی۔ یہ پہاڑ تو اس نے خود زمین کی زینت کے لئے، سطح زمین کو برقرار رکھنے کے لئے، لوہے کی میخوں کی طرح گاڑے ہوئے ہیں۔ یہ پہاڑ کی میخیں زمین سے نکال لی جائیں گی پھر یہ زمین تھر تھر کانپنے لگے گی۔ جیسے ایک مسلسل ختم نہ ہونے والا زلزلہ آجائے اور خود پہاڑ روئی کے غالوں کی مانند یا ریت کے ذروں کے مانند اڑتے پھرتے ہوں گے۔ اس زمین پر بسنے والی مخلوق کا عالم کیا ہوگا۔ قیامت کی ہولناکی کا ایک ادنیٰ تصور منکرینِ حق کے لئے روح پر کپچی طاری کر دینے کے لئے کافی ہے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿٥١﴾ ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے کہ تم پر شاہد رہے۔ جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

قرنِ ہاقرن بنے، زمانہ ہائے قدیم میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرا جب کذب و صداقت کا فیصلہ کرنے والے شاہدین اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ پہنچے ہوں۔ سیدھی راہ چلتے رہنے والے اور اس راہ میں آنے والی تکالیف کے کاٹنے اپنے مضبوط ایمانوں کے قدموں سے کچلنے والوں کی جنت، ابدی خوشیوں مسرتوں اور بہاروں کی نوید سنانے والے شاہدین میں سے سب سے آخری نبی، شاہد، رسول، داعی الی اللہ اور سراج منیر کا درجہ سب سے بلند

ہے۔ ﷺ۔ ہر دور میں نافرمانوں کو، ناہنجاروں کو، کفر و شرک کی دوریوں میں بھٹکنے والوں کو عذاب الہی سے ڈرانے والے نذیروں میں سرکار ﷺ کا مقام سب سے عظیم تر ہے۔
تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی۔ پھر ہم نے اسے سخت سزا دی۔ اپنی بھلائی، بہتری چاہنے والوں کی جو نافرمانی کرے۔ اس سے نیکی کی توفیق چھین لی جاتی ہے اور انجام بھی انتہائی عبرتناک ہوتا ہے۔ فرعون نے بھی سابقہ ناہنجار امتوں کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مرتبہ کی، پیغام کی قدر نہ کی، ان کی صداقت کی روشن نشانیاں بھی اس کی اندھی عقل کی آنکھوں کے پردے نہ ہٹا سکیں۔ آپ سے مسلسل دشمنی اور عداوت جاری رکھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے نیکی کی توفیق چھین لی اور اپنی گرفت میں لے کر ایسی سخت سزا دی کہ آج بھی عبرت کا نشان ہے۔



حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
کی شہرہ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلاویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاء
لمصنفین

بھیرہ شریف کی زیر نگرانی

مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر درمنثور جلد 6

زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

خوشخبری

معروف محدث و مفسر حضرت علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم شاہکار

تفسیر مظہری

جلد 10

جس کا جدید، عام فہم، سلیس اور مکمل اردو ترجمہ ”ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف“

نے اپنے نامور فضلاء جناب الاستاذ مولانا ملک محمد بوستان صاحب

جناب الاستاذ سید محمد اقبال شاہ صاحب اور جناب الاستاذ محمد انور مکھالوی صاحب

سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔ چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان

فون:- 7220479- 042-7221953 فیکس:- 042-7238010

042-7247350-7225085

021-2212011-2630411

خوشخبری

مشہور و معروف محدث و مفسر حضرت امام حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

کا عظیم شاہکار

تفسیر ابن کثیر

جلد 4

جس کا جدید اور مکمل اردو ترجمہ ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف نے اپنے نامور فضلاء

مولانا محمد اکرم الازہری، مولانا محمد سعید الازہری اور

مولانا محمد الطاف حسین الازہری سے اپنی نگرانی میں کروایا ہے۔

چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ آج ہی طلب فرمائیں۔

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، کراچی۔ پاکستان

فون:- 7220479- 042-7221953 فیکس:- 042-7238010

042-7247350-7225085

021-2212011-2630411



ضیاء اسلام آباد

- گنج بخش روڈ لاہور 7221953-7220479
7238010 فیس
- آراکرم مارکیٹ لاہور 7225085-7247350
- آرا انٹرنیشنل سنٹر، لاہور 2630411-2212011
2210212 فیس

1Z 34